کتاب شہادت (جلد 1) صفحہ 1 تا 225
کتاب شہادت
اس کتاب میں اسلام کے ان عظیم الشان
واقعات پر جن پر پردہ پڑا ہوا تھا پوری
روشنی ڈالی گئی ہے اور یہ ثابت کیا گیا
ہے کہ جس طرح جنگ صفین و جمل
ایک بے بنیاد افسانہ اور بعد کی
گھڑت ہیں اسی طرح امام حسین
کی شہادت کا واقعہ بالکل
غلط اور محض بے بنیاد ہے۔
عابد بیمار
CamScanner

يُرِيدُ اللّٰهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِينَ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ (سورۃ انفال: ۷، ۸)

ترجمہ: اللہ چاہتا ہے کہ حق کو اپنی باتوں سے ثابت کردے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تا کہ حق ثابت کردے اور باطل کو مٹادے اور اگرچہ (اس سے) گنہگار نا خوش ہوں۔

اس کتاب میں اسلام کے اُن عظیم الشان واقعات پر جن پر پردہ پڑا ہوا تھا پوری روشنی ڈالی گئی ہے اور یہ ثابت کیا گیا کہ جس طرح جنگ صفین و جمل ایک بے بنیاد افسانہ اور بعد کی گھڑت ہیں، اسی طرح امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ بالکل غلط اور محض بے بنیاد ہے۔

پہلا مقدمہ

مصنفہ

مرزا حیرت دہلوی

کرزن پریس دہلی انڈیا

المطبوعہ ۱۳۲۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
محمد رسول اللہ
والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم

فہرست

عرض ناشر

علوم اسلامی میں اس وقت سب سے زیادہ مظلوم موضوع غالباً تاریخ کا موضوع ہے۔ دشمنانِ اسلام نے اپنی دشمنی، کینہ، حسد اور بغض کی بنا پر اس موضوع کو پوری طرح مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔ منافقین و مجرمین نے اپنے نفاق و جرم کی پردہ پوشی کرنے کی خاطر طرح طرح کے جھوٹے اور بے بنیاد واقعات اور روایات سے تاریخ اسلام کو داغدار کر دیا ہے۔ لیکن بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی کیونکہ دین کے محافظ اور شریعت کے نگہبان ادارے بھی اس کے ساتھ بے اعتنائی برتنے میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ قصہ سازوں، مفاد پرستوں اور روایت فروشوں کو اس بات کی مکمل آزادی مل گئی جو مرضی چاہیں کریں۔ کوئی ان کو روکنے والا ہی نہیں ہے۔ لہٰذا تاریخ اسلام کے متعلق کتب ضد و نقیض سے بھری ہوئی نظر آتی ہیں۔ آج امتِ مسلمہ کے ہر فرقہ کے پاس اسلام کی اپنی ایک الگ تاریخ ہے۔ رفتہ رفتہ ان تواریخ کی غلط روایات کو عقیدہ کا مقام دے دیا گیا ہے۔ تاریخ میں نقل کیے گئے بعض واقعات خصوصاً واقعہ کربلا یا ان کے مصادر اتنی اہمیت کے حامل نہ ہونے کے باوجود دین کے ستون و بنیاد کی حیثیت حاصل کر چکے ہیں اِن کے بارے میں شکوک و شبہات کا اظہار تو کجا استفسار کرنے کو بھی ناقابل معافی جرم قرار دیا جاتا ہے۔ واقعات کربلا کے متعلق تاریخ سے ناواقف لوگوں نے اپنی بسر اوقات کے لیے جن کہانیوں اور افسانوں کو ملا جلا کر پیش کیا ہے ان میں اکثر و بیشتر تو ایسے ہیں جو بے سند کتابوں میں بھی نہیں ملتے اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ جعل کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ اور نقد و تصحیح کے دروازے بند کر کے قفل لگا دیے گئے ہیں۔ آج اگر کوئی فرد کسی مخلص باصفا بلکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ، علماء تک کو ان روایات کا جعل، دلائل محکم سے ثابت بھی کر دیتا ہے۔ تو بھی تمام حقائق تسلیم کر

لینے کے بعد ان روایات کے دفاع کی گنجائش باقی نہ رہنے کے باوجود بہت ہی پراثر لہجے میں کہتے ہیں اگر ان سب روایات کو چھوڑ دیا جائے تو پھر ہمارے پاس باقی کیا بچے گا۔؟ گویا ان کی نظروں میں یہ ہی جعلی روایات سب کچھ ہیں اور بس! اسکی مثال کچھ اس طرح ہے کہ ایک گروہ کسی کے گھر میں زبردستی داخل ہو کر اس گھر میں سے صاحب گھر اور اسکے اصحاب کو تو باہر نکال دیں اور خود اس گھر پر قبضہ کر کے اس گھر کی ساخت اور تعمیر سے متعلق ان کے کارناموں کا ذکر شروع کر دیں یا اس صاحب گھر کو اسکی تعمیر کے سلسلے میں کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے بڑی مدح سرائی بھی کرلے تو بھی کوئی انصاف پسند شخص اس پر بھی اس گروہ کو اس اہل بیت کا دشمن ہی کہے گا۔ ذرا سوچیے ایسے غاصبوں کے متعلق۔

دنیا کا ہر انصاف پسند انسان تسلیم کرے گا کہ اپنی پسند کا دین اختیار کرنے کا حق ہر انسان کو ہے۔ مگر دوسرے کے دین کا جھوٹا مدعی بن کر اپنے گمراہ کن عقائد دین میں داخل کرنے کا حق کسی کو نہیں۔ اگر آج ہم مسلمان ہوتے ہوئے عیسائی یا ہندو ہونے کا بھی دعویٰ کر دیں اور عیسائیت و ہندومت کا نام لے کر ان کے مذہب کا حلیہ بگاڑنا شروع کر دیں۔ تو وہ ہم کو اپنے مذہب کا دشمن قرار دے کر ہم پر ٹوٹ نہیں پڑیں گے؟۔ کتنی بڑی ستم ظریفی ہے کہ شیعہ صدیوں سے اسلام میں نقب لگا رہے ہیں۔ ان کا مقصد بظاہر مسلمان بن کر اسلام کو مٹانے کے سوا کچھ نہیں۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ ایک طرف تو یہ صورت حال اور دوسری طرف جید و ممتاز علماء، دین کا درد رکھنے والے اور مقتدر حضرات ان خرافات یعنی جھوٹی روایات کے خلاف آواز اٹھانے کو بھی مصلحت کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ اس قسم کی باتیں لکھنے اور کہنے والوں کو ناپسندیدہ افراد قرار دے کر مختلف القابات سے نوازتے ہیں اور باقاعدہ تنبیہہ کرتے ہیں۔ اب آپ خود سوچیے ایک طرف تو ایسے چیلنج کا سامنا ہے اور دوسری طرف یہ علماء حضرات ہیں کہ من گھڑت روایات کے خلاف آواز اٹھانے والوں کے لبوں پر

بھی مہر سکوت ثبت کرنا چاہتے ہیں۔حق کی تائید کے لیے ضروری نہیں کہ ایسے خیالات کے علماء کے بغیر فکری شعور قائم ہی نہیں رہ سکتا اس کی فکر نہ کریں آپ کی آواز کو دبا دیا جائے گا۔ حق کی آواز بلند کرنے کے خواہش مند دنیا کے کسی بھی خطے میں ہیں حق کی خاطر اپنی کوششوں کو جاری رکھیں اس بات کا تعلق صرف میری ذات سے نہیں بلکہ امت کے ہر اُس فرد سے ہے جو حق کی آواز بلند کرنے کی خواہش میں فکر مند ہے۔

مذہب کو کسی طرف سے چیلنج کا جب سامنا ہوتا ہے تو دین ومذہب کی قید سے آزاد انسان بھی اسکے دفاع کا فکر کرنے لگتا ہے۔لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنے دینی امور میں اہل سنت سے زیادہ بے حس اور بے حمیت کوئی جماعت دنیا میں نہیں ہے۔جب خود ان ہی حضرات کے ہاتھوں روایات کے ذریعے سے حقائق پر ضربیں لگتیں ہیں تو اس وقت صورت حال اور بھی شدید ہو جاتی اور نا قابل برداشت ہوتی ہے۔

قارئین کرام! سید الشہداُ کا لقب شیعہ روایات کے مطابق خود حق تعالیٰ نے اور سنی روایات کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیا تھا دنیا کا ہر انصاف پسند شخص اس بات کو تسلیم کرے گا کہ اب سید الشہداُ کا لقب حضرت حسین پر چسپاں کرنا صریحاً اللہ اور رسول اللہ کی مخالفت ہے۔حضرت صدیق اکبر ﷺ وحضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا دور فتوحات کا دور تھا۔یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس کو سب تسلیم کرتے ہیں۔اسی فتوحات کو روکنے کے لئے خلیفہ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بے رحمی کے ساتھ شہید کر دیا گیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کو بے وقعت کرنے اور اپنے جرائم پر پردہ ڈالنے کی خاطر واقعہ کربلا سو سال بعد گھڑا گیا۔اور اس واقعہ کو گھڑنے والے کیلئے شیعی راویان نے بھی کذاب کا لفظ استعمال کیا ہے۔ہم سنیوں کا عقیدہ ہے کہ یقیناً حضرت حسین شہید ہوئے مگر اس طرح نہیں ہوئے جسطرح آج اپنے بیگانے روایات کا انبار لگا

کر یہ سب لغویات کو اپنا عقیدہ بنائے ہوئے ہیں۔ اس شہادت کو جو عظمت واقتدار آج دیا جارہا ہے۔ جس کے سامنے اور صحابہ کرام کے مفصل ومنصوص شہادتیں بالکل بے وقعت ہوئی جاتی ہیں۔ یہ نہیں ہونا چاہئے۔ خاص کر فتح مکہ سے پہلے کے جہادات اور شہادتیں تو ضرور ایسی ایسی کئی شہادتوں سے بہت زیادہ فضیلت والی ہیں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی کچھ کم مظلومانہ نہیں ہے یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں کہ دشمنان اسلام یہود اور صلیبی طاقتیں ہی ان ماتمی حضرات کے ساتھ مکمل تعاون اور اتحاد کئے بیٹھے ہیں۔ امریکہ نے حال ہی میں بیس ملین ڈالر کی خطیر رقم شیعوں میں صرف تعزیہ داری کے لئے دیئے ہیں تفصیل کے لئے دیکھئے شیعہ مشہور عالم کی کتاب ''الحق گفتگو'' اب آپ ذرا انصاف سے کام لیتے ہوئے خود ہی کہئے۔ صحیح معنوں میں اگر کوئی بھی فرد ان ماتمی حضرات کے عزائم کی نقاب کشائی کرتا ہے تو اپنوں ہی میں سے مذمتیں اور اختلافات کو ہوا دے کر فسادات کا بازار گرم کرنے کے الزامات کی بھرمار کردی جاتی ہے، اصل مسئلے کو پس پشت ڈال کر صرف چند مفادات کی خاطر ان ماتمی حضرات کو اپنے عزائم کی تکمیل کے لئے خاص انداز میں مدد فراہم کی جاتی ہے۔ اسی غیر تسلی بخش صورت حال کا نتیجہ ہے کہ اس وقت پاک وہند میں پانی مہنگا اور مسلمانوں کا خون ارزاں ہے۔ دشمن کے ہاتھوں قتل ہونے والوں کو کم از کم شہید تو کہتے ہیں۔ لیکن خود اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں اگر کوئی کسی سازش کی تحت ذبح ہوجائے تو اُسے مذہب کی طرف سے سزا قرار دیا جاتا ہے۔ ایسی صورت حال سے دوچار ہونے کے بعد انسان متحیر ہوکر سوچنے لگتا ہے کہ ایسی تنگ حالتوں میں کیا کیا جائے۔ ایسے وقت میں انسان کے دل پر ہمیشہ دو طرح کے خیال گزرتے ہیں۔ ایک یہ کہ ہم کچھ نہیں کرسکتے۔ دوسرے یہ کہ ہم کو کچھ کرنا چاہئے پہلے خیال کا یہ نتیجہ ہوا کہ کچھ نہ ہوسکا۔ اور دوسرے خیال سے دنیا میں بڑے بڑے عجائبات ظاہر ہوئے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَیَنْشُرُ رَحْمَةَ (سورۃ شوریٰ آیت نمبر ۲۷ سپارہ ۲۵)

اور وہ ایسا رب ہے کہ جب لوگ ناامید ہو جاتے ہیں۔ تو مینہ برساتا ہے۔ اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے۔

آج سٹیج اور منابر پر مذہبی بھانڈوں اور اکثر جہلا کا قبضہ ہے۔ یہ لوگ یا تو اپنی جہالت کی وجہ سے سمجھتے ہی نہیں یا پھر ایسا نہیں ہے پڑھے لکھے ہیں۔ تو سامعین کی خوشنودی کو اللہ تبارک تعالیٰ کی رضا پر ترجیح دیتے ہیں حد تو یہ ہے فرضی قصے، غلط روایتوں کو خلاف واقعہ ہونے کو تسلیم کر لینے کے بعد بھی اپنے خطبات میں بیان کرتے ہیں اور سینہ بہ سینہ منتقل کرتے چلے جاتے ہیں۔ فکر و تخیل کی ان میں کمی نہیں چاہیں تو اپنی گفتار سے پوری دنیا میں بسنے والوں کو صحیح فکر کا پیغام دے سکتے ہیں۔ یہ تھوڑے نہیں ہیں دھاڑے کا دھاڑا ہے۔ ہر جگہ، ہر موڑ، ہر نکڑ اور ہر بازار میں جھنڈے گاڑے بیٹھے ہیں۔ مذہبی مالیات پر بھی ان کی مکمل گرفت ہے۔ اور ہر قسم کی مراعات ان ہی کی تحویل میں ہیں۔ یاد رکھئے بھیک منگے کبھی مزاحمت نہیں کر سکتے۔! اگر سب مذہبی معاملات کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ کر یہ سوچ لیا جائے کہ یہ کچھ انصاف سے کام لیں گے۔ خام خیالی کے سوا کچھ بھی نہیں ہم تمام دانشور علماء اور باشعور امت مسلمہ کے ہر فرد سے درخواست کرتے ہیں کہ تحقیقی روش کو صرف احکام فقہ تک محدود نہ کیجئے، تاریخ اسلام میں تمام تر واقعات کو افسانہ سازوں کے ہاتھوں میں نہ دیں۔ اس پر تحقیق کرنے والوں کو اجازت دیں تاکہ کھلے مباحثوں اور مذاکروں کا انعقاد کر سکیں۔ تحقیقی مقالہ جات، استفسارات اور جوابات پر مشتمل باوقار مجلات کا اجراء کیا جائے تاکہ علمی بنیادوں پر نئی تحقیقات اور تجاویز سامنے آ سکیں ہم اس کتاب کو شائع کر کے کسی پر احسان نہیں کر رہے ہیں۔ تاریخ کا ایک رخ یہ بھی ہے جسکو صدیوں سے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ ہم تو مولف کو ذاتی طور پر جانتے تک نہیں۔ تاریخ کے طالب علموں کے لئے اس میں جانچنے اور جاننے کے لئے بہت کچھ ہے۔ ہمارا یہ پیغام کسی بھی ممکنہ صورت میں جہاں تک ہو سکے پہنچا دیجئے۔ ہمارا

مقصد صرف اور صرف تاریخ کی اس تحقیق کو آشکار کرنا ہے۔ آج میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ میں اپنے ہی اختیار کردہ اس مقصد کا سست رو خادم ہوں۔ کسی فرقہ کے جھوٹے سچے مذہب پر حملہ کرنا ہمارا مقصود نہیں اور نہ ہی کسی بھی فرقہ کے خلاف ہمارے کچھ عزائم ہیں۔ یہ بات تہذیب و متانت کے خلاف ہے کہ میں ان لوگوں کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں اس کتاب شہادت کو دوبارہ جمع کرنے میں یا کسی صورت میں میری مدد فرمائی میں ان سب احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

فقط کم ترین

غازی حسین العباس مہدی

کراچی، دہلی

۱۰ محرم ۱۴۲۵ ہجری

اقتباسات:

مرزا حیرت اور ان کی کتاب شہادت

(مفتی محمد طاہر مکی کی کتاب سقوط دہلی کے بعد برصغیر کے نامور مؤرخین سے ماخوذ)

سقوطِ دہلی کے بعد برصغیر کے سب سے اہم اور نامور مورخ جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں سرسیّد مرحوم تھے اور ان کا تحقیقی ذوق اور مشہورِ عام روایات سے مرغوب نہ ہونے کا مزاج ان کے معاصر اور بعد میں آنے والے تقریباً تمام مورخین نے حسبِ استطاعت اپنانے کی کوشش کی ان ہی میں ایک مؤرخ و مصنف مرزا حیرت دہلوی تھے۔

امراؤ مرزا عرف مرزا حیرت دہلوی یکم جنوری ۱۸۶۸ء کو یعنی سقوط دہلی کے گیارہ سال بعد مرزا محمد ابراھیم بیگ کے ہاں پیدا ہوئے. دلّی کے مشہور عربک سکول میں تعلیم پائی. تاریخ اور وقائع نگاری کی طرف خاص رغبت تھی۔ کرزن گزٹ جاری کیا جو ہفتہ وار رسالہ تھا۔ اس میں ۲۳ مارچ ۱۹۰۹ء سے پہلا مقدمہ چھپنا شروع ہوا (ہر ہفتے آٹھ صفحے) اور ۸ جولائی ۱۹۱۳ء کو چوتھا مقدمہ چھپ کر مکمل ہوا اس کے بعد ۱۵ جولائی ۱۹۱۳ء سے کتاب شہادت (ہر ہفتے آٹھ صفحے) چھپنی شروع ہوئی جو بعد میں مقدمہ کتاب شہادت اوّل دوم سوم چہارم اور کتاب شہادت حصہ اوّل کی مجلدات کی شکل میں کئی بار شائع ہوئی کتاب شہادت حصہ دوم شائع ہونا شروع ہوئی ہی تھی کہ مخالفین نے مرزا کے پریس کو آگ لگا دی جس سے مطبوعہ کتب کا بہت سا ذخیرہ اور یہ چھٹی جلد مکمل طور پر ضائع ہوگئی اور شہادت حسین کے متعلق ان کی تحقیق پورے طور پر سامنے نہ آسکی. اگر کتاب شہادت جلائے جانے کا یہ حادثہ نہ ہوا ہوتا تو غالباً یہ کتاب آٹھ یا نو مجلّدات پر مشتمل ہوتی کیونکہ چھٹی جلد بھی (جس کی طباعت کے موقعہ پر مرزا حیرت کے پریس کو آگ لگائی گئی) حضرت علی کے باقی حالات پر مشتمل تھی جس میں دلائل سے جمل

وصفین کی جنگوں کے مرقوع کا انکار کیا گیا تھا. غالباً ساتویں جلد میں یہ بحث مکمل ہوتی آٹھویں جلد میں حضرت حسنؓ اور نویں جلد میں حضرت حسینؓ کے حالات پیش کئے جاتے. مرزا صاحب کثیر التصانیف بزرگ تھے ان کی جن کتابوں کا ہمیں علم ہوسکا وہ درج ذیل ہیں۔

تالیفاتِ مرزا حیرت

کتب مذہبی:

علوم قرآن:۔ اردو ترجمہ قرآن کریم. انگریزی ترجمہ قرآن. مقدمہ تفسیر الفرقان۔ الہام ووحی۔

علوم حدیث:۔ اردو ترجمہ بخاری شریف تین جلد. اردو ترجمہ مشکوۃ شریف چار جلد. ترجمہ دارمی شریف. تعارف فن اسماء الرجال

سیرت:۔ دنیا کا آخری پیغمبر (قرآن کی روشنی میں سیرت طیبہ) سیرت محمدی. سیرۃ الرسول چھ جلد۔

سوانح صحابہ:۔ خلافت شیخین. حیات حضرت عائشہؓ صدیقہ. حیات حضرت فاطمہؓ. سوانح عمری حضرت علیؓ. کتاب شہادت پانچ جلد. تازیانہ شہادت.

سوانح بزرگان دین:۔ سوانح حضرت لقمان. سوانح امام ابو حنیفہ۔ حیات مجاہد اعظم (صلاح الدین ایوبی). تاریخ چراغ دہلی. سوانح بو علی شاہ قلندر. حیات طیبہ (سوانح شاہ اسماعیل شہید)

غیر مذہبی سوانح:۔ ترجمہ تزک بابری. سوانح نور جہاں بیگم. حیات حمیدیہ (سلطان عبدالحمید خان) تین جلد. ترجمہ تزک امیر عبدالرحمٰن خان. سوانح ابوالحسن بیوقوف. عمرو عیار. علی بابا چالیس چور جعفر کذاب. جعفر زٹلی. سوانح شیطان ۲ جلد

تاریخ:۔ خلافت عثمانی. تاریخ عالم (امیر تیمور سے بہادر شاہ ظفر تک) ایک ہزار صفحات۔ تاریخ ہند ۲ جلد. ترجمہ تاریخ الحکماء. تاریخ حریت. بغاوت نامہ ۱۸۵۷ء

ادبیات:۔ترجمہ الف لیلہ.ترجمہ حاجی بابا اصفہانی (ایرانی سفر نامہ) مشاطۂ بغداد (خلافت عباسی کی تباہی میں دشمن عورتوں کا کردار)۔ سیرِ گل فروشاں.ڈرامہ انصاف.مضامین حیرت.انشائے حیرت.وغیرہ۔

ملّا واحدی اور مرزا حیرت :۔دلّی کی مشہور ادبی شخصیت مُلّا واحدی نے اپنے زمانے کی دلّی کے مشاہیر کا تذکرہ کرتے ہوئے مرزا حیرت کا ان الفاظ میں تعارف کرایا ہے۔

مرزا حیرت بڑے طرّار انسان تھے.کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ اُنھوں نے ٹھیک طریقہ سے پڑھ لکھ لیا ہوتا اور اپنی صلاحیتوں کا استعمال کیا ہوتا تو ہندوستان بھر میں اُن کا جواب نہ تھا.مرزا حیرت نے اپنے اخبار کرزن گزٹ میں اجمل خان پارٹی کے خلاف تابڑتوڑ مضامین شائع کیے مگر حکیم اجمل خان کا اقبال یاور تھا. جسے خدا رکھے اسے کون چکھے .اُن کے ہر مخالف نے منہ کی کھائی.اور مخالفت تو اولیا انبیاء کی ہوتی رہی ہے.
مرزا حیرت وہی بزرگ ہیں جنھوں نے سیّدنا حضرت امام حسینؓ کے کارنامہ شہادت سے انکار کیا تھا اور انکار پر ایک ضخیم کتاب لکھی تھی.کمال یہ تھا جس زمانہ میں انکار شہادت پر کتاب تصنیف کررہے تھے.اُسی زمانہ میں جمعہ کے جمعہ شہادت پر تقریریں کرتے تھے.اور ایسی تقریریں کرتے تھے.کہ سننے والوں کی روتے روتے ہچکیاں بندھ جاتی تھیں.مرزا حیرت کا دفتر آخر میں تو میرے بالکل نزدیک کلاں محل میں آ گیا تھا.انکار شہادت کی تصنیف اور بیان شہادت کے زمانہ میں دفتر جامعہ مسجد کے شمالی دروازہ کے سامنے پائے والوں کے پاس شیش محل میں تھا.شیش محل عظیم الشان مکان ہے.سارا مکان اور اُس کا صحن سُننے والوں سے بھر جاتا تھا.اور خلقت باہر سڑک پر کھڑی رہتی تھی.کہ شاید کوئی بھنک کان میں پڑ جائے.میکروفون (لاؤڈ سپیکر) اُس وقت نہیں تھے ورنہ شاید راستے رک جاتے.مرزا حیرت جیسا بولتے تھے ویسا ہی لکھتے تھے.حالانکہ ضابطہ کی تعلیم نہ جدید قسم کی پائی تھی نہ قدیم قسم کی.لیکن قرآن مجید کا ترجمہ کیا تھا اور اُسے مولوی نذیر احمد کے ترجمہ سے ٹکرایا تھا فارسی میں شعر کہنے کے مدعی تھے.

ہر کس و ناکس صرف دیکھ کر مرعوب ہو جاتا تھا. اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حُسن مردانہ عطا فرمایا تھا .ایک لطیفہ یاد آ گیا سر عبدالقادر نے سُنایا تھا. اُس زمانہ میں. جبکہ مرزا حیرت کا عروج تھا اور عبدالقادر شیخ عبدالقادر ایڈیٹر مخزن تھے .آل انڈیا محڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا مدراس کی طرف کہیں سالانہ اجلاس تھا. شیخ عبدالقادر اور ان کے احباب میر غلام بھیک نیرؔنگ. مسٹر عبدالعزیز (فلک پیما) اور شیخ خوشی محمدؐ گورنر کشمیر وغیرہ اجلاس کی شرکت کرنے لاہور سے روانہ ہوئے میر نیرنگ کے سوا سب انگریزی لباس میں تھے .مدراس قریب آیا تو تین چار سیٹھ وضع کے مسلمان اِن کے ڈبے میں آ کر بیٹھے اور جیسا کہ قاعدہ ہے انھوں نے شیخ عبدالقادر اور اُن کے احباب سے باتیں شروع کی پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں. اِنہوں نے بتا دیا. پوچھا. کہاں سے آ رہے ہیں انہوں نے کہا لاہور سے. بس لاہور کا نام سُننا تھا کہ سیٹھ صاحبان کھڑے ہو گئے. اور ان لوگوں کے ہاتھ چومنے لگے. یہ حیران کہ ہمارے ہاتھ کیوں چومے جا رہے ہیں. پوچھا. بھائیو! کیا ماجرا ہے ؟ہمیں کیوں کانٹوں میں گھسیٹتے ہو. بولے آپ لاہور سے جو آ رہے ہیں. پوچھا. لاہور سے آ رہے ہیں تو کیا ہوا. بولے. لاہور دلّی کے نزدیک ہے. اور دلّی میں مرزا حیرت جیسا بزرگ موجود ہیں۔

(میرے زمانے کی دلّی از ملا واحدی صفحہ نمبر ۲۵۵ تا ۲۵۷ شائع کردہ. گلفا انجمن کتاب گھر نمبر ۳ صدر کو آپریٹو مارکیٹ وکٹوریہ روڈ کراچی نقش ثانی (اضافہ شدہ)

مرزا حیرت اور ندوہ:۔ مرزا حیرت صاحب کو تحریک شاہ اسماعیل شہید اور تحریک ندوۃ العلماء سے بڑی دل چسپی تھی .شاہ صاحب کے متعلق ان کی سوانح حیات طیبہ کے نام سے بڑی مشہور ہے .ندوہ کے متعلق جب قدامت پسندوں نے خصوصا مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب اور ان کے حلقہ نے جارحانہ مہم جوئی شروع کی ۔اور بقول خود ان کے ندوہ کی مخالفت میں دو سو سے زیادہ رسائل اور پوسٹرز شائع کیے گئے تو ربیع الثانی ۱۳۱۴ ہجری میں مرزا حیرت دہلوی نے ان کے جواب اور ندوہ کے حق میں ایک رسالہ لکھا۔ جس کے متعلق موجودہ ناظم ندوہ مولانا ابوالحسن علی ندوی کی نگرانی میں بانی ندوہ مولانا محمد علی مونگیری کی سوانح پر لکھی گئی

کتاب (سیرت مولانا محمد علی مونگیری) کے چوتھے باب میں بڑی تعریف کی گئی ہے اور اس کے کئی اقتباسات نقل کئے گئے ہیں مؤلف سیرت محمد علی مونگیری لکھتے ہیں!

ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ ہجری میں مرزا حیرت دہلوی (مصنف سیرتِ محمدیہ وحیات طیبہ وحیات اعظم) نے "مقاصد ندوۃ العلماء اور اس کی مخالفت" کے نام سے ۳۱ صفحہ کا ایک رسالہ تصنیف کیا اور اس میں بہت طاقتور اور موثر طریقہ پر ندوہ کی پوری وکالت کی۔ تاریخ اور موجودہ حالات اور وقت کی تقاضوں کی روشنی میں ندوہ کی اہمیت وضرورت واضح کی اور مسلمانوں کو اس تفرقہ انگزی پر غیرت دلائی۔ ایک جگہ لکھتے ہیں!

دینی علوم سے بے بہرہ ہو گئے ان کی مسجدیں وخانقاہیں ویران پڑی ہیں چاروں طرف دھواں دھار اعتراضات آریہ وعیسائی کر رہے ہیں۔ مگر کوئی خبر نہیں۔ اور خبر کہاں سے ہو۔ اسلام کی تردید سے فرصت ملے تو وہ دوسرے مذاہب کا مقابلہ کرنے پر آمادہ ہوں۔ اگر مسلمان علماء کی کل تصانیف جمع کی جائیں گی۔ تو فی صدی پانچ تو کسی اور قصوں کی نکلیں گی بچانوے اسلام اور مسلمانوں کی تردید اور تکفیر میں نکلیں گی۔

مرزا حیرت کے اس بیان کی تائید کرتے ہوئے سیرت محمد علی مونگیری کے مؤلف اس سے پہلے بھی ان کے کئے اقتباسات پیش کر چکے ہیں۔ مثلاً اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۰۱ پر لکھتے ہیں اور حق یہ ہے کہ ملّت اسلامیہ کی شیرازہ بندی کو منتشر کرنے۔ اس کی قوت کو کمزور کرنے اور دشمن کو اندر گھسنے کا موقع جتنا ان داخلی اختلافات نے دیا ہے اُتنا خارجی حملوں نے نہیں۔ مذہبی تفریق اور تعصب اس درجہ پہنچ گیا تھا کہ اس کی نظیر شاید ہندوستان کی تاریخ میں نہ اس سے پہلے صدیوں میں ملے گی۔ اور نہ اس کے بعد کے زمانہ میں۔ مناظروں تکفیر و تفسیق، دشنام طرازی وافترا پردازی سے آگے بڑھ کر بات مقدمہ بازی اور فوجداری تک جا پہنچی تھی۔ اور ایک دو نہیں خاصی تعداد میں ایسے مقدمے غیر مسلم حکام کے سامنے پیش ہونے

لگے جن پر غیر مسلموں کو ہنسنے کا موقع ملتا تھا اس کا نتیجہ یہ تھا کہ نہ صرف انگریزوں اور ہندوؤں کو بلکہ خود مسلمانوں کو اپنے دین اور ثقافت سے یک گونہ بدگمانی پیدا ہو رہی تھی. اُن کے سامنے ایک طرف انگریزوں کا اتحاد عیسائیوں کی ہم آہنگی اور سرگرمی تھی. دوسری طرف جماعتی تعصب کے یہ افسوس ناک مظاہر تھے جن کے تصور سے ایک مسلمان کا سر شرم سے جھک جاتا ہے. مرزا حیرت دہلی نے دو سگے بھائیوں کی لڑائی کا افسوسناک اور چشم دید واقعہ قلم بند کیا ہے. جس کو پڑھ کر مسلمانوں کی زبوں حالی کی تصویر نگاہوں کے سامنے آ جاتی ہے۔

''میں نے یہ خونی منظر اپنی آنکھ سے دیکھا ہے میں نے سگے بھائیوں کو لڑتے ہوئے خود ملاحظہ کیا ہے. میں نے یہ جگر کاشق کرنے والا ٹکڑا بڑے بھائی کی زبانی جب اس نے چھوٹے بھائی کا ہاتھ توڑ ڈالا ہے خود سنا ہے. افسوس ہم مسلمان ہی نہ پیدا ہوتے تو یہ دردناک حادثہ نہ ہوتا جب چھوٹا بھائی گرا ہے اور ایک ہولناک چیخ ماری ہے تو بڑے بھائی کا دل بھر آیا. اور خون برادری زور زور سے اس کی رگوں میں جوش مارنے لگا۔ ہاتھ سے لکڑی پھینک دی دوڑ کر اپنے بھائی سے لپٹ کر رونے لگا اور مذکورہ بالا فقرہ کہہ کر ان مولویوں کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہنے لگا جنھوں نے لڑوایا تھا اور. یہاں تک نوبت پہنچا دی تھی. اس جھگڑے میں صرف پنجابی تھے. (پنجاب کے آدمیوں سے مراد نہیں ہے بلکہ ان لوگوں سے مراد ہے جو دلی میں مشہور رہیں)''

انہی پنجابیوں کے متعلق مرزا حیرت نے لکھا ہے کہ:۔

''یہ وہ لوگ تھے جو یتیم خانوں اور تعلیم گاہوں کے قیام میں پیش پیش رہتے تھے اور ہر اجتماعی اور مفید منصوبہ میں بڑھ چڑھ کر مالی امداد دینے کے لئے تیار رہتے تھے، اور اسلام کے نام پر بڑے بڑے کام اور قربانی کے لئے سب سے آگے نظر آتے تھے۔''

لیکن ان لوگوں کی اس صلاحیت اور قوت کا جو میدان بدقسمتی سے علماء نے ان کے

لیے پسند کیا اس کا ذکر ابھی گزرا ہے. چنانچہ یہی قوم دیکھتے دیکھتے بہا ء سهم بينهم شديد کی زندہ تصویر بن گئی. اور مختلف صفات اور صلاحیتوں کے افراد جو ایک لڑی میں پیوست تھے باہم دست و گریبان اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے نظر آنے لگے. اور اان کو دین و مذہب اور شرافت و انسانیت کا بھی پاس نہ رہا مرزا حیرت دہلوی کے رسالہ (مقاصد ندوۃ العلماء) سے معلوم ہوتا ہے کہ دہلی میں کوٹلہ والی مسجد میں صرف آمین بالجہر پر جھگڑا اتنا بڑھا کہ دو الگ الگ پارٹیاں بن گئیں. ایک پارٹی چاہتی تھی کہ آمین۔ زور سے کہا جائے ایک چاہتی تھی کہ چپکے سے اس پر سخت لڑائی ہوئی. متعدد آدمی زخمی ہوئے پھر مقدمہ چلا اس پر ہزاروں روپیہ برباد ہوا اس کا نتیجہ یہ ہوا دو نو پارٹیوں میں ہمیشہ کے لیے نفرت و عدوات پیدا ہو گئی اور پھر آج تک ختم نہ ہوئی اسی طرح میرٹھ میں مقلدین و غیر مقلدین کی کشمکش اتنی بڑھ گئی کہ ہائیکورٹ تک مقدمہ پہنچا مرزا احیرت اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"چیف جسٹس نے جسٹس محمود کو (جب انھوں نے چیف جسٹس کے فیصلہ پہ نقطہ چینی کی) مقدمہ فیصلہ کرنے کا اختیار دیا مسٹر محمود نے جو کچھ فیصلہ کیا وہ ایسا سمویا ہوا تھا کہ اگر دونوں فریق اس پر رضامند ہو جاتے تو پھر آگے کوئی جھگڑا نہ ہوتا، مگر نہیں، نئے نئے مقدمے پیدا ہو گئے اور وہ نئی نئی شاخیں نکلیں کہ باہم گہری مخالفت کی بنیاد قائم ہو گئی جس کا سلسلہ ابھی تک ختم نہیں ہوا۔"

اس کے علاوہ وہ علی گڑھ کا مشہور مقدمہ زہر خورانی اس افسوسناک صورت حال کی ایک اور مثال ہے مولانا لطف اللہ صاحب کو زہر دیا گیا لیکن وہ تکلیفیں اٹھانے کے باوجود بچ گئے لاٹھیاں چلیں مقدمہ بازی ہوئی اور وہ سب کچھ ہوا جو مسلمانوں کا سر شرم سے جھکا دینے کے لیے کافی اور ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ کا ایک بدنما داغ ہے۔ بقول مرزا حیرت کے کہ:۔

اگر یہ تمام کیفیت مفصل طور پر لکھی جائے اور مستقل کتابی صورت میں اس ماتمی حالت کو لایا جائے تو یہ وہ تاریخ ہو جو صد ہا برس تک ہماری آئندہ مہذب نسلوں کو

خصوصاً اور غیر قوموں کو عموماً ہم پر اور موجودہ اسلام پر خندہ زنی کا موقع دے گی۔

(سیرت محمد علی موگیری صفحہ ۱۷، مؤلفہ سید محمد حسنی پاکستان میں عکسی ایڈیشن مجلس نشریات السلام کراچی)

حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ :۔ سقوط دہلی کے بعد اور، انگریزوں کے مکمل قبضہ کی وجہ سے جو صورتحال پیدا ہوئی۔ اس میں مسلم مفکرین کو اپنے ماٰ خذ کی طرف دوبارہ توجہ دینے کی ضرورت پیش آئی. یوں کہنے کو تو ہر مسلمان خواہ اس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو خواہ وہ اہلسنت کے حنفی. شافعی. مالکی. حنبلی. ظاہری. اہل حدیث یا اہل قرآن ہوں خواہ اہل سنت سے باہر کے زیدی شیعہ. جعفری اثناء عشری شیعہ. بوہری اسماعیلی شیعہ آغا خانی اسماعیلی شیعہ. دروزی، نصیری شیعہ. یا مہدوی شیعہ وغیرہ ہوں. سب یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم ہمارا سب سے پہلا اور سب سے اونچا ماٰ خذ اور فائنل اتھارٹی ہے. لیکن یہ بات بس تحریر اور قول کی حد تک ہے عملاً زندگی کے ہر شعبے اور ہر معاملے میں قرآن کریم کو معیار حق کوئی فرقہ بھی نہیں مانتا ہر ایک اپنے اپنے اکابر اور بزرگوں کی تحقیقات کو فائنل سمجھتا ہے. قرآن کریم کا اول تو ترجمہ کے ساتھ کوئی مطالعہ نہیں کرتا اگر کر لے تو اسے بھی اپنے اکابر کی تحقیقات کی روشنی میں دیکھتا ہے. یہ توفیق نہیں ہوتی کہ جہاں ضرورت ہو وہاں مختلف اکابر کی تحقیقات کا قرآن کریم کی روشنی میں تقابلی جائزہ لے کر آخری اتھارٹی قرآن کریم کو قرار دے نہ کہ اکابر کو، حقیقت یہ ہے کہ بغیر اس مزاج کو اپنائے مسلم نشاۃ ثانیہ کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا.

مصور پاکستان مفکر مشرق علامہ محمد اقبال اپنے خطبات تشکیل جدید الٰہیات اسلام کے الاجتہادی فی الاسلام والے خطبہ میں فرماتے ہیں.

"آج جو مسئلہ ترکوں کو درپیش ہے کل دوسرے بلاد اسلامیہ کو پیش آنے والا ہے اور اس لیے سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی قانون میں کیا فی الواقع مزید نشو نما اور ارتقاء کی گنجائش ہے؟ لیکن اس سوال کے جواب میں ہمیں بڑی زبردست کاوش اور محنت سے کام لینا پڑے گا. گو ذاتی طور پر مجھے یقین ہے. کہ اس کا جواب اثبات میں ہی دیا جا سکتا ہے. بشرطیکہ. ہم اس مسئلہ

میں وہی روح برقرار رکھیں جس کا اظہار کبھی حضرت عمرؓ کی ذات میں ہوا تھا وہ امت کے اولین دل و دماغ ہیں جو ہر معاملے میں آزادیٔ رائے اور تنقید سے کام لیتے تھے اور جن کی اخلاقی جرأت کا یہ عالم تھا کہ حضور رسالت مآب ﷺ کی حالت نزع میں یہاں تک کہہ دیا کہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی کتاب ہی کافی ہے۔" (تشکیل جدید الٰہیات اسلام ترجمہ سید نذیر نیازی صفحہ ۲۵۱)

مرزا حیرت بھی علامہ محمد اقبال کے ہم خیال ہیں. مرزا صاحب کو قرآن کریم اور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے بڑی دل چسپی تھی. اس لیے قرآن فہمی عام کرنے کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے صاحبزادوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اور ان کے کام کو آگے بڑھاتے ہوئے قرآن کریم کا اردو اور انگریزی ترجمہ. سیرت پر کئی کتب خصوصاً قرآن کریم کی روشنی میں مطالعہ سیرت پر کتابچہ. بخاری و مشکوٰۃ وغیرہ کے ترجمے شائع کئے. آیات بینات کے مصنف نواب محسن الملک. مولوی مہدی علی خان جو خاندانی طور پر شیعہ تھے. مگر جدید مطالعہ اور سرسیّد کے زیر اثر قرآن کریم کے قریب آئے. اور اپنا خاندانی مذہب چھوڑ کر قرآن کے دامن میں پناہ لی اور اسی کی روشنی میں آیات بینات لکھی. ان ہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مرزا حیرت نے بھی قرآن کریم کی روشنی میں کتاب شہادت لکھنا شروع کی تھی اپنی اس کتاب کی ابتدا ہی میں انھوں نے یہ بات بتادی ہے کہ ہمارا معیار اور نصب العین وہی نعرہ فاروقی حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰه (بخاری مسلم) ہے. جو حضرت عمر فاروق اعظم نے محمد الرسول اللہ کے آخر وقت میں بلند کیا تھا. اور جس کی تمام صحابہ اور خود محمد الرسول اللہ ﷺ نے عملاً تائید فرمائی تھی ورنہ اگر یہ نعرہ غلط ہوتا تو کوئی صحابی اٹھ کر اس کی تردید کر سکتا تھا. بلکہ اگر خود محمد الرسول اللہ اُسے درست نہ سمجھتے تو حضرت عمرؓ کو ڈانٹ دیتے. اور اس کی تردید کر دیتے۔ مرزا حیرت اپنے اس اصول کے متعلق کتاب شہادت کے پہلے مقدمہ کے شروع ہی میں تفصیل سے لکھتے ہوئے بتاتے ہیں۔

اے چاند و سورج اور کروڑ ہا ستاروں کو فضا میں ایک مرکز پر قائم رکھنے والے اللہ تیرے احسانات کو ہم کہاں تک گنوائیں تو نے روحانی اور جسمانی دونوں نعمتیں ہمیں بخشی ہیں۔

شکر نعمت ہائے تو چندانکہ نعمت ہائے تو

ان نعمتوں میں ایک نعمت بہت بڑی تو نے ہمیں اپنی کتاب دی جو متقیوں کی ہدایت کرتی ہے اور اس میں کسی طرح بھی شک کی گنجائش نہیں ہے۔ وہ کتاب فرقان حمید یعنی قرآن کریم ہے جسمیں یہ دعویٰ کیا گیا ہے۔ وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (سورہ بقرہ: ۲۳) "یعنی قرآن کریم جو ہم نے اپنے بندہ محمد رسول اللہ پر نازل کیا ہے اگر تمہیں اس میں ہمارے کلام ہونے میں شک ہے تو اسکی آزمائش کی سہل ترکیب یہ ہے کہ تم اس جیسی ایک ہی سورت بنا لاؤ جس کے ہر جملہ میں معرفت اور حکمت کے صد ہا راز پوشیدہ اور ظاہر ہیں مگر ایسا نہیں کر سکتے پھر کیوں اپنا راستہ جہنم میں کرتے ہو۔" غلط رواتیوں کی کتابوں کو چھوڑ دو جن میں سوائے فضول اور گمراہ کرنے والی کہانیوں کے کچھ بھی نہیں رکھا اور قرآن مجید کو مضبوطی سے دانتوں میں پکڑ لو جسکی نسبت خالق ارض و سما ہدایت کرتا ہے۔ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۔ (سورۃ الاعراف: ۱۷۱) اور پکڑو جو ہم نے دیا تمہیں (یعنی قرآن کریم) زور سے اور یاد کرتے رہو جو اس میں لکھا ہوا ہے شاید تمہیں ڈر ہو اور پھر تم محبوب کبریا اور اسکے راشدین صحابہ کو بُرا کہنے سے محفوظ رہو اور ان کی سچی بزرگی تمہارے دل پر پوری نقش ہو جائے۔ مسلمان ہو کر قرآن کریم کو پس پشت ڈالنے والے بدنصیب گروہ تو اِدھر اُدھر کی ناپاک کہانیوں کی کتابیں تو اچھی طرح دیکھتا ہے مگر قرآن کریم کو تو نے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے۔ دیکھ خدا تعالیٰ تیری نسبت کیا حکم کرتا ہے۔ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ (سورۃ بقرہ: ۱۰۱) کتاب پانے والوں میں سے ایک جماعت نے اللہ کی کتاب اپنے پس پشت ڈال دی گویا کہ انہیں معلوم نہیں قرآن مجید کا پڑھنا اسے یاد کرنا اور اس پر عمل

کرنا یہ سب تم نے بالائے طاق رکھدیا کیا اسی منہ سے تم سرخروئی حاصل کرنا چاہتے ہو اور تمہیں اپنی نجات کی امید ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَا تَتَّخِذُوٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا. اور اللہ کی کتاب کو ہنسی میں نہ اُڑاؤ اور اسے مذاق نہ ٹھہراؤ دیکھنا تمہارے لئے یہ کسی طرح بہتر نہیں ہے۔ کم بختو جانے دو اور دیرینہ خباثت کو دلوں سے نکال دو۔ اور وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا. (سورۃ آل عمران:۱۰۳) مضبوط پکڑو اللہ کی رسی سب ملکر اور پھوٹ مت ڈالو۔ پھر خداوند تعالیٰ ارشاد کرتا ہے۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا . فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا. اے لوگو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس سند پہنچ چکی ہے۔ اور ہم نے تم پر واضح روشنی اتاری سو جو یقین لائے اللہ پر اور اسکو مضبوط پکڑا تو ان کو داخل کرے گا اللہ رحمت میں اور فضل میں اور انہیں اپنی طرف سیدھی راہ سے پہنچائے گا۔ یہ دیکھ کے کلیجہ شق ہو جاتا ہے کہ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ کہنے سے تمہارے تن بدن میں مرچیں لگ جاتی ہیں اور تم جل بھن جاتے ہو اور پھر تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ ہم مسلمان ہیں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۝ خداوند تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ ، سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ. تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور بیان کرتی ہوئی کتاب آئی ہے جس سے اللہ راہ پر لاتا ہے اور جو کوئی سلامتی کے راستہ پر اسکی رضامندی کا طالب ہو کے چلتا ہے وہ اسے اپنے حکم سے تاریکی سے روشنی میں لاتا ہے اور انہیں سیدھی راہ چلاتا ہے مگر وہ گروہ جب اس سے یہ کہا جائے کہ ہمارے لئے کتاب اللہ بس ہے تو وہ ناک بھوں چڑھاتا ہے۔ بھلا کیونکر ہو سکتا ہے کہ اسے بے ایمانی کی تاریکی سے روشنی میں نکلنا نصیب ہو وہ ابدالآباد اسی تاریکی میں پڑا رہے گا۔ مجتہدوں کے خرافات اور نالائق باتوں کو جس گروہ نے

اپنا دستورُ العمل بنالیا اور قرآن مجید کو چھوڑ دیا ان کے راہ راست پر آنے کی کیونکر امید ہو سکتی ہے۔ اسکا فیصلہ اے رب کریم تو نے کیا صاف الفاظ میں فرمایا. وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ. (الانعام:۱۵۳) اور بیشک میری یہ راہ ہے سیدھی سو اس پر چلو اور مت چلو کئی راہیں، پھر یہ راہیں تمہیں اسکی راہ سے متفرق کر دینگی. یہ تمہیں خوب جتا دیا ہے. شاید تم بچتے رہو. خدائے تعالیٰ کی کتاب ترک کرنے سے بجائے خدا پرستی کے تعزیے پرستی، ضریح پرستی، دُلدل پرستی حسینؓ پرستی، علیؓ پرستی، میراں پرستی، سدو پرستی، قبر پرستی تم نے اختیار کر لی. بھلا متفرق راہوں سے منزل مقصود یعنی خداوند تعالیٰ کی مرضی کیونکر حاصل ہو سکتی ہے. تمہارے ساتھ جو کچھ رب العزت سلوک کرے گا. اس کا بیان خود اس نے اپنی کتاب میں فرما دیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے. سَنَجْزِی الَّذِیْنَ یَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰیٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا یَصْدِفُوْنَ. (سورۃ الانعام:۱۵۷)

جو ہماری آیتوں سے کترا کے چلے گئے ہیں. ہم انہیں بغیر سزا دیئے نہیں رہنے کے وہ سزا یا عذاب طرح دینے کا دیا جائیگا. اور بہت ہی بُری طرح کا عذاب ہوگا. وہ امام یا مجتہد یا قبلہ و کعبہ جنھوں نے خدا پرستی کی جگہ علیؓ پرستی اور حسینؓ پرستی وغیرہ دنیا میں قائم کی کیونکر. اس شدید عذاب سے بچ سکتے ہیں؟ انہیں تو ان کے اعمال کی خوب سزا مل رہی ہے۔ مگر اسوقت تمہارے لئے خداوند تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنے کا زمانہ ہے کاش تم سمجھو اور نصیحت حاصل کرو. وَاتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ. چلو اس پر جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے اور اسکے سوا ہرگز ہرگز ان اماموں کے پیچھے نہ چلو جو اپنی طرح تمہیں بھی جہنم کا وارث بنا دینگے. ان صریح باتوں پر تو بہت کم دھیان رکھتے ہو. تمہارے اماموں نے تمہیں بالکل کہیں کا نہیں رکھا وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور تمہیں بھی گمراہ کیا بس ان کی پیروی چھوڑ دو اور خدا کی روشن کتاب کو اپنی حقیقی نجات کی کنجی سمجھ کے اپنے اماموں اور مجتہدوں کی شاعرانہ تراش کو سنڈاس میں پھینک دو. تمہارے

اماموں اور مجتہدوں نے افترا کیا ہے. حضرت علیؓ جو مثل اور بندوں کے ایک عاجز بندے خدا کے تھے. کو فضیلت دے کر خدا کے ساتھ ملا دیا ہے اور ہر وقت انہیں خدا سے سرگوشی کرنے والا بیان کیا ہے. کہیں علیؓ کیوجہ سے حضرت آدم کو معتوب بنایا کہیں نوح وسلیمان، داؤد، یعقوب علیہم السلام کو خدا کا نہیں بلکہ حضرت علیؓ کا دست نگر بتایا ہے. کہیں خدا پر افتراء باندھا ہے کہ اس نے حضرت علی کو جتوانے کے لئے آسمان سے بہت سے فرشتے، حوریں اور جبریل کو بھیج دیا تھا. کہیں ذات باری کے نور سے حضرت علیؓ کے نور کو پیدا کیا ہے. کہیں علیؓ (☆) کو مثل خدا کے دائم اور حی و قائم بتایا ہے۔

☆ جن باتوں کا ہم نے یہاں اشارہ کیا ہے کہ کیا کیا باری تعالیٰ پر افتراء کئے گئے اس کا مفصل ذکر آگے چل کے معجزات وفضائل علی ابن ابی طالبؓ اور حسینؓ وغیرہ میں مع حوالہ کتب آئے گا۔

اسی طرح حضرت امام حسین کے معاملہ میں تم نے خدا پر افترا باندھا ہے. کہیں یہ لکھا ہے کہ خدا نے جبریل بھیج کے بی بی فاطمہؓ کی چکی پسوائی. غرض اس قسم کی افترا پردازیاں تمہارے اماموں اور مجتہدوں نے جو فیصلہ خداوندی کے مطابق جہنم کے سچے وارث ہیں خداوند تعالیٰ کی ذات پر کی ہیں. کہ کسی گمراہ سے گمراہ فرقہ نے بھی ایسے افترا اپنے خالق پر نہ باندھے ہونگے. تمہیں معلوم ہے کہ خداوند تعالیٰ نے تمہارے متعلق اپنی کتاب مبین میں کیا فیصلہ کیا ہے. چنانچہ وہ فرماتا ہے. فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ پھر اس سے ظالم کون ہے جو افتراء کرے اللہ پر یا جھٹلائے اسکے حکم کو وہ لوگ عذاب کا وہی حصہ پائیں گے جو کتاب میں یعنی قرآن مجید میں لکھا جاچکا ہے. وہ بدنصیب گروہ ہے جو. حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ کہنے والے کا جانی دشمن ہوگیا. اور ابتک اس والا شان قائل کی ذات اقدس واطہر میں بدزبانی کر کے اپنے مجتہدوں اور اماموں سے زیادہ اپنے کو جہنم کا وارث قرار دے رہا ہے. مگر خدا تعالیٰ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ کہنے والے کی بڑی کھلے الفاظ میں تائید کرتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے. وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ. جن لوگوں نے ہماری

کتاب سے تمسک کیا اور نماز قائم کی ہم ایسی نیکی کرنے والوں کا ثواب ضائع نہیں کرتے
اس سے زیادہ صریح الفاظ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰه کہنے والے کیلئے اور کیا ہو سکتے ہیں مگر جن
لوگوں نے حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰه کو جھٹلایا اور اس سے ناک بھوں چڑھائی ان کو اس صورت
سے عذاب دیا جائے گا۔ کہ وہ مطلق نہیں سمجھنے کے کہ یہ عذاب کیونکر اور کس طرح نازل ہو رہا
ہے۔ مثلاً خداوند تعالی نے اس گمراہ گروہ کی صورتیں مسخ کر دیں ہیں کہ اگر ایک شخص سو
آدمیوں میں کھڑا ہوا ہو تو علیحدہ پہچانا جاتا ہے۔ یہی عذاب ایسا ہے کہ انہیں اسکی مطلق خبر
نہیں. وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ. (الاعراف
:۱۸۲) اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہم انہیں ایسا سچ سچ پکڑینگے کہ انہیں ہماری
گرفت کی مطلق خبر نہیں ہونے کی۔ سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں اور جو ابھی تک اس حکم یا وعید
خداوندی سے غافل ہیں. وہ آئندہ اتنی بات ضرور سمجھ لیں گے کہ اللہ تعالی ہم سے خوش
نہیں ہے. تیرا فرمان اے رب العرش بالکل سچ ہے اور کوئی بات تو نے ہماری ہدایت کے
متعلق باقی نہیں چھوڑی کہ ہمیں علیؓ پرستی اور حسین پرستی کی اُس لئے ضرورت ہو تو خود فرماتا
ہے وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى
لِلْمُسْلِمِيْنَ اپنے محبوب سے خطاب فرماتا ہے. اور اتاری ہم نے تجھ پر کتاب بیان کرنے
والی ہر چیز کی اور ہدایت کی اور رحمت اور حکم برادروں کے لئے خوشخبری۔ جب لکل شئ کے
الفاظ صاف طور پر موجود ہیں پھر کیوں نہیں جھوٹی روایتوں کی کتابوں کو جلا دیا جاتا کیونکہ ان
کتابوں کے مصنفوں نے خدا پرستی کو بہت کچھ نقصان پہنچایا ہے جو کچھ انہوں نے اپنی قوم
کے لئے مسالہ جمع کیا ہے. وہ ایسا متعفن. غلیظ اور ناپاک ہے کہ اگر اسے پیش کر دیا جائے تو لوگ
تھو تھو کرنے لگیں اور حکومت کا قانون ضرور ان فحش باتوں پر باز پرس کرے. تزکیہ نفس اور
پاکیزگی کیلئے تو قرآن مجید بس ہے تمام مخلوق اور کائنات کا ذرہ ذرہ بآواز بلند یہ پکارتا ہے
حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰه بڑی ہے تیری شان اے رب کریم. تیرا اجلال تمام عالموں پر محیط ہو آمین.

کسی کی مصیبتیں بیان کرنے سے کبھی نجات نہیں مل سکتی. بدنصیب اور شور بخت

مجتہدوں نے یہ فتوی دے دیا ہے کہ کسی کی فرضی مصیبتوں پر رونا جنت کی کنجی ہے. قرآن مجید سے یہ لوگ ایسا بھاگتے ہیں جیسا لاحول سے شیطان کا فور ہوتا ہے. قرآن مجید کی وقعت اپنے مریدوں میں کم کرنے کے لئے وہ جھوٹی باتیں انہوں نے تراشی ہیں کہ دیکھ کے ایک خدا پرست شخص کے آنسو نکل آتے ہیں. جیسا کہ امام جعفر یا باقر والی اونٹ کی ہڈی ہے.(☆)

☆اس ہڈی والی روایت کا مفصل بیان اپنی جگہ آئے گا۔

کافی کلینی والے نے ان میں سے ایک شخص کی زبانی اپنے مرید کو یہ کہلوادیا تھا کہ تمہارے قرآن سے اس ہڈی پر تین حصے زیادہ عبارت لکھی ہوئی ہے. اور اس میں کل وہ باتیں ہیں جو بنی آدم کو قیامت تک پیش آنے والی ہیں جسکے معنے یہ ہیں کہ قرآن مجید اس ہڈی کی تحریر کے آگے ایک بے وقعت چیز ہے یہی لوگ ہیں کہ جب ان کے آگے خدا کا کلام پڑھا جاتا ہے تو پیٹھ موڑ کے چلتے ہوتے ہیں. اور انہیں اونٹ کی ہڈی کے مقابلہ میں سخت برا لگتا ہے.

وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا. وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا (الاسراء: ۴۵-۴۶)

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے آپ کے قرآن پڑھتے وقت ہم ان میں اور آپ میں ایک پردہ ڈال دیتے ہیں اور انکے دلوں پر اوٹ قائم کر دیتے ہیں تا کہ سمجھنے کی توفیق ہی نہ ہو اور ان کے کان ثقیل کر دیتے ہیں. پھر ان کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ادھر قرآن پڑھا گیا اور ادھر وہ بدک کے بھاگے جب حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ کہنے والے کے جانی دشمن ہیں پھر وہ کب گوارا کرینگے کہ ان کے آگے کتاب اللہ پڑھی جائے اور انہیں اسکے سننے کی برداشت ہو. قرآن مجید کا صریح معجزہ یہ ہے کہ اس سے روحانی شفا حاصل ہو، اور تمام باطنی امراض جاتے رہیں. مگر ان لوگوں کے جنہوں نے اپنے روحانی امراض کو محسوس کر لیا ہے اور اس بات پر ایمان لے آئے ہیں کہ خدا کا کلام ہمیں روحانی بیماریوں سے چنگا کر دیگا. مگر جنکا۔ایمان اس پر نہیں

ہے انہیں سوائے گمراہی کے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے. وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا. (الاسراء:۸۲) ایمان والوں کی رحمت ہے اور قرآن مجید روحانی امراض کا علاج ہے مگر ظالموں کو نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا. بلکہ ان کا روحانی نقصان ترقی کرتا رہتا ہے. جو کتاب آسمان سے حق کے ساتھ نازل کی گئی ہو اور ایک مبشر اور نذیر کی مبارک زبان سے عامہ خلائق کے آگے پڑھی گئی ہو اسکی نسبت یہ کہنا بلکہ اس پر ایمان رکھنا حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ کیا اعلیٰ درجہ کی ایمانداری اور روحانی برتری نہیں ہے وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا. (الاسراء:۱۰۵) اور ہم نے یہ قرآن سچ کے ساتھ اتارا اور اے محمد ابن عبد اللہ تجھے سچ کے ساتھ بشیر اور نذیر بنا کے بھیجا. ابدی محرومی میں پڑ جائیں وہ لوگ جو قرآن مجید کو جو حق کے ساتھ اتارا گیا ہے اپنا دستور العمل نہ بنائیں خداوند تعالیٰ اپنے دیدار کے شرف سے انہیں ہمیشہ محروم رکھے۔

مگر جس نیک اور روشن ضمیر گروہ نے حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ کو اپنا وظیفہ بنالیا ہے. جن میں سے لاکھوں آدمیوں نے اس آسمانی کتاب کے نقوش کو اپنے دل پر لکھ لیا ہے اور جو ہر وقت قرآن مجید ہی کی روشن آیتوں کا وردر کھتے ہیں. اور جو پاکباز گروہ رمضان المبارک کے مہینہ میں شب کو روزہ کھول کے اور نماز مغرب کے بعد نہایت خضوع وخشوع کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں قرآن مجید پڑھنے کھڑا ہو جاتا ہے اور ان میں رقیق القلب قرآن سنتے وقت روتے اور سجدے میں گر پڑتے ہیں وہی خداوند تعالیٰ کے پاک اور فرمانبردار بندے ہیں. خداوند تعالیٰ انہیں راستباز لوگوں کی نسبت فرماتا ہے۔ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْلَا تُؤْمِنُوْا اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا. وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا. (الاسراء:۱۰۷ تا ۱۰۹)

خداوند تعالیٰ اپنے حبیب کی زبان میں اس نافرمان مخلوق کے آگے جو حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہ کہنے سے جل جاتی ہے یہ فرماتا ہے. تم مانو یا نہ مانو مگر جنہیں علم معرفت ملا ہے ان کے آگے جب قرآن مجید پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں پاک ہے ہمارا رب اور بیشک ہمارے رب کا وعدہ شدنی ہے اور وہ زاری اور خلوص سے نہایت خشوع کے ساتھ اپنے رب کا جلال دیکھتے ہوئے پیشانیاں ٹھوڑیوں کے بل زمین پر ٹکا دیتے ہیں اور اپنے رب کے حضور میں حاضر ہو کے نہایت اخلاص. نہایت فروتنی اور انتہا درجہ عاجزی سے بفرط محبت وادب نجات کے حقیقی وارث ہیں. باقی کتاب اللہ کے نہ سننے والے اور حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہ پر منہ بنانیوالے مقہور بارگاہ صمدی ہیں.

وہ بدنصیب جو خداوند تعالیٰ کی آیتوں سے منہ پھیرتے ہیں دنیا میں بھی خسارہ سے رہیں گے اور آخرت میں اندھے گنے جائیں گے. انہیں سعادت دارین حاصل ہی نہیں ہونیکی. کتابِ خدا کے آگے قصے کہانیوں کو ترجیح دینا اور ہر وقت ان ہی کا ورد رکھنا اشرف المخلوقات کے لئے زہر ہلاہل ہے. پھر طرۃ یہ کہ ان واہی تباہی کتابوں سے خداوند تعالیٰ کا قرب ڈھونڈنا کیسی خیرہ چشمی اور سوءِ ادبی ہے. اے احسان فراموش ظالم انسان تزکیہ نفس اور ابدی نجات کے لئے قرآن مجید کے سوا اور کوئی کتاب تو پیش کرسکتا ہے. جس سے روحانی نجات کا راستہ ملے۔ نہیں ہرگز نہیں. تو یقین جان اگر تو نے خدا کو چھوڑ دیا تو نہ یہاں تیری فلاح ہوگی اور نہ تجھے وہ حقیقی بصارت دی جائے گی جس سے تو اپنے خالق کا جلال دیکھ سکے. تیرے خالق نے تیرے لئے اپنی پاک کتاب میں خود اسکا فیصلہ کردیا ہے چنانچہ فرماتا ہے

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْکاً وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی. قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰی وَقَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا. قَالَ کَذٰلِکَ اَتَتْکَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا وَ کَذٰلِکَ الْیَوْمَ تُنْسٰی. (طٰہٰ :۱۲۴ تا ۱۲۶) اور جس نے ہماری یاد سے منہ

پھیرا اس کو ہم تنگی کی گزران میں مبتلا کر دیتے ہیں اور قیامت کے دن ہم اسے نابینا اٹھائیں گے وہ بدنصیب فریاد کرے گا کہ اے میرے رب میں تو زندگی میں اندھا نہ تھا تو نے آج مجھے اندھا کیوں کردیا۔ بارگاہ خداوندی سے ارشاد ہوگا کہ تو نے ہماری آیتوں کو یعنی ہماری کتاب کو زندگی میں بھلا دیا تھا اُسکا بدلہ یہ ہے کہ اب ہم تیری طرف سے اپنی رحمت کی نظریں پھیر لیتے ہیں اور تجھے بھلا دیتے ہیں۔ اور اسی طرح ہمارا یہ ارشاد ہے وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى. (طٰہٰ:۱۲۷) کہ جو شخص حد سے تجاوز کر گیا اور اپنے رب کی کتاب اور اسکی روشن آیتوں پر ایمان نہ لایا تو اسے آخرت کا عذاب وہ چکھایا جائے گا جو انتہا درجہ سخت اور دیرپا ہے۔

تم آخر اپنے خالق کے ارشاد کو کہاں تک ٹالتے رہو گے اخیر ایک دن اس نازیبا حرکت سے تمہیں پچھتانا پڑے گا تمہارے ہی لئے تو یہ کتاب اتاری گئی اور تمہارے ہی لئے اسمیں ہدایت بھری ہوئی ہے جس کی شہادت خود یہ کتاب دے رہی ہے۔ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ. (الانبیاء:۱۰) ہم نے تمہاری طرف کتاب نازل کی ہے اور اس میں تمہارا ذکر ہے کیا تمہیں اتنی بھی عقل نہیں ہے۔ کہ تم اس بات کو سوچو کہ تمہارے خالق کی طرف سے تم پر کتنا بڑا احسان کیا گیا ہے مگر تم ایسے نادان ہو کہ اسے نہیں سمجھتے۔ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُعْرِضُوْنَ. بلکہ غضب یہ کرتے ہو کہ ایسے رحیم کریم حقیقی محسن کے ذکر سے اعراض کر جاتے ہو وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ. (الانبیاء:۵۰) اور یہ ایک برکت کی نصیحت ہے جو ہم نے اتاری۔ اے بدنصیبو کیا تم اسکو نہیں مانتے وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ یہ قرآن مجید کھلی کھلی اور صاف صاف نصیحتوں سے مملو ہم نے اتارا ہے اصل بات تو یہ ہے کہ اس کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی اللہ ہی جسکو چاہتا ہے توفیق دیتا ہے۔ اور عقل پیدا کر دیتا ہے۔ اپنی ڈھٹائی اور

ہٹ سے تم نے یہ روز بد اپنے لئے خود خرید لیا ہے کہ اپنے شریر النفس اماموں کی کتابوں پر گرویدہ ہو کے تم نے کلام خدا چھوڑ دیا. اسی لئے گمراہی کی تیرہ و تار گھٹا نے تمہیں چاروں طرف سے گھیر لیا تمہیں پھر بھلا کیونکر اسکی توفیق ہو سکتی ہے کہ تم اُس ان دیکھے اکیلے رب کی کتاب پر ایمان لاؤ اس پر عمل کرو اور خالص اسی کو اپنا دستور العمل بناؤ. اس ہولناک دن سے ڈرو جب فوج فوج اپنے خالق کے سامنے جمع کئے جاؤ گے اور اس وقت دریافت کیا جائے گا کیوں تم نے قرآن مجید پر عمل نہیں کیا. اور کیوں تم نے ہماری کتاب کی آیتوں کو جھٹلایا اُس وقت نہ میاں مجتہد کام دینگے اور نہ امام اور نہ کوئی قصہ نویس اور نہ خدا کے عاجز بندے علیؓ، حسنؓ، حسینؓ خالق ارض وسما فرماتا ہے. وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ. (النمل:۸۳) اور جس دن گھیر کے بلا ئینگے ہم ہر فرقہ میں سے ایک جماعت کو جو ہماری باتیں جھٹلاتی تھی.

حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوا قَالَ أَكَذَّبْتُم بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِم بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنطِقُونَ. (النمل:۸۴-۸۵) جب یہ سب لوگ حاضر ہو جائینگے تو دریافت کیا جائے گا کہ تم نے میری باتوں کو کیوں جھٹلایا کیا قرآن مجید کی کھلی کھلی نصیحتیں تمہاری سمجھ میں نہ آئی تھیں۔ بولو تم نے اپنی جانوں پر کیسا غضب ڈھایا سوائے تمہاری شرارت کے اور کیا سمجھا جا سکتا ہے اُس وقت یہ لوگ سرنگوں ہونگے اور حرف زدن کا یارا اُن میں نہ ہوگا. خجالت سے گردن نیچی کئے کھڑے رہیں گے. اور پھر دائمی محرومی کے گھر بھیج دیے جائیں گے.

ان انتظامی فیصلوں اور وعیدوں کے بعد خداوند ارض وسما نے اپنے حبیب کی زبانی آخر یہ کہلوا دیا. وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ. وَأَنْ أَتْلُوَ الْقُرْآنَ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَن ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنذِرِينَ. (النمل:۹۱-۹۲) مجھے

تو یہی حکم ہے کہ میں حکم برادر بنا رہوں اور تمہیں قرآن سنا دوں. قرآن سُن کے جس نے ہدایت پالی تو اپنا ہی کچھ بھلا کیا اور جو بیکار رہا تو خداوند تعالیٰ کی طرف سے ڈر سنانے والا ہوں. تم جانو تمہارا کام جو حکم مجھے ہوا تھا کہ خدا کا کلام تمہیں سنا دوں میں نے پورا کر دیا اب ایمان لانا نہ لانا تمہارا فعل ہے"۔ (کتاب شہادت کا پہلا مقدمہ صفحہ نمبر ۱۷ تا ۲۵)

تعارف کتاب شہادت:۔ مرزا حیرت کے اس اصول کا مطالعہ کرنے کے بعد مناسب ہے کہ ہم ان کی کتاب شھادت کی ہر جلد کے مندرجات کا مختصر تذکرہ کر دیں.

پہلا مقدمہ:

حمد و نعت اور اپنے اصول حَسْبُنَـا کِتَابُ اللّٰہ کو بیان کرنے کے بعد اس پہلے مقدمہ میں خلفائے راشدین. حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ حضرت عمر فاروق اعظمؓ، حضرت معاویہؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں ان کا جواب دیا گیا ہے.

دوسرا مقدمہ:

کتاب شہادت کے دوسرے مقدمہ میں تفصیل کے ساتھ بتایا ہے کہ حضرت علیؓ کی شیعہ امامت. قرآن کریم سے ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ جن آیتوں کا مطلب اپنی مصنوعی روایات کا ضمیمہ لگا کر توڑ مروڑ کر پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے ان کوششوں کی کیا حقیقت ہے آخر میں حضرت علیؓ کی شخصیت و سوانح کے متعلق اپنے نقطہ نظر کا خلاصہ ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

"ہم حضرت علیؓ کو جو کچھ سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ آپ ایک دیندار، راستباز مسلمان تھے اور مثل دیگر صحابہ کے حضور انور آپ پر بھی نظر التفات رکھتے تھے. آپ کا ظاہر و باطن ہمیشہ یکساں رہا اور آپ مثل دیگر حجازی عربوں کے نہایت بہادر اور دلیر تھے خوارج جو آپ کو کافر مطلق کہتے ہیں جھوٹے ہیں اسی طرح دوسرے گروہ کے لوگ جنہوں نے آپکو نبی سے ملا دیا ہے وہ بھی

دوروغ گو ہیں۔ رسول اللہ نے کبھی آپ کو امام نہیں بنایا نہ آپ نے اس بات کا دعویٰ کیا کہ مجھے رسول اللہ امام بنا گئے ہیں۔ یہ بھی خداوند تعالیٰ کی بہت بڑی حکمت تھی آپ امام نہیں بنائے گئے۔ کیونکہ آپ میں انتظامی قابلیت کی اس قدر کمی تھی کہ آپ کا کوئی مقرر کردہ گورنر آپکا مطیع ہو کے نہیں رہا۔ دوسری کمی یہ تھی کہ آپ نے اپنے نالائق رشتہ داروں کو بڑے بڑے اور ذمہ داری کے عہدے سونپ دیئے تھے۔ چونکہ انتظامی مادہ آپ میں بہت کم تھا آپ دوسرے کی قابلیت کا بھی موازنہ نہیں کر سکتے تھے۔ آپ کے مقرر کردہ گورنروں یا عاملوں کو آخور کی بھرتی کہنا بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ نہج البلاغت میں جو شیعی علماء بڑے فخر سے آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں حضرت علی کے رونے پیٹنے کی داستانیں بھری ہوئی ہیں کہ فلاں عامل بیت المال کا روپیہ اُڑا رہا ہے اور فلاں نے عیش اُڑانے کے لیئے سینکڑوں لڑکیاں محل میں بھر لی ہیں۔ اب تم اپنی حالت سنبھالو ورنہ جہاد کروں گا نہ کسی کی حالت درست ہوئی اور نہ آپ نے اپنے رشتہ داروں کو گورنریوں سے علیحدہ کیا۔ زاہد تھے عابد تھے۔ متقی تھے۔ سب کچھ تھے مگر جہانداری کا دماغ خدا تعالیٰ نے آپ کو نہیں بخشا تھا۔ آپ بالکل مجبور تھے اچھا دماغ کیونکر پیدا کر سکتے تھے۔ حضرت فاروق اعظمؓ تو ایک طرف، انتظامی قابلیت میں تو حضرت معاویہؓ سے بھی آپ کو کوئی نسبت نہ تھی۔ کیونکہ حضرت معاویہؓ کی جہانداری اور ملکی انتظام کی قابلیت کا ادنیٰ نمونہ یہ ہے کہ آپ کی کل رعایا آپ سے انتہا درجہ خوش تھی اور فوج تو آپ پر جان فدا کرتی تھی یہاں تک کہ خود حضرت علیؓ نے اس کی تعریف کی ہے اور یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر حضرت معاویہؓ اس بات پر راضی ہو جائیں کہ ایک سپاہی کے بدلہ مجھ سے کئی کئی سپاہی لے لیں تو میں اس تبادلہ پر بہت خوش ہوں گا۔ ہر مقام پر جو اُنھوں نے اپنے فوجی لوگوں کو بُرا بھلا کہا ہے۔ اس سے صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ خود اپنی ہی فوجوں کو اپنے قابو میں رکھنے کی قابلیت آپ میں نہ تھی۔ یہ ساری باتیں بطور مشاہدہ کے ہیں جن سے کوئی بھی انکار

نہیں کر سکتا. اس زمانہ میں سچی سچی باتیں کہنے والا بُرا لگتا ہے اور لوگ اپنے تعصب میں اندھا دھند جو چاہتے ہیں اُس کی نسبت کہہ گزرتے ہیں مگر عقلمند سمجھتے ہیں کہ یہی سچی باتیں عین اسلام ہیں اور فی الحقیقت کسی کی ناک بھوں چڑھانے سے اصل واقعات پر پردہ نہیں پڑ سکتا۔ ہمارے دل میں حضرت علیؓ کی اُتنی ہی محبت ہے جتنی ایک پاک اور صادق مسلمان کی ہو سکتی ہے ہم اُنھیں ایک راستباز مسلمان سمجھ کے اُن کی عزت کرتے ہیں مگر ساتھ ہی اُن کمزوریوں کو بھی تسلیم کرتے ہیں جو فطری طور پر ان میں ودیعت ہوئی تھیں. وہ شیر دل تھے. جان باز تھے. حضور انور رسول خدا کے فدائی تھے سب کچھ تھے مگر امامت اور خلافت کے لئے ان کا دماغ قدرت کی طرف سے موزوں نہیں بنایا گیا تھا. وہ اچھے مشیر بننے کی ایک حد تک قابلیت رکھتے تھے مگر حکومت کرنے کا مادّہ اُن میں پیدا ہی نہیں ہوا تھا. چنانچہ اسکا اقرار خود حضرت علیؓ نہج البلاغۃ میں کرتے ہیں کہ "بہ نسبت خلیفہ ہونے کے میں وزیر ہونا زیادہ پسند کرتا ہوں۔" مطلب یہ ہے کہ اپنی قابلیت کا احساس خود حضرت علیؓ کو بھی تھا. اور آپ چونکہ راست باز تھے اس لئے اپنی کسی کمزوری کو چھپاتے نہ تھے۔

ضمیمہ مقدمہ دوم یہاں ختم ہوتا ہے۔ جس تحقیق اور انصاف سے یہ مقدمہ لکھا گیا ہے پڑھنے والا بالاضطرار اسکی داد دے گا. کوئی بات ایسی تحریر نہیں کی گئی جس کی بنیاد کمزور ہو یا اُس کا کچھ جواب ہو سکے. ہاں یہ مجھے دعویٰ ہے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے بے کم و کاست سب سچا ہے اور تمام شیعی دنیا مل کے بھی کسی ایک بات کی معقول تردید نہیں کر سکتی. انشاءاللہ (کتاب شہادت کا دوسرا مقدمہ صفحہ نمبر ۲۲۲ تا ۲۲۳)

تیسرا مقدمہ:

کتاب شہادت کے تیسرے مقدمہ میں حضرت علیؓ کے متعلق اُن مبالغہ آمیز اوصاف کی تحقیق کی گئی. جو حضرت علیؓ کو تمام انبیاء سے بڑھ کر اور رسول اکرم ﷺ کے ہمسر قرار دینے کے لیے گھڑے گئے ہیں. اور جن کے ذریعے حضرت علیؓ کو تمام صحابہ حتیٰ کہ

صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ سے زیادہ افضل اور مستحق خلافت قرار دینے کی سعی لاحاصل کی جاتی ہے اسی تیسرے مقدمہ میں ایک جگہ صفحہ نمبر ۱۹۴ پر جمل و صفین کے متعلق لکھتے ہیں۔

خود حضرت علیؓ ہی نے اِن لڑائیوں سے ہمیشہ اپنی ندامت اور نارضامندی کا اظہار کیا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس بارے میں اُن کے پاس کوئی ایسی شرعی دلیل نہ تھی جو اُنکی رضامندی اور خوش دلی کا باعث ہوتی. خوارج سے جو جنگ علیؓ لڑے تھے اُس کی نسبت اپنی خوشنودی کا اظہار اُنہوں نے بارہا کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ علی کو یقین تھا کہ یہ جنگ اللہ اور رسول اللہ کی اطاعت اور اللہ کے مقرب بننے کا پورا باعث ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ خوارج سے جنگ کرنے میں نصوص نبویہ اور ادلہ شرعیہ ایسی ہیں جو اُسے واجب کرتی ہیں۔

یہ جو کچھ ہم لکھ رہے ہیں فریقین سُنی و شیعہ کے مسلمات میں سے ہے مگر ہماری تحقیق میں جمل اور صفین کی جنگیں ایک افسانہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں. ہم جو کچھ ان جنگوں کی بابت تسلیم کرتے ہیں اُسکا ذکر ایک مستقل باب میں آگے کریں گے. یہاں ہم اسقدر لکھنا چاہتے ہیں کہ اگر صفین اور جمل کی لڑائیوں کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر علی و معاویہ مشکل سے رہ سکیں گے اور اُن کی نسبت نصوص بنویہ اور ادلہ شرعیہ کا وہ فتویٰ دینا پڑے گا جسے نہ سنی قبول کریں گے اور نہ شیعہ ۔ نہ اُنہیں گوارا ہوگا کہ حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے روایتی احترام کو مٹا کے اُنہیں ان جنگوں کے بعد ان کی اصلی صورت میں دکھایا جائے۔ (کتاب شہادت کا تیسرا مقدمہ صفحہ نمبر ۱۹۴)

اس جملہ معترضہ کے بعد ہم پھر اپنے اصلی مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

مرزا حیرت اپنی تحقیقات کو بڑی خود اعتمادی سے پیش کرتے ہیں اسی تیسرے مقدمہ کے آخر میں اپنی محنتوں کے متعلق تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

”جس تحقیق اور انصاف سے یہ مقدمہ لکھا گیا ہے. اس کی تصدیق وہی لوگ کر سکتے ہیں. جنہیں صحیح رواتیوں کا پورا علم ہے اور جو درائیت اور تنقید کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں. اور جنہوں نے حضور انور کے احوال عربی تمدن. اور صحابہ کے آثار اور معاشرت میں غور کیا ہے. یقیناً اِس کا ایک ایک استدلال اٹل ہے اور تمام دنیا مل کے بھی اس کو نہیں توڑ سکتی. ہم

نے ابتداء میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ محض خیال آفرینی پر ہمارے استدلال اور تنقید واقعات کی بناء نہیں ہوگی. بلکہ ہر واقعہ کا ایسا بدیہی ثبوت دیا جائے گا کہ لوگ آنکھوں سے دیکھ لیں گے. الحمد اللہ کہ اس میں کامیابی ہوئی. کسی کی مجال یہ نہیں ہے کہ اسکے کسی استدلال کو ضعیف ثابت کر سکے. اسکا توڑنا تو کجا.! عالم اور پڑھے لکھے شیعہ دم بخود ہیں اور کچھ ہوں ہاں نہیں کرتے. سچی بات یہ ہے کہ وہ کر بھی نہیں سکتے تحفہ وغیرہ کا جیسا اُنہوں نے جواب دیا ہے مگر اِس کے خلاف قلم اُٹھانا محال ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے. اسکی بیّن دلیل یہ ہے کہ شیعی علمی دنیا بالکل سناٹے میں ہے اور وہ اسی طرح سناٹے میں رہے گی. بدیہی بات کا جواب ہی کیا ہوسکتا ہے. ہر بات آنکھوں سے دکھادی پھر بھلا اِسکی تکذیب ہوش مند کیونکر کرسکتا ہے میں اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر کرتا ہوں کہ اپنے اِس مشن میں مجھے پوری کامیابی ہوگئی مسلمانوں پر جدید تحقیق کا دروازہ کھل گیا انہیں سچے سچے واقعات معلوم ہوگئے اور جن باتوں پر پردہ پڑا ہوا تھا. وہ روز روشن کی طرح چمکنے لگیں. غرض اصلی اور سچے واقعات ہر کہ ومہ کو معلوم ہوگئے .اِس سے مسلمانوں میں ایک نئی روح پھونکی ہوئی معلوم ہوتی ہے. وہ زمانہ قریب آنے والا ہے کہ شیعہ سنی کا یہ جھگڑا تعلیم یافتہ جماعت میں بالکل مٹ جائے گا. ایک گروہ ایسا پیدا ہوگیا ہے جو سچی باتوں کی قدر کرنے لگا ہے اور یہ گروہ سنی شیعہ دونوں میں سے بنا ہے۔ پرانے تعصبات جو محض جہالت کی وجہ سے پیدا ہوگئے تھے دور ہونے لگے ہیں اگر حق پوچھئے تو شیعہ سنی دونوں کے لیے کتاب شہادت نے آب حیات کا کام کیا ہے. شروع شروع میں لوگ اس کے نام سے بیزار تھے مگر اب اُن کی یہ بیزاری خواب وخیال ہوگئی ہے اور بڑے شوق سے اُس کا مطالعہ کرتے اور اصلی واقعات کے کھلنے سے خوش ہوتے ہیں الحمد اللہ (کتاب شہادت تیسرا مقدمہ صفحہ ۲۱۶)

چوتھا مقدمہ:

کتاب شہادت کے چوتھے مقدمہ میں سنی شیعہ الٰہیات کے مسائل کا تقابلی مطالعہ قرآن کریم اور عقل عامہ (CommonSense) کی روشنی میں کیا گیا ہے اس مقدمہ کا ابتدائی نصف حصہ تاریخی سے زیادہ علم کلام کے فنی مباحث پر مشتمل ہے. دوسرے نصف حصہ میں اہل سنت پر کیئے گئے اعتراضات کا جواب ہے۔

کتاب شہادت کی پہلی جلد:

سابقہ چار مقدمات کے بعد جس میں سے ہر مقدمہ سینکڑوں صفحات پر مشتمل ایک ایک جلد کی صورت میں ہے یہ کتاب حضرت علیؓ کی سوانح کے متعلق ہے اس کے آخر میں اگلی جلد کا تذکرہ کرتے ہوئے مرزا حیرت لکھتے ہیں.

"یہ شیعی داستان نویسوں کی عنایت ہے کہ کہانیوں کا اتنا انبار ہو گیا۔ حضرت علیؓ کے واقعات زندگی کے بیان میں یہ پہلی جلد ختم ہوئی ہے. دوسری جلد اس کے بعد آپ دیکھیں گے اس جلد میں جنگ صفین کا پورا قصہ وضاحت سے بیان ہوگا. آپ کے سیاسی. اخلاقی اور انتظامی معاملات پر پوری روشنی ڈالی جائے گی. نہج البلاغہ اور ایک دیوان پر جس کی نسبت آپ سے دی جاتی ہے پوری بحث ہوگی. آپ کی شہادت کی من وعن ساری کیفیت بیان کی جائے گی آپ کی نصائح اور ضرب الامثال کی پوری حقیقت کھولی جائے گی. غرض یہ دوسری جلد زیادہ دلکش ہوگی انشاء اللہ. اس کے بعد اصلی حالات سارے بیان کر دیئے جائیں گے جن پر اب تک پردہ پڑا ہوا ہے اس پہلی جلد میں جہاں تک انکشاف حالات ہوا ہے یہ بھی اس صدی کا ایک معجزہ ہے کہ وہ حالات جن سے علماء بھی نا آشنا تھے عامہ خلائق کے سامنے آ گئے. دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی علیحدہ ہو گیا۔ (کتاب شہادت جلد پہلی صفحہ ۵۲۶ تا ۵۲۷)

وفات:

مرزا حیرت صاحب نے ساٹھ برس کی عمر پائی اور ۱۹۲۸ء کے اوائل میں وفات پا گئے چھ بچے اور ایک بچی یادگار چھوڑے. ناصر الملک بی اے ولی عہد چترال جو دہلی میں فوجی تعلیم کی غرض سے آئے ہوئے تھے بنفس نفیس اظہار ہمدردی کے لئے دفتر میں تشریف لائے اور اپنی دو رباعیاں پیش کیں۔

(۱)

حیرت بنوشت قصہٗ شاہِ شہید
حیرت نہ سپرد راہ جز راہِ شہید
مُردن بہ رہ علم شہادت باشد
گویم زحیرت ، حق آگاہ شہید

(۲)

چہ خوش گفت است دانائے کہ موت از زندگانی بہ
صفائی می دہد دل را . الم از شاد مانی بہ
خصوصاً حق شناساں را بہ مردن رغبتے باشد
کہ از رویائے بے اصلی' حیاتِ جاودانی بہ

ولی عہد چترال پرنس ناصر الملک کی ان دو رباعیات کے بعد حضرت امجد لاہوری کے چند قطعات بھی ملاحظہ ہوں۔

عالم کی ہے موت اِک عالم کی فنا
اور زندگی اس کی ہے اِک عالم کی بقا
گو موت کی دوا انہیں ہے امجدؔ
ہے علم مگر جہل کے عالم کی دوا

۲

اک شائق علم وزبان حیرت تھے
اور عالم خوش بیان حیرت تھے
تاریخ پہ تھا عبور ایسا امجدؔ
گویا کہ زبان داستان حیرت تھے

۳

دہلی کی زباں کے تھے وہ شیدا
تحریر سے ہے یہ رنگ ہویدا
لکھتے تھے کہ وہ سلیس اُردو امجدؔ
حیرت کے اس کمال پر ہر اک تھا شیدا

آخر میں مرزا حیرت کی ایک نظم پیش خدمت ہے جس سے انہوں نے ''ایک سچے عاشق زار مسلم کا قرآن کریم سے خطاب'' کے تحت اپنے تاثرات نظم کئے ہیں. تمہیدی سطور میں ہے لکھتے ہیں کہ اس نظم کا مقصد شاعری کا اظہار نہیں ہے بلکہ ایک سچے مسلم کی دلی وجد انگیز حالت کا اظہار کیا گیا ہے۔

عظمتِ قرآن کریم پر ایک عاشق صادق مسلم کا اظہار

(نتیجۂ افکار حضرت علامہ مرزا حیرت دہلوی)

اے قولِ پاک یزداں اے معجز نمایاں — اے نقش لوح محفوظ اے جان وروح انساں
ہر لفظ میں ہے تیرے اک شان کبریائی — ہر قول میں ہیں تیرے سو معجزے درخشاں
تیرا شرف ہے بالا وہم و خیال سے بھی — تیری ہے وہ بزرگی جس کا نہیں ہے امکاں
سر چشمہ ہدایت کہنا تجھے بجا ہے — اے اصل دین وایماں اے پُر جلال فرقاں
اسرار وہ ہزاروں تجھ میں چھپے ہوئے ہیں — کُہنہ کی جن کی اب تک پہنچا نہیں ہے انساں

دل سے فدا ہیں تجھ پر دین خدا کے پیرو
ہے تو ہی فخر اُن کا ہیں تجھ پہ ہی وہ نازاں

طرز بیاں نے تیری رام اُن کو کر لیا ہے
ناطق ہے اور حجت اُن پر ترا ہی فرماں

پتہ ہے کس کا اِتنا کھولے زباں جو تجھ پر
زہرہ یہ کس نے پایا جو دو بدو ہو آ کر

جائے نزول تیری مکّہ ہے اور مدینہ
تیرا پیارا مولد بیت خدا ہے پہلا

کرتا ہے فخر تجھ پر تنہا نہ اک عرب ہی
نازاں نہیں ہے تجھ پر صرف ایک خاک بطحا

اب ہندو چین و ماچیں کرتے ہیں ناز تجھ پر
ہے شام و روم تجھ پر پھولا نہیں سماتا

تیرا ہے فیض جاری مشرق ہی میں نہ تنہا
مغرب میں گونجتی ہیں تیری صدائیں ہر جا

جتنا کہ تو ہے مشکل آسان بھی ہے ایسا
فاضل جہاں ہے ششدر، اُمّی وہاں ہے گویا

عقبیٰ کا صاف رستہ ہم کو بتا دیا ہے
سچ پوچھئے تو یہ ہے تجھ سے خدا کو پایا

تیرہ صدی ہوئی ہیں دنیا میں تجھ کو آئے
تیرا جلال اب بھی ہے روز شب چمکتا

ہو گی نجات اُن کو دنیا کے کب خطر سے
ہیں بدنصیب وہ ہی بھٹکیں جو تیرے در سے

برحق ہے تیرا دعویٰ سچی ہے تیری حجت
لونڈی ہے تیری گھر کی ادنیٰ سی اک فصاحت

سب جن وانس مل کے دل سے اگر یہ چاہیں
لائیں بنا کے کوئی تیری سی ایک سورت

ممکن نہیں ہے ممکن ہرگز نہیں ہے ممکن
ہو نا نہیں کبھی یہ ہو جائے گر قیامت

مُردوں کو ہاں جلانا آسان ہے بلاشک
مع جسم آسماں پر جانے میں ہے نہ حجت

ناممکنات عالم ممکن ہے اور آساں
لیکن نہ بن سکے گی تیری سی ایک سورت

تو ہے کلام باری کافی ہے بس یہ کہنا
پھر کیونکہ چل سکے گی آگے ترے طلاقت

دنیا کے کل مسلماں رکھتے ہیں دل میں تجھ کو
اور جانتے ہیں اپنی اس میں ہی بس سعادت

جو ہیں ہٹ کے پھوٹے اور عقل کے ہیں دشمن
ان پر تیرے دلائل اب تک نہیں مُبرہن

ہے فخر قاصدی کا روح الامیں کو تیری
کرتے ہیں خود محمد تیری بڑی بزرگی

حاصل شرف ہوا ہے کل انبیاء کو تجھ سے
عصمت کی ان کی تو نے دی آن کر گواہی

ادنیٰ گدا ہیں در کے تیرے بہت سلاطیں
عظمت ہے تیری غالب، ہے رعب تیرا ساری

اندھے کا تو دیا ہے لنگڑے کا تو عصا ہے
حامی یتیم کا ہے اور رانڈ کا ہے والی

میداں میں جنگجو کا تو ہے سے دل بڑھاتا
ہے ہاتھ میں تیرے ہی بالکل ظفر کی کنجی

دنیا کے سرکشوں نے مانا ترا ہے لوہا مغرب کے آج دل پر پوری ہے دھاک بیٹھی
مظلوم کی حمایت کی ہے مدام تو نے تو رحم کا ہے مصدر انصاف کا ہے حامی
کیا جان ہے کسی کی تیری طرف جو دیکھے حافظ ترا ہے باری اور اُسکے کل فرشے

(مرزا حیرت کے سوانحی حالات کے لیے ہمارے پیش نظر ان کی بہوامین خاتون بیگم عثمانیہ مرزا عثمان غنی صاحب محل تیامیاں بھوپال کی شائع کردہ کتاب ''دنیا کا آخری پیغمبر'' مؤلفہ مرزا حیرت کا دوسرا ایڈیشن ہے. جس میں اخبار ذرّہ عمر طمورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۲۸ء کے حوالے سے یہ معلومات دی گئی ہیں. مرزا حیرت کی نظم بھی اسی کتابچہ سے لی گئی ہے.)

تبصرہ:۔ نواب محسن الملک اور مرزا حیرت دونوں ہم عصر تھے، ان سے ذرا پہلے اسلام اور تاریخ اسلام پر لکھنے والی ایک اور مشہور شخصیت مولوی چراغ علی (نواب اعظم یار جنگ) کی تھی. ان میں سے نواب محسن الملک اور مولوی چراغ علی تو خاندانی شیعہ تھے، سرسید کے گہرے دوست اور معتقد تھے. مرزا حیرت کا غالباً ننھیال شیعہ تھا، تربیت شیعہ ماحول کے زیر اثر پائی. مگر ان تینوں حضرات کا تحقیقی ذوق اپنے خاندانی مذہب پر قانع نہ رہ سکا. ان میں سے نواب محسن الملک کی کتاب ''آیات بینات'' (تین حصے) ہر جگہ مشہور ہیں. اس کا فارسی اور عربی خلاصہ بھی ہو چکا ہے. مولوی چراغ علی اور مرزا حیرت کی کتابوں نے اتنی شہرت نہیں پائی. اگرچہ ان کی محنتیں بھی رائیگاں نہیں گئیں اور ان کے اثرات کسی نہ کسی حد تک موجود ہیں مرزا حیرت کی کتاب ''کتاب شہادت''. کے اثرات تقسیم برصغیر کے بعد شائع ہونے والی محمود احمد عباسی کی کتاب (خلافت معاویہؓ و یزید) تک میں پائے جاتے ہیں. مولوی چراغ علی (نواب اعظم یار جنگ) کی سب سے اہم انگریزی کتاب کا ترجمہ بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے ''اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام'' کے نام سے دو حصوں میں کیا ہے اور اس کے شروع میں مؤلف کے حالات بھی پیش کیے ہیں۔ مسلم برصغیر کی تمدنی تاریخ کے مؤلف شیخ

محمد اکرم (سی ایس پی) نے ''موج کوثر'' میں اس کی بڑی تعریف کی۔ بہرحال ان حضرات نے اپنی استطاعت کے مطابق مروجہ مذہب اور مروجہ تاریخ کا قرآن کریم کی روشنی میں جب مطالعہ شروع کیا، تو انہیں بہت سے مسائل و معاملات اور بعض مشہور واقعات وحادثات، حقیقت کے خلاف نظر آئے۔ اب تک تو یہ ہوتا تھا کہ لوگ بجائے قرآن کریم کی روشنی میں روایات کو دیکھنے کے، روایات کی روشنی میں قرآن کریم کا مطالعہ کرتے تھے، حتیٰ کہ بعض لوگ تو اپنی فرقہ پرستانہ روایت کے تحت قرآنی بیانات ہی کا انکار کر دیتے تھے۔ (نعوذ باللہ من ذلک) مثلاً

۱۔ قرآن کریم نے رسول اللہ کی ایک سے زیادہ حقیقی بیٹیوں کی صراحت کی ہے (وَبَنَاتِکَ ۳۳/۵۹) مگر بعض لوگ یہ کہنے کی جرأت کرتے ہیں کہ رسول اللہ کی حقیقی بیٹی صرف ایک حضرت فاطمہ تھیں۔ باقی تین بیٹیاں حقیقی نہیں سوتیلی تھیں۔ حالانکہ یہ بات خود ان لوگوں کی سب سے مستند کتاب ''اصول کافی'' کی روایات کے بھی خلاف ہے اور قرآن کریم کے ارشاد کے بھی خلاف ہے کیوں کہ سوتیلی بیٹی کے لئے قرآن کریم میں (رَبَائِبُ ۴/۲۳) کا لفظ آ رہا ہے۔ جب کہ رسول اللہ کی بیٹیوں کیلئے قرآن کریم نے یہ لفظ استعمال نہیں کیا۔ بلکہ بَنَاتٌ کا لفظ استعمال کیا ہے جو حقیقی بیٹیوں کے لئے آتا ہے، اور اُسے بھی جمع کے صیغے کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ کی سوتیلی نہیں بلکہ حقیقی بیٹیاں تھیں اور تعداد میں کئی تھیں، ایک نہیں تھی۔ اس قرآن کریم کی صراحت کے ساتھ سنی شیعہ خارجی تمام فرقوں کی متفقہ روایات میں بھی قرآن کریم کے اس ارشاد کے عین مطابق رسول اللہ کی چار حقیقی بیٹیوں کا ذکر ہے مگر فرقہ پرستانہ مزاج کے تحت متواتر روایات حتیٰ کہ قرآن کریم کی صریح بات کا بھی انکار کر دیا گیا۔

مثال نمبر2 قرآن کریم نے کئی جگہ حضرت ابراہیم کے والد آذر کا تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً (وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِیْمُ لِاَبِیْهِ آذَرَ ۶/۵) اور ہر جگہ انہیں ابراہیمؑ کا باپ کہا ہے۔ مگر بعض

روایات پرست حضرات کہتے ہیں کہ آذر والد نہیں تھے چچا تھے کیونکہ بقول اُن کے بعض روایات میں ان کے والد کا نام تارح آیا ہے اور ویسے بھی ایک پیغمبر کے والد کا مشرک ہونا اچھا نہیں معلوم ہوتا، اس خواہش کی خاطر یہ لوگ تیسرے درجہ کی مشکوک روایات کو تو اہمیت دیتے ہیں اور قرآن کریم کی صراحت کو نظر انداز کر دیتے ہیں، حالانکہ انہیں معلوم ہے کہ چچا کے لئے خود قرآن کریم نے بھی وہی مشہور لفظ (عـمّ) کا استعمال کیا گیا ہے. جو عربی میں رائج تھا. اگر آذر حضرت ابراہیم کے چچا (عَمہٗ) ہوتے تو قرآن کریم کے کسی ایک جگہ تو آذر کے لئے یہ لفظ استعمال کیا ہوتا کہ (وَاِذْ قَالَ اِبْرَاھِیْمُ لِعَمِہٖ آذر) لیکن قرآن کریم نے کسی ایک جگہ بھی آذر کو چچا نہیں کہا بلکہ لابیہ ابراہیمؑ کا باپ کہا ہے. جس بات کو ایک جگہ نہیں کئی جگہ قرآن کریم نے ارشاد فرمائے. اس کے باوجود کوئی شخص نہ مانے تو نرم سے نرم الفاظ میں بھی اسے کیا کہیں؟

یہ دو مثالیں سمجھنے سمجھانے کیلئے کافی ہیں ورنہ اس قسم کی دسیوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں کہ قرآن کچھ فرما رہا ہے اور فرقہ پرست، روایت پرست اور اکابر پرست حضرات کچھ کہہ رہے ہیں. مزید حیرت یہ ہے کہ اس قسم کی روایت پرستانہ یا فرقہ پرستانہ رویہ پر کوئی تعجب کا اظہار بھی نہیں کرتا، البتہ بعض ایسے تاریخی معاملات کی تحقیق کر کے ان کا انکار کیا جائے. جن سے قرآن کریم پر کوئی حرف نہیں آتا. نہ ان کے متعلق معاصر تاریخیں پائی جاتی ہیں. کہ انہیں اصولِ تاریخ کے خلاف قرار دیا جائے تو لوگ ایسی تحقیق کو بڑی تعجب کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں. حالانکہ ہونا اس کے برعکس چاہیئے تھا. مگر قرآن کریم کے معاملہ میں حساس نہ ہونے کی وجہ سے صورت حال یہاں تک پہنچ چکی ہے اور اپنی اس کوتاہی کا احساس بھی نہیں ہے۔

وائے ناکامی! متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

غور فرمایئے! اگر کوئی مورخ و محقق رسول اللہ کے چچا حضرت عباس اور حضرت علی کے درمیان جائیداد کی وجہ سے لڑائی ہونے اور ایک دوسرے کو گالی دینے کے واقعہ کا انکار کرے (جو بخاری و مسلم میں موجود ہے) یا حضرت حسنؓ کے خلافتِ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ قبول کرنے کے موقعہ پر حضرت حسنؓ اور حسینؓ آپ کی آپس کی لڑائی ہونے کا انکار کرے یا جنگ جمل و صفین وغیرہ کا انکار کرتا ہے تو اس سے قرآن کریم کی کیا خلاف ورزی ہوتی ہے؟ زبانی روایات کے علاوہ اس زمانہ کی کون سی مستند معاصر تاریخ پائی جاتی ہے جس کی خلاف ورزی ہوتی ہو؟ نہ یہ متفقہ متواتر واقعات ہیں جن کو ماننا لازمی ہو. شروع زمانہ سے اب تک بہت سے اہل علم بلکہ پوری پوری جماعتیں ان کی منکر رہی ہیں. مثلاً جمل و صفین کے متعلق۔

ا. علامہ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری اپنی کتاب ''التلخیص الجبیر'' میں لکھتے ہیں.
قد مکی عیاض عن ھشام و عباد انھما انکرا وقعۃ الجمل اصلاً ورائسا (یعنی قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ ہشام اور عباد نے واقعہ جمل کا سرے سے انکار کیا ہے.

۲. علم کلام کی مشہور کتاب شرح مواقف (مقصدِ سابع) میں ہے کہ اما الفتن و الحروب الواقعۃ بین الصحابۃ فالھشامیۃ انکروا وقوعھا یعنی صحابہ کرام کے درمیان جو فتنے اور جنگیں ہوئیں، معتزلہ کے فرقہ ہشامیہ نے ان کے وقوع کا سرے سے انکار کیا. یہ تو دوسری اور تیسری صدی ہجری کے دانشوروں اور اہل علم کا ذکر ہے.

متاخرین میں سرسید کے دست راست مولوی چراغ علی (نواب اعظم یار جنگ) نے اپنی کتاب تعلیقات میں جو پادری عمادالدین کی کتاب تواریخ محمدی کے جواب میں لکھی تھی اور جس کا ایک حصہ سیرت نبوی پر انگریزی میں ''محمد دی ٹرو پرافٹ'' کے نام سے شائع ہوا تھا. ان تمام واقعات کا انکار کیا ہے. (حضرت ماریہ قبطیہؓ کے ہاں رسول اللہ کے ابراہیم نامی صاحبزادے کی ولادت سے متعلق روایات کو بھی انہوں نے غلط قرار دیا ہے). ان

کے بعد مرزا حیرت نے کتاب شہادت لکھنی شروع کی. بعد میں خواجہ عباد اللہ اختر نے بھی اپنی کتاب خلافتِ اسلامیہ (مطبوعہ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور) میں اسی قسم کے خیالات ظاہر کیئے ہیں. اپنے بعض دوسرے مضامین میں خواجہ صاحب نے اویس قرنی اور سلمان فارسی کے متعلق لکھا ہے کہ ان دونوں حضرات کا وجود صوفی اور عجمی حضرات کے نہاں خانہ تخیل کی پیداوار ہے. ورنہ ان دونوں کا حقیقی وجود نہیں تھا. ان مؤرخین ومؤلفین کے علاوہ اہل قرآن حضرات کا نقطہ نظر بھی یہی ہے کہ جنگ جمل وصفین کا کوئی وجود نہیں. ان کے ماہانہ رسالہ بلاغ القرآن کا تحفظ ناموسِ صحابہ نمبر ملاحظہ ہو. (N-110 سمن آباد لاہور.)

شیعہ نقطہ نظر:۔ رہا معاملہ حضرت حسینؓ کی شہادت کا تو اس کے متعلق ایک نقطہ نظر تو شیعہ حضرات کا ہے جن کے نزدیک حضرت حسینؓ کا قاتل بظاہر اس وقت کا خلیفہ یزید اور اس کا کوفہ کا گورنر ابن زیاد تھے لیکن تفصیل سے دیکھئے تو ان کے نزدیک اصل قاتل سُنی اور ان کے وہ بزرگ صحابہ ہیں جنہوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی. اور کسی صحابی نے بھی حضرت حسینؓ کا ساتھ نہیں دیا تھا بلکہ گہرائی سے دیکھئے تو ان کے نزدیک حسینؓ کے قتل کی بنیاد اسی دن رکھ دی گئی تھی جس دن بقول ان کے علی کا حق غصب کر کے حضرت ابوبکرؓ نے خلافت پر قبضہ کر لیا تھا. پھر عمرؓ اور عثمانؓ نے یہ قبضہ جاری رکھا. بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ معاویہؓ و یزید خلیفہ ہو گئے اور قتل حسین کا حادثہ پیش آیا. شیعوں کے ہاں ایک شعر بہت مشہور ہے جس کا ایک مصرعہ یہ ہے۔

کہ کشتہ شد حسین اندر سقیفہ

یعنی جب حسین تو دراصل اسی وقت قتل کر دیئے گئے جب سقیفہ میں حضرت ابوبکرؓ کو صحابہ کی اکثریت نے خلیفہ منتخب کر لیا تھا. (نہ ابوبکر خلیفہ منتخب ہوتے نہ معاویہ کو خلیفہ بننے کا موقعہ ملتا نہ ان کا بیٹا یزید خلیفہ ہوتا نہ حسین قتل ہوتے) اس سب کچھ کے باوجود ہوش مند شیعہ مؤرخین کو بھی بادل نخواستہ سہی یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ شہادت حسینؓ کی روایت ایسی عجیب و

غریب اور متضاد ہیں کہ دنیا کے سامنے انہیں ثابت کرنا بڑا مشکل کام ہے. حضرت حسینؓ پر لکھنے والے موجودہ دور کے سب سے بڑے شیعہ مؤرخ شاکر حسین امروہوی اپنی کتاب ''مجاہد اعظم'' میں اس حقیقت کے اعتراف پر مجبور ہیں کہ کربلا کے حوالہ سے بے تحاشا جھوٹ گھڑا گیا وہ لکھتے ہیں:

''صدہا باتیں طبع زاد تراشی گئیں. واقعات کی تدوین عرصہ دراز کے بعد ہوئی. رفتہ رفتہ اختلافات کی اس قدر کثرت ہوگئی کہ سچ کو جھوٹ سے اور جھوٹ کو سچ سے علیحدہ کرنا مشکل ہوگیا. ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازدی، کربلا میں خود موجود نہ تھے اس لئے یہ سب واقعات انہوں نے بھی سماعی (دوسروں سے سن کر) لکھے ہیں لہٰذا مقتل ابو مخنف پر بھی پورا وثوق نہیں۔ پھر لطف یہ کہ مقتل ابو مخنف کے متعدد نسخے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف البیان ہیں اور ان سے صاف پایا جاتا ہے کہ خود ابو مخنف واقعات کے جامع نہیں بلکہ کسی اور ہی شخص نے ان کے بیان کردہ سماعی واقعات کو قلمبند کر دیا ہے''

''مختصر یہ کہ شہادت امام حسینؓ کے متعلق تمام واقعات ابتدا سے انتہا تک اس قدر اختلافات سے پُر ہیں کہ اگر ان کو فرداً فرداً بیان کیا جائے تو کوئی ضخیم دفتر فراہم ہو جائیں. اکثر واقعات مثلاً اہلبیت پر تین شبانہ روز پانی کا بند رہنا، فوجِ مخالف کا لاکھوں کی تعداد میں ہونا، شمر کا سینہ مطہر پر بیٹھ کر سر جدا کرنا، آپ کی لاش مقدس سے کپڑوں تک کا اتار لینا، نعش مطہر کا لکدکوب سم اسپاں کیا جانا، سَرَادِقات اہلبیت کی غارت گری، نبی زادیوں کی چادریں تک چھین لینا وغیرہ وغیرہ نہایت مشہور اور زبان زد خاص وعام ہیں، حالانکہ ان میں بعض سرے سے غلط، بعض مشکوک، بعض ضعیف، بعض مبالغہ آمیز اور بعض من گھڑت ہیں. (مجاہد اعظم مؤلفہ شاکر حسین امروہوی ۱۷۸).

کربلائی قصوں کے قدیم ترین راوی ابو مخنف لوط ہیں جو حادثہ کربلا کے کافی عرصہ بعد پیدا ہوئے یعنی ۱۵۷ھ یا ۱۷۰ھ میں یعنی شہادت حسینؓ کے کم از کم سو سال بعد

وفات پائی۔ ان کے متعلق تمام ائمہ حدیث متفق اللفظ ہیں کہ یہ کذاب (بہت جھوٹے) اور شیعی محترق یعنی کٹر شیعہ تھے۔ ان کے بہت عرصہ بعد مشہور مورخ ابن جریر طبری، جن کی وفات ۳۱۰ھ میں ہوئی۔ نے کربلا کے واقعات انہیں ابو مخنف کی روایت سے قال ابو مخنف کہہ کہہ کر درج کئے ہیں پھر لطف یہ کہ ان ابو مخنف کے نام سے بھی مختلف روایتیں موجود ہیں جو بقول شاکر حسین امروہی صاحب "ایک دوسرے سے مختلف البیان ہیں اور ان سے صاف پایا جاتا ہے کہ خود ابو مخنف واقعات کے جامع نہیں بلکہ کسی اور ہی شخص نے ان کے بیان کردہ سماعی (سنے سنائے) واقعات کو قلم بند کر دیا ہے" (مجاہد اعظم صفحہ نمبر ۱۷۸)

اس الجھی ہوئی اور پیچ در پیچ صورت حال میں حقیقت تک پہنچنا جس قدر مشکل کام ہے اسے اہل نظر ہی سمجھ سکتے ہیں۔

دوسرا نقطہ نظر:۔ شیعہ نقطہ نظر کے بالکل برعکس ان اہل علم اور دانشور حضرات کا نقطہ نظر ہے جو حضرت حسینؓ کی کربلا میں شہادت کے قائل ہی نہیں ہیں موجودہ دور میں ان کے سب سے نمایاں ترجمان مرزا حیرت دہلوی اور ڈاکٹر شبیر احمد ☆ (۱) فلوریڈا (امریکہ) میں ہیں۔

☆ڈاکٹر صاحب کی ایک کتاب برگ حشیش ہے۔ جس میں قادیانی حضرات کا تنقیدی مطالعہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا دیباچہ روزنامہ نوائے وقت لاہور کے ایڈیٹر جناب مجید نظامی کی قلم سے ہے۔ اسی کتاب کے شروع میں ڈاکٹر صاحب کی کئی اور کتابوں کا تذکرہ ہے۔ جس سے چند کے نام یہ ہیں ۱۔ میں کرسچن کیوں نہیں ہوں۔ (اسلام میری نظر میں) ۲۔ نبی کامل ﷺ ۳۔ انتخاب احادیث رسول (جو قرآن کریم کے مطابق ہیں۔) ۴۔ ہندو رام راج کے خواب۔ ۵۔ اسلام فاردی جونیئر۔ ۶۔ کرسٹی سے آمنہ تک۔ ۷۔ مسیح و مہدی کب آ رہے ہیں؟ (رجال کی حقیقت) ۸۔ کربلا کی حقیقت۔ ۹۔ اسلام کے مجرم۔ ۱۰۔ اکیسویں صدی کس کی ہے؟ ۱۱۔ ہمارے قائد اعظم (سوانح عمری) (ڈاکٹر صاحب کا امریکہ کا پتہ ہم نے اسی کتاب سے نوٹ کیا ہے) ۱۲۔ خراج عقیدت حضور سرور کائنات ﷺ کا ریڈیل کے لیکچرار کا ترجمہ) اس کتاب کے آخر میں ڈاکٹر جاوید اقبال (علامہ اقبال کے صاحب زادے) کا یہ ارشاد درج ہے۔

"حالیہ برسوں میں ڈاکٹر شبیر احمد عالم اسلام کے روشن خیال سکالر کی حیثیت سے سامنے آئے ہیں۔ بہت سے صاحبان نظر، انہیں اردو زبان کا بہترین ادیب و مصنف قرار دے رہے ہیں۔ میری

رائے میں وہ عصر حاضر میں علامہ اقبال کے بہترین ترجمان ہیں. آپ ڈاکٹر شبیر احمد کی کوئی اردو یا انگریزی کتاب پڑھنے کے بعد ان خیالات سے غالباً متفق ہوں گے (ڈاکٹر جاوید اقبال)"
اسی صفحے پر ڈاکٹر شفیق الرحمٰن ہلال امتیاز کے تاثرات ان الفاظ میں درج ہیں. "ڈاکٹر شبیر احمد اپنی پر لطف اور شگفتہ تحریروں میں تاریخ اور سماجیات کے گہرے مطالعہ کو بہت خوبصورتی سے کام میں لاتے ہیں. بلاشبہ وہ اردو ادب کے لافانی تخلیق کار ہیں." پاکستان میں اس آخری کتاب (خراج عقیدت کا پتہ یہ ہے) کلاسیک پبلیکیشنز-22 حبیب بنک بلڈنگ چوک اردو بازار لاہور.

ڈاکٹر صاحب کی کتاب انگریزی اردو دونوں زبانوں میں شائع ہو چکی ہیں. ان کا پتہ یہ ہے۔

6440 NW 53 ST, LauderHillLauderHill, FL 33319 U.S.A.

فون: (954) 747 - 8798-(954) 746- 2115

مرزا حیرت کے تفصیلی دلائل تو ان کی کتاب شہادت کی ان جلدوں سے معلوم ہوئے ہیں جو کرزن پریس دہلی میں چھپ رہی تھیں مگر دہشت گردوں نے ان کے کتب خانہ اور پریس کو آگ لگا دی۔ جس کی وجہ سے ان کی کتاب شہادت کی مطبوعہ پانچ مجلدات کا بہت بڑا حصہ جل کر تباہ ہو گیا: جس کی وجہ سے یہ کتاب بازار میں عام طور سے دستیاب نہیں ہے. اس سے بھی بڑھ کر یہ نقصان ہوا کہ باقی مجلدات چھپ ہی نہ سکیں اور ایک تاریخی تحقیق ضائع ہو گئی۔

بہرحال مختصراً ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ حضرت حسینؓ نے گورنر کوفہ اور اس کے نمائندہ کو جو تین شرطیں پیش کی تھیں اور جو سنی شیعہ دونوں کی معتبر کتابوں سے ثابت ہیں وہ یہ تھیں.

۱. جہاں سے (یعنی مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ سے) میں آ رہا ہوں. مجھے وہاں واپس جانے دو.

۲. مجھے دمشق یزید کے پاس جانے دیا جائے. تا کہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں. وہ میرا چچازاد بھائی ہے، وہ جو چاہے میرے متعلق فیصلہ کرے.

۳. مجھے اسلامی سلطنت کی کسی ایسی سرحد پر بھیج دیا جائے. جہاں کفار سے جہاد ہو رہا ہو. تا کہ میں وہاں کفار سے جہاد کرتا ہوا شہادت پا جاؤں.

مرزا حیرت کی تحقیق کے مطابق اس آخری شرط پر مصالحت ہو گئی تھی اور بقول ان کے نہ ہونے کی کوئی وجہ بھی نہیں تھی. کیونکہ اس طرح حضرت حسینؓ کا وقار بھی محفوظ رہتا اور گورنر

کوفہ بھی حضرت حسینؓ کے قتل سے بچ جاتا. اور کوفی شیعوں کی سازشیں بھی ختم ہو جاتیں. لہٰذا یہ مصالحت ہوئی اور اس مصالحت کے نتیجہ میں حضرت حسینؓ رومیوں کے مقابلہ کے لئے اسلامی سرحد پر قسطنطنیہ تشریف لے گئے. اور یورپی مسیح کفار سے لڑتے ہوئے قسطنطنیہ کے قریب 20 صفر کو شہادت پائی. اس لئے امام ابن عساکر کی تاریخ دمشق میں حضرت حسینؓ کی شہادت دس محرم والی مشہور عام روایت کے علاوہ ایک دوسری روایت 20 صفر کو یوم شہادت کی بتائی ہے.

لاہور کے مشہور اہل قلم مولانا پیر غلام دستگیر نامی اپنی کتاب "امیر معاویہؓ" میں لکھتے ہیں کہ مجھ سے مرزا حیرت دہلوی نے کہا کہ ممالک اسلامیہ کی سیاحت کے دوران میں نے قسطنطنیہ کے قریب حضرت حسینؓ کی شہادت گاہ جو "مقام حسینؓ" کے نام مشہور ہے خود دیکھی ہے۔

تیسرا نقطہ نظر:۔ ان دو نقطہ نظر ہائے نظر کے علاوہ تیسرا نقطہ نظر عظیم سنی اکثریت کا ہے. جو حضرت عبداللہ بن عمر (بخاری شریف) سے لے کر امام غزالی تک ان کے تمام اکابر کا رہا ہے. اور سنی شیعہ دونوں کی روایات بھی اس نقطہ نظر کی تائید میں ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک درحقیقت حضرت حسینؓ اور ان کے گھرانے کے قاتل کوفی شیعہ ہیں. جس طرح کوفی شیعوں کے بزرگوں مالک اشتر وغیرہ نے دھوکہ دے کر اور حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل ہو کر حضرت طلحہ و حضرت زبیر کو شہید کیا اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی توہین کی، اسی طرح کوفی شیعوں نے حضرت حسینؓ کو پہلے تو خطوط لکھ لکھ کر اور اپنے نمائندے بھیج کر کوفہ آنے کے لئے تیار کیا. اور جب وہ ان پر اعتماد کر کے تیار ہو گئے تو ان کے ساتھ غداری کر کے کوفہ کے گورنر ابن زیاد سے مل گئے پہلے حضرت حسینؓ کے نمائندے مسلم بن عقیل کو شہید کیا، پھر ابن زیاد کی فوج میں شامل ہو کر کربلا میں حضرت حسینؓ کے مقابلہ پر آ گئے. حضرت حسینؓ نے انہیں بار بار سمجھایا کہ اگر تمہیں میرا ساتھ نہیں دینا تھا تو تم نے مجھے خطوط لکھ لکھ کر کیوں بلایا؟ مگر ان بدبختوں نے حضرت حسینؓ کو بھی جھٹلا دیا اور کہا کہ ہم نے آپ کو کوئی خط نہیں لکھا صرف اتنا ہی نہیں کیا بلکہ حضرت حسینؓ اور حکومت کے درمیان مصالحت کی جو بات چل رہی تھی اسے ناکام کرنے کے

لئے کوفی شیعوں کے ایک اہم فرد شمر نے حضرت حسین پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا.سب کو معلوم ہے کہ یہ شمر شیعان علی میں سے تھا۔ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے طرف داروں میں تھا.رشتہ میں حضرت علیؓ کا سالہ اور حضرت حسین کے برادران جعفر و عباس وغیرہ کا ماموں تھا. (جلاء العیون) اہل سنت کے اس نقطہ نظر کو موجودہ زمانے میں خود شیعہ کتابوں سے امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی نے اپنے رسالہ النجم میں پوری تفصیل کے ساتھ پیش کیا، جسے مولانا کے ایک معتقد مولانا عبدالشکور مرزاپوری نے النجم کے فائلوں سے مرتب کر کے "شیعہ کتابوں کی رو سے" "قاتلان حسینؓ" نامی ضخیم کتاب کی شکل میں شائع کیا ہے۔ خود امام اہل سنت حضرت مولانا لکھنوی نے بھی "قاتلان حسینؓ کی خانہ تلاشی" کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے۔ مولانا لکھنویؒ کی یہ کتاب اور مرزاپوری صاحب کی مرتب کردہ پہلی کتاب (جسے اب بعض لوگوں نے "شہادت حسینؓ" کے عنوان سے بھی شائع کر دیا ہے۔ کا غور سے مطالعہ کرنے والے ہر شخص پر یہ حقیقت مکمل واضح ہو جاتی ہے کہ واقعی کوفی شیعہ حضرت حسینؓ کے اسی طرح قاتل ہیں جس طرح ان کوفیوں کے بزرگوں مالک اشتر وغیرہ نے حضرت طلحہ وحضرت زبیر کا قتل سبائیوں اور مالک اشتر وغیرہ نے حضرت علی کے لشکر میں شامل ہو کر اور مصالحت ہو جانے کے باوجود دھوکہ سے جنگ چھیڑ کر کیا تھا.اور حضرت حسینؓ کا قتل ان کے شیعوں نے ان کے ساتھ غداری کر کے اور ابن زیاد کی فوج میں شامل ہو کر کیا.جمل اور کربلا دونوں جگہ ان بزرگوں کو شہید کرنے سے سبائیوں کا واحد مقصد یہ تھا کہ اس طرح مسلمانوں کے اتحاد کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کو خانہ جنگی کی آگ میں دھکیل کر تباہ و برباد کر دیا جائے. انہیں معلوم تھا کہ ان کی ان حرکتوں سے حکومت وقت بھی بدنام ہو گی اور مختلف قبائل کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکا کر وہ اسلامی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی اپنی آرزو بھی پوری کر سکیں گے.افسوس یہ گروہ اپنی اس خوفناک آرزو کو پورا کرنے میں کامیاب رہا. جمل کے موقع پر حضرت طلحہؓ وحضرت زبیر اور حضرت علیؓ کے درمیان مصالحت کو کامیاب نہیں ہونے دیا.اور کربلا میں حضرت حسین اور حکومتِ وقت کے درمیان مصالحت نہیں ہونے دی. کربلا میں

حضرت حسینؓ کے ساتھ کوفی شیعوں نے کس طرح غداری کی اور انہیں خطوط لکھ کر بلانے کے باوجود، حکومت کی فوج میں شامل ہو کر حضرت حسینؓ کے مقابلہ پر کس طرح آئے اس کی تفصیل شیعوں کی کتابوں کے حوالہ سے ان دونوں کتابوں میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں. اور کربلا سے پہلے سبائیوں نے اور کوفیوں کے بزرگ مالک اشتر وغیرہ نے جنگ جمل کے موقع پر حکومت (حضرت علیؓ) کی فوج میں شامل ہو کر حضرت طلحہؓ و زبیرؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان مصالحت ہو جانے کے باوجود کس طرح جنگ کی آگ بھڑکائی اور طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو شہید کیا اس کی مختصر تفصیل سب سے قدیم اور مشہور مورخ و مفسر امام ابن جریر طبری کی زبانی سنئے وہ اپنی کتاب تاریخ طبری میں لکھتے ہیں۔

کہ جب حضرت طلحہؓ و زبیرؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان مصالحت ہو گئی تو سبائیوں (شیعوں) کے علاوہ ہر شخص شاداں و فرحاں تھا. اس موقعہ پر سبائی (شیعہ) سرغنہ مشورے کے لئے جمع ہوئے کہ اب کیا کرنا چاہیے. ان میں ابن السودا یعنی ابن سبا اور مالک اشتر خاص طور پر قابل ذکر ہیں. انہوں نے آپس میں بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ قصاص لینے پر دونوں فریقوں میں مصالحت ہو رہی ہے. حضرت علیؓ اس بات پر طلحہؓ و زبیرؓ کے ساتھ متفق ہو گئے ہیں. اب تک دونوں فریق جدا جدا تھے لیکن دونوں فریقوں کے اتحاد کے بعد ہماری تعداد بہت کم رہ جائے گی. مالک اشتر بولا طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم کا ارادہ تو معلوم ہے مگر علیؓ کے دل کا حال نہیں کھلتا کہ وہ کیا کرنے والے ہیں. خدا کی قسم ان سب فریقین کی رائے ہمارے حق میں ایک ہی ہے اور ان کی صلح یقیناً ہمارے خون پر ہوگی. (تاریخ طبری جلد چہارم سنہ ۳۶ھ زیر عنوان نزول امیر المومنین ذی قار)

دیر تک مشورے ہوتے رہے اور لوگوں نے اپنی اپنی رائے پیش کی ان میں مالک اشتر کی رائے قابل ذکر ہے جس نے کہا تھا کہ حضرت علیؓ کو قتل کر دینا چاہئے تا کہ ایک نیا ہنگامہ کھڑا ہو جائے اور مسلمانوں میں نئے سرے سے افراتفری پیدا ہو جائے. یہ مالک اشتر

شیعان علیؓ کا بہت بڑا لیڈر سمجھا جاتا ہے۔ مگر اس کی اس تجویز سے معلوم ہوتا ہے ان شیعان علیؓ کو درحقیقت حضرت علیؓ سے کوئی عقیدت یا ہمدردی نہیں تھی اسلام کو نقصان پہنچانے اور مسلمانوں کے درمیان فتنہ پیدا کر کے خونریزی کرانے کے لئے یہ حضرت علیؓ کی فوج میں شامل ہوئے تھے۔ آخر میں ابن سوداء یعنی ابن سبا کی رائے پر اتفاق ہو گیا۔ اس کی تقریر درج ذیل ہے:

فقام ابن السوداء فقال یا قوم ان عزکم فی خلطة الناس فصا العوهم و اذا التقی الناس غدا فانشبو القتال ولا تفرغوهم للنظر فاذا. من انتم معه لا یجده بد امن ان یمتنع ویشغل الله علیا والطلحة والزبیر و من رای رابهم عما هو تکرهونه وابصرو الرائی وتفرقوا علیه الناس لایشعرون.

ابن سوداء (ابن سبا) نے کہا کہ میری جماعت والو! تمہاری کامیابی لوگوں میں گھلے ملے رہنے میں ہے اس لئے ان سے نبھاتے رہو، اور کل جب دونوں لشکر کے لوگ آپس میں ملیں تو جنگ شروع کر دو اور انہیں سوچنے سمجھنے کی مہلت نہ دو۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ جن لوگوں کے ساتھ تم گھلے ملے ہوئے ہو (یعنی حضرت علیؓ کا لشکر) وہ بھی جنگ میں حصہ لینے پر مجبور ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ طلحہؓ اور زبیرؓ کی توجہ اس بات کی طرف سے ہٹا دے گا جسے تم نا پسند کرتے ہو، یعنی ان کے درمیان مصالحت کامیاب نہ ہو، سب نے اس مشورے کو پسند کیا اور یہ سازش کر کے سب اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔ اور دوسرے ان کے اس منصوبے سے بالکل بے خبر رہے۔ (تاریخ طبری جلد چہارم سنہ ۳۶ھ عنوان بالا)

جب دونوں فریقین میں صلح ہو گئی دونوں لشکر مطمئن ہو گئے اور جنگ کا خیال ہی دلوں سے جاتا رہا تب بھی ابن سبا اور اسکے کے متعین مالک اشتر وغیرہ قاتلین عثمانؓ اس فکر میں رہے کہ کس طرح ان دونوں فریقوں کے درمیان جنگ کرادی جائے۔

وجعلوا یتشاورون لیلتهم کلها حتی اجتمعوا علی النشاب الخرب فی السر

وبذلک خشیة ان یفطن بما حاولو، من ابشر فقد و امع الفلس وما یشعربه جیرانهم انسلوا الی ذلک الا مرانسلا لا وعلیهم ظلمة.

یہ سبائی سرغنے رات بھر مشورے کرتے رہے تھے یہاں تک کہ جنگ چھڑوا دینے کے مقصد پر سب کا اتفاق ہوگیا.اس منصوبہ کے بارے میں انہوں نے بہت راز داری سے کام لیا تھا.کہ کہیں کوئی ان کے شر سے واقف نہ ہو جائے چنانچہ یہ لوگ رات میں حملہ کے لئے اس طرح اٹھے کہ ان کے قرب و جوار کے لوگوں کو بھی کوئی خبر نہیں ہوئی.اور منہ اندھیرے اپنے اس منصوبے پر عمل کرتے ہوئے انہوں نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور حضرت طلحہؓ زبیرؓ کے لشکر پر حملہ کر کے جنگ کی آگ بھڑکا دی۔(طبری جلد چہارم سنہ ۳۶ھ زیر عنوان امر القتال)

دونوں فریق جو سو رہے تھے اس حملے کے ہنگامے سے جاگے، ہر ایک نے یہی سمجھا کہ فریق ثانی نے غداری کر کے حملہ کر دیا ہے اس لئے دشمن کے پلان کے عین مطابق ہر فریق اپنے دفاع کے لئے جنگ میں شریک ہوگیا،اس طرح حضرت طلحہؓ وحضرت زبیرؓ کو شہید کر کے اور دونوں فریقوں میں دشمنی اور انتقام کی آگ بھڑکا کر مالک اشتر اور اس کے ساتھی شیعوں نے اپنی آرزو پوری کر لی.کوفی شیعوں نے یہی طرز عمل حضرت حسینؓ کو شہید کرتے ہوئے اختیار کیا.اور آج بھی ان کا رویہ یہی ہے.وہ بظاہر اتحاد بین المسلمین کا نعرہ لگاتے ہیں لیکن در پردہ سنی مسلمانوں کو باہم لڑوا کر اپنی چودھراہٹ قائم رکھتے ہیں۔

نتیجہ: ہم نے تینوں نقطہ ہائے نظر کے قائلین کے دلائل آپ کے سامنے پیش کر دیئے ہیں. ذاتی طور پر ہم جمہور اہل سنت کے نقطہ نظر کو صحیح سمجھتے ہیں.لیکن جمل وصفین و کربلا میں حضرت حسینؓ کی شہادت کے جو منکر ہیں ہم ان کی تحقیقات کو بھی دہشت گردی کے ذریعے جلانے یا انہیں قتل کرنے کے قائل نہیں ہیں.ان کا نقطہ نظر قرآن کریم کی مخالفت کرنے والے ان فرقہ پرستوں اور روایت پرستوں کے نقطہ نظر سے (جن کی دو مثالیں) ہم پہلے پیش کر چکے ہیں.بہر

حال بہتر ہے۔تاریخی تحقیقات پر (اگر وہ قرآن کریم کے خلاف نہیں ہیں) کھلے مباحثہ اور مکالمہ کی ضرورت ہے۔ فکر ونظر میں اسی سے توانائی اور استحکام آتا ہے اور علم اسی طرح ترقی کرتا ہے۔

قانون کی حدود میں رہ کر اگر شیعوں کو کام کرنے اور اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کا حق ہے تو اہل قرآن یا معتزلہ یا خارجیوں کو یہ حق کیوں حاصل نہ ہو؟ اصولوں کے تحت حریت فکر کا حق اگر ایک شہری کو حاصل ہو تو دوسرے شہری سے اس کا یہ حق کس طرح چھینا جاسکتا ہے؟ دلیل کا جواب دلیل سے ہونا چاہیے نہ کہ قاتلانہ حملہ کر کے یا کتابوں کو جلا کر یا توڑ پھوڑ کر کے یا کتاب کو بین کرا کے اور اپنی ہنگامہ پسندی اور فرقہ پرستی اور دہشت گردی کا مظاہرہ کر کے؟

افسوس موجودہ دور کے ایرانی ہیرو خمینی صاحب اپنے اس اعلان سے کہ سلمان رشدی جہاں ملے واجب القتل ہے۔(حالانکہ وہ ان کے ملک کا شہری بھی نہیں تھا) خود تو ہیرو بن گئے مگر ان کے اس قسم کے جذباتی طرز عمل نے برداشت کے ماحول کو مزید نقصان پہنچانے اور ساری دنیا میں اسلام کو دہشت گرد مذہب کے طور بدنام کرنے میں بڑا کردار ادا کیا۔خمینی کے انتقال کے بعد ایرانی حکومت کے سربراہ نے اگرچہ قتل کا یہ اعلان تو واپس لے لیا اور اس طرح خمینی کی غلطی مان لی مگر نا عاقبت اندیشانہ رویہ سے ساری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کی جو بدنامی ہوئی اس کا مداوا کیسے ہوگا؟ افسوس اس جذباتی اور برداشت نہ کرنے والے مزاج کی وجہ سے خمینی انقلاب کے بعد ایران کے تمام پڑوسی ممالک میں (پاکستان سمیت) قتل ودہشت گردی ایک خوفناک لہر اٹھی ہوئی ہے۔جو ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی ورنہ اس سے پہلے کم از کم پاکستان میں سنی شیعہ سمیت خارجی اہل قرآن وغیرہ تمام فرقے بڑے امن وسکون سے زندگی بسر کر رہے تھے۔اب بھی جب تک ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو برداشت کرنے کا مزاج پیدا کرنے کی کوششیں نہیں کی جائیں گی۔سکون کی فضا واپس نہیں آسکے گی۔

علامہ تمنا عمادیؒ

خدا ہی سزا وار حمد و ثنا ہے | کہ وہ خالق و مالک و ماسوئی ہے
وہ ہر حال مستقبل وحال و ماضی | بعلم حضوری خود جانتا ہے
مسلمانوں! اگر ایمان ہے خدا پر | اگر تم کو پاس رسول خدا ہے
تو رکھو صحابہ سے حسنِ عقیدت | کہ ایمان کامل کا مقتضا ہے
صحابہ سے رکھو عقیدت کہ تم کو | انہیں کے ذریعے سے سب کچھ ملا ہے
علی و معاویہ ہیں بھائی بھائی | کہ لڑیں بھائی بھائی یہ کیسے روا ہے
نہ آپس میں ان کے کدورت تھی کچھ بھی | نہ ان میں کسی کو کسی سے کچھ گلہ ہے
نہ باہم محبت ہو ممکن نہیں ہے | کہ دینی اخوت کا رشتہ لگا ہے
جو کہتا ہے ان میں عداوت تھی باہم | وہ جاہل صداقت سے ناآشنا ہے
برابر رہے دونوں میں رشتے ناطے | تو خوش قسمتی کے سوا اور کیا ہے
روایت کو چھوڑو حقیقت کو دیکھو | حریف ایک کا دوسرا کب رہا ہے
یہی تو ہیں قرآن کے پہلے مخاطب | انہی کی طرف تو خدا کی ندا ہے
انہی کو تھی حاصل معیت نبی کی | ہر اک ان کا بعد از نبی مقتدا ہے
اشاعت ہوئی دین و ملت کی کن سے | یہ دیکھو، دیانت سے گر دیکھنا ہے
کیا مال و جان قربان کس نے؟ | بتاؤ اگر کچھ بھی خوف خدا ہے
ہوئے ہیں فتوحات اسلام کن سے | ذرا سوچو، گر یاد روز جزا ہے
بُرا تم نہ آلِ اُمیّہ کو سمجھو | بُرا ہے جو ان کو بُرا کہہ رہا ہے

بنائے خدا ہادی و مہدی انہیں کو — نبی ہی نے جن کے لئے کی دعا ہے
اُمیہ تھے ہاشم ہی کے بھتیجے — محبت کا دونوں میں رشتہ رہا ہے
وہ شیطان ہے جو کتابوں میں لکھے — فلاں فلاں ان میں پابند حرص و ہوا ہے
علیؓ کی حمایت کو حیلہ بنا کر — بُرا سب صحابہ کو ثابت کیا ہے
علیؓ کی حمایت بھی دکھلانے کو ہے — چھپا اس حمایت میں کذب و ریا ہے
غرض یہ علیؓ کے بھی ہرگز نہیں ہیں — انہیں بغض سب سے کھلا یا چھپا ہے
وہ دل جو ہو حب صحابہ سے خالی — وہ حب علیؓ سے بھی خالی پڑا ہے
علیؓ کو کبھی دوست بن کر ستایا — کبھی بن کے دشمن ستانے لگا ہے
ستانا بہر حال ہے کام اس کا — ستانے کو اس نے علی کو چنا ہے
ستایا علیؓ کو ہے کس کس طرح — پھر اولاد کو ان کی رسوا کیا ہے
جناب علیؓ کو ستاتے رہیں گے — حسنؓ کو مدائن میں زخمی کیا ہے
ان ہی نے علیؓ اور آلِ علیؓ پر — ذرا، دیکھو تاریخ میں گیا گیا کیا ہے
قاتل حقیقت میں شیعہ ہی تھا ابن ملجم — نسب اس کا لیکن عجم سے ملا ہے
عیاں(۱) علیؓ نے تو قتل علیؓ کا — خود الزام شیعوں کو اپنے دیا ہے
یہ کس منہ سے کہتے ہیں اپنے کو مسلم — ذرا ان کو آتی نہیں کچھ حیا ہے
انہیں پنجتن کے ہے پنجے میں طیبہ — صحابہ میں اب کون باقی بچا ہے؟

---

(۱) حضرت سکینہ بنت حسینؓ اپنے شوہر مصعبؓ بن زبیرؓ کے قتل کے بعد کوفہ سے مدینہ چلیں ہیں اور کوفہ والے رخصت کرنے کو آئے تو انہوں نے فرمایا:۔

قتلتم ابی وجدی واخی وعمی و زوجی وایتمتمونی صغیرة وایمتمونی کبیرة

یعنی تم لوگوں نے میرے باپ، میرے دادا، میرے بھائی، میرے چچا، اور میرے شوہر کو قتل کیا۔ مجھ کو بچپن میں یتیم کیا اور جوانی میں بیوہ کر دیا۔ (از تاریخ کوفہ صفحہ ۲۳۷)

یہ کذاب راوی یہ جھوٹے مؤرخ تعصب نے اندھا جنہیں کر دیا ہے
تھا اگلوں میں بغض و عناد و تعصب ہر اک کا عداوت سے سینہ بھرا ہے
گھڑی ایک بات اور روایت بنائی اسے پھر کتابوں میں خود لکھ لیا ہے
زہے ان روایت پرستوں کا ایمان کہ چشم درایت پر پردہ پڑا ہے
انہیں دین اسلام سے ہے عداوت نبی و صحابہ سے کینہ چھپا ہے
درایت کے آیت کے بالکل مخالف روایت کا اک ذخیرہ کیا ہے
نہیں تو بااسناد جعلی دیا ہے انہیں جن کا تصنیف ہی مشغلہ ہے
روایت گھڑنے لگے مل بیٹھ کر سب بھری ہر روایت میں سو سو افترا ہے
روایات کذّاب کوفہ کے آگے وہ قرآنی فضل و شرافت سب ہوا
لکھے کیسے ایسے روایات سب نے کہ روح ان سے لرزاں ہے دل کانپتا ہے
درایت سے لو کام، روایت کو چھوڑو روایت پرستی مرضِ لادوا ہے
معاذ اللہ ان کذب بافوں کے شر سے بھلا جھوٹ کی بھی کوئی انتہا ہے
یہ کذاب دجال، دشمن خدا کا کوئی کذب باف اس سے بڑھ کر ہوا ہے؟
مگر اختلاف روایات توبہ کہ غماز جھوٹ کا خود حافظہ ہے
کوئی کچھ ہے کہتا کوئی کچھ ہے سناتا وہ اِس کو تو یہ اُس کو جھٹلا رہا ہے
کہا حق کو باطل تو باطل کو حق ہر اک کذب کو صدق ثابت کیا ہے
روایت کے پردے پہ تصویریں لائے تو رنگ غلو و تعصب بھرا ہے
گھڑے اپنے جی سے غم افزا فسانے پھر اگلوں سے اُن کو روایت کیا ہے
یہ پچھلے مورخ ہیں بعض ایسے جھوٹے کہ اگلوں کو بھی مات ہی کر دیا ہے
حقیقت میں سو سال بعد اس کتھا کو فقط ابن مخنف نے جی سے گھڑا ہے

تعجب تو یہ ہے کہ دنیا کے اندر
کسی نے نہ سوچا نہ اب سوچتا ہے

اگر قصہ کربلا ہوتا سچا
اگر ہوتا سچ جو سبھوں نے لکھا ہے

خلاف خلیفہ و ہنگامہ مچتا
سمجھتا کہ محشر بپا ہو گیا ہے

تو ابن زبیر اور ان کے ورکر
اُسی وقت کرتے جو اَب ہو رہا ہے

نکلتا علم اور نکلتا اکھاڑا
ادھر ہے اَسپر اُدھر تعزیہ ہے

حقیقت میں یہ قصہ کربلا تو
صدی دوسری میں بنایا گیا ہے

نہ تھا جانتا کوئی پہلی صدی میں
کسی کا ادھر وہم بھی کب گیا ہے

گلے گی نہ دال ابن مخنف کی اُس دن
اُسی دن تو سچ جھوٹ کا فیصلہ ہے

فسانہ بھی وہ جو کہ محض افترا ہو
غلو اور تعصب سے مذہب بنا ہے

بنایا گیا دوستداروں کو دشمن
جو قاتل تھے اُن کو فدائی لکھا ہے

تو اُن قاتلوں کے جو تھے بیٹے پوتے
روایت کا انبار اُن سے لگا ہے!

قیامت میں کھل جائے گی ہر حقیقت
کہ سارے حقائق سے واقف خدا ہے

مجوسی منافق ہیں کوفی مورخ
کہیں آستینوں میں چھپ کر ڈسا ہے

دروغ کے لبادوں میں طبقہ بہ طبقہ
محدث، مفسر، مؤرخ بنا ہے

وہ کوفی وہ بصری وہ مصری فسادی
کہ فطرت میں جن کے فریب و دغا ہے

یہ جھوٹے مؤرخ یہ کذاب راوی
خدا جانے کس عقل سے لکھ رہا ہے

روایات گھڑ گھڑ کے پھیلا رکھی ہیں
کتابوں میں پھر ان کو داخل کیا ہے

وہی تھے فسادی وہی پھر ہیں راوی
وہی پھر مورخ یہ شان خدا ہے

مگر تم روایت کی عینک اتارو
درایت کی عینک حقیقت نما ہے

راویت کو رکھو درایت کے آگے
تو پھر جھوٹ سچ کا کھلا فیصلہ ہے

کہیں مومنوں کو منافق بنایا کسی جا منافق کو مومن کہا ہے
خلاف خلیفہ اک طومار باندھا وہ بندر سے اور کتوں سے کھیلتا ہے
کریں جس سے بیعت تمامی صحابہ اُسے کہنا وہ "فسق میں مبتلا ہے"
بتاتا ہے سارے صحابہ کو فاسق کہ خود فسق ہے فسق پر گر رضا ہے
کسی کو بھنبھوڑا اگر مثل اژدر انہیں فتح ایران کا غصہ بڑا ہے
خاتمہ کیا مجوسی حکومت کا سارے عجم سے ملی گویا فتح عجم کی سزا ہے
عجم کے سبایا عجم کے موالی جہاں جو بھی ہے اس میں اک ولولہ ہے
مسلمانوں سے جذبہ انتقامی ہر اک عجمی کے دل میں سمجھو دبا ہے
انہیں فتح ایران کا لینا ہے بدلہ نکالیں گے جو غصہ دل میں بھرا ہے
خدا کے لئے سوچیں اہل دیانت اگر کچھ بھی پرائے روز جزا ہے
تو اس کی روایت پر ایمان لا کر اسے دین اپنا بنا کیوں لیا ہے
کوئی تاجِ ابلیس رکھے ہے سر پر کوئی پہنے معصومیت کی قبا ہے
نہ ہے ان کو کچھ پرسش حشر کا ڈر نہ شرمِ خلائق نہ خوفِ خدا ہے
یہاں فتنہ توزی کا ہے کارخانہ مجوسی نژادوں کا یہاں جمگھٹا ہے
یہ سب ہیں موالی اہلِ عجم سے مجوسی نمک سے ہی ہر اک پلا ہے
یہ کذب بافی کی گرکہِ پُرانی یہاں فتنہ پردازوں کا اک جتھا ہے
پڑھو تم جو تاریخ کو تو یہ سمجھو قلم در کفِ آلِ ابنِ سبا ہے
غلو اور تعصب کا جنگل ہے اس میں ادھر شیر ہے اور اُدھر اژدھا ہے
انہیں دین اسلام سے ہے عداوت نبی اور صحابہ سے کینہ چھپا ہے

یہ سب کرلیں دنیا میں دشمن خدا کے — خدا نے۔ تو دن فیصلے کا رکھا ہے

خدا سے نہ چلے گی کذب بانی — کہ وہ عالم الغیب سب جانتا ہے

مخالف ہو قرآن کے جو بھی روایت — سمجھ لو وہ کذاب کا افتراء ہے

بچے گا نہ وہ داروگرد خدا سے — بہت سخت روز جزا کی سزا ہے

یہ میرا قصیدہ قصیدہ نہیں کچھ — یہ اک نالۂ دل یہ شور بکا ہے

کچھ اعدا کی ہیں سازشوں کے فسانے — تساہل کا اسلاف کے کچھ گلا ہے

جو اس کو پڑھیں ڈال دے اُن کے دل میں — کہ انصاف سے کام لینا بھلا ہے

تعصب کی نظروں سے ان کو نہ دیکھیں — کہ دوزخ میں اہل تعصب کی جا ہے

حدیث اور قرآن میں مومنوں کو — غلو اور تعصب سے روکا گیا ہے

الٰہی تمنا پہ تو رحم فرما — کہ تیرا یہ بندہ بے نوا ہے

علامہ خواجہ قمر الدین سیالوی

برصغیر پاک ہند میں بسنے والے فرزندان اسلام کیلئے انیسویں صدی بڑے درد و کرب کی صدی تھی۔ ہندوستان کی وسیع و عریض مسلم مملکت بیسیوں چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ چکی تھیں۔ ریاست کا حکمران اپنی ذاتی وجاہت کیلئے یوں از خود رفتہ ہو چکا تھا کہ اسے، نہ ملت کا غم تھا، نہ اسلام کا درد اور نہ ہی قوم اسلام کے آفتاب کے غروب ہونے کا کوئی دکھ مسلمان آپس میں دست و گریباں تھے. ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا مقام اپنا اثر و رسوخ کھوتا جا رہا تھا. اس سے بھی زیادہ الم ناک بات یہ تھی کہ مسلمانوں کا رشتہ اپنے رب کریم اور رحیم سے کمزور ہوتا جا رہا ہے. عقیدے اور عمل کی مختلف بدعتوں نے اسلامی معاشرہ کو نڈھال اور بے وقعت بنا دیا تھا. مسجدیں ویران، مدرسے بے چراغ، خانقاہیں جہاں کبھی اللہ کریم کے نیک بندے تشریف فرما ہوا کرتے تھے. اب روباہ کیش اور حقیقت میں اسلام سے بالکل بے بہرہ ملنگوں اور قلندروں نے قبضہ کر کے امام باڑوں میں تبدیل کر دیں تھیں. اسلام دشمنی اور امت کا شیرازہ بکھیرنے میں یہ گروہ پیش پیش نظر آتے تھے. آپ خود سوچئے جہاں امرا و ایک دوسرے کو پچھاڑنے کی سازشوں میں دن رات سرگرم ہوں جہاں عوام اپنے منبع حیات سے روز بروز دور ہوتے جا رہے ہوں وہاں عقائد کی تباہی و بربادی کے علاوہ اور کس چیز کی توقع کی جا سکتی ہے. تو ہموم پرستی اور فکری قلاشی ہی وہاں براجمان ہو سکتی ہے۔ جھوٹی روایت پر زور. اسی فتنوں کے دور میں ماتمی فتنہ سیلاب بے رحم کی طرح امڈ کر آیا. اور کئی شکلوں میں کہیں محبت علی، شیدائے حسین، محبان اہل بیت، کے لبادے اوڑ کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مجرمانہ عزائم کی تکمیل میں جٹ گئے. اسی عرصہ میں ماتمی فتنہ نے ہر قسم کی مزاحمت سے بے خوف ہو کر اپنے مذموم عقائد کی بنیادیں مضبوط کرتے چلے گئے. اپنے وسائل کو منظم کر کے اپنی مکروہ سازشوں کی تکمیل کے لئے بہت

طویل منصوبہ بندی کی سول محکموں میں پہلے ہی ان کے لوگ قابض تھے۔اس عرصہ میں انہوں نے بری، بحری اور فضائی افواج میں اپنی پوزیشنیں مستحکم کرلیں. یہی وہ گروہ ہے آج کل جو خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خلافت راشدہ کے انکار میں شور و شر کے مظاہرے کررہا ہے.

امت مرحومہ کی آخرت تباہ کرنے اور اس دنیا میں فتنہ اور فساد کی آگ کو مشتعل کرنے میں جو ہنگامے برپا کیے جارہے ہیں تو اس فتنہ پردازی اور شرانگیزی پر پردہ ڈالنے کیلئے محبت وتولی اہل بیت (رضوان اللہ علیھم اجمعین) کی اقتدا اور پیروی کا دم بھرا جاتا ہے۔ اگر اہل بصیرت مرقبہ اہل تشیع (ماتمی) نظریات کا بغور مطالعہ کریں اور دوسری طرف اللہ تعالی اور اس کے رسول اللہ کے ارشادات گرامی اور سلف صالحین کے ایمانی جدبات اور انکی محیرالعقول اسلامی خدمات کی انجام دہی اور ان کی عقل وادارک سے بالاتر قربانیاں مطالعہ کریں۔تو وہ حضرات نہایت آسانی کے ساتھ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں۔کہ اہل تشیع کے نظریہ اور شریعت اسلامی کے درمیان مکمل مخالفت اور مناقضت کی نسبت ہے۔اور ان کا دعوی محبت اہل بیت سراسر بے دلیل ہے. مذہب شیعہ کی ابتداء کب اور کیسے ہوئی یہ ہمارا موضوع نہیں سرادست یہ گزارش کرنا ہے کہ اہل تشیع نے اپنے مخصوص مذہب کی بنیاد ایسی روایت پر رکھی ہے جو انتہائی محدود ہے حدیث کے عینی شاہدین یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علھیم اجمعین جن کی تعداد اور تاریخ کی رو سے ڈیڑھ لاکھ کے قریب یا بجز اہل تشیع کے، باقی تمام اقوام عالم پیغمبر اسلام رسول اللہ کے ساتھ اسلام لانے والوں کی تعداد اس سے کم نہیں بتاتے تو اس قدر تعداد میں سے صرف چند چار یا پانچ آدمیوں کی روایت قابل تسلیم اور باقی تمام کے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیھم اجمعین کی روایات ناقابل تسلیم کرتے ہیں دوسرا جن اصحاب اور اماموں سے لینا جائز بتاتے ہیں ان کے متعلق اس ضروری عقیدہ کا دعوی کرتے ہیں کی تقیہ اور

کذب بیانی ان کا دین اور ایمان تھا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اب اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ ایک علمبردار تشیع جونہی ان حضرات سے کوئی حدیث سنے گا اور کسی امر کا اظہار معلوم کرے گا تو اس کے لئے یقین کرنا ضروری ہے۔ کہ صحیح اور حق بات تو قطعاً انہوں نے کہی ہی نہیں۔ جو بھی ان سے روایت کی گئی ہے سراسر بے حقیقت اور واقعات کے خلاف ہے۔ لہٰذا جو روایات بھی اہل تشیع کی کتابوں میں لکھی گئی ہیں. سراسر کذب اور واقعات کے خلاف ہیں میں اس مقدمہ کو اہل فکر کے غور وخوص کے سپرد کرتا ہوں اور گزارش کرتا ہوں کہ جنگ جمل وصفین اور واقعات کربلا اور دیگر تمام لغو قصے کہانیاں امت مسلمہ کے اتحاد پر ضرب لگانے کیلئے گھڑی گئی ہیں ایک انصاف پسند انسان تو صرف یہی رائے قائم کر سکتا ہے۔ ان روایات پر غور کرنے کے بعد خدارا انصاف سے کہیے بہر صورت ان روایات کو صحیح کہنا اپنی بے دینی اور بے ایمانی پر واضح دلیل پیش کرنا ہے۔ اب رہا قرآن کریم تو اس کے متعلق بانیان مذہب تشیع اور رازدارانِ فرقہ مذکورہ وغیرہ اس قرآن کریم کا صراحتاً انکار کرتے نظر آتے ہیں. لکھتے ہیں.

ابو بکر کے ارد گرد لوگ جمع تھے تو مجمع میں پہنچنے کے وقت حضرت علیؓ نے بلند آواز یہ کلمات کہے "لوگو میں رسول اللہ کی رحلت کے بعد آپ کے غسل دینے اور اسکے بعد جمع قرآن میں مشغول رہا یہاں تک کہ میں نے قرآن جمع کر لیا۔ اور وہ مکمل اس کپڑے میں موجود ہے۔ اللہ کی ہر نازل کردہ آیت کو میں نے جمع کر دیا ہے. اور اس کے ایک ایک آیت میں رسول اللہ کو سنائی ہے اس میں آپ نے مجھے اس کی تاویل بتائی تو حضرت علی نے کہا یہ اللہ کی کتاب اس طرح جس طرح نازل فرمائی تھی عمر نے کہا ہمیں نہ تیری ضرورت ہے نہ تیرے قرآن پڑھنے کی ہمارے پاس مکمل جمع شدہ قرآن جسے عثمان نے جمع کیا تھا۔ اور کتابت بھی کی تھی۔ موجود ہے یہ سن حضرت علی نے کہا اللہ کی قسم اچھا آج کے بعد تم میں سے اسے کوئی نہیں دیکھے گا۔ اور میرے بیٹے مہدی کے ظہور تک واپس نہیں آئے گا۔

(انوار نعمانیہ صفحہ نمبر ۳۴ تبریز طبع قدیم، ایران طبع جدید جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۱۰۴)

مذکورہ روایت بہت طویل ہے جو نفس الرحمٰن فی فضائل سلمان باب نمبر ۱۱۔ احتجاج طبری صفحہ نمبر ۵۳ طبع قدیم طبع جدید صفحہ نمبر ۱۰۷ پر موجود ہے تفصیل کے لیے دیکھ لیجئے۔ ہم نے اختصاراً ذکر کر دیا ہے۔ اور مزید ان لوگوں کی جسارتیں دیکھئے لکھتے ہیں۔

ما ادعى احد من الناس انه جمع القرآن كما انزل الا كذاب وما جمعه وحفظه كما انزله الله تعالى الا على بن ابى طالب ولائمة منبعده عليهم السلام. (الشافى ج: ا ص: ۲۶۱ مطبوعه تهران)	جس شخص نے بھی یہ دعوی کیا کہ اس نے قرآن اسی طرح جمع کیا ہے جس طرح نازل ہوا تھا تو وہ کذاب ہے۔ قرآن جس طرح نازل ہوا تھا۔ اس طرح نہ کسی نے جمع کیا اور نہ حفظ کیا بجز علی بن ابی طالب اور ان کے بعد کے ائمہ کے

اور بھی پڑھیے لکھتے ہیں۔

وان عند نا لمصف فاطمة عليها السلام ومايادريهم مامصحف فاطمة قال مصحف فيه مثل قرانكم هذا ثلاث مرات والله مافيه من قران حرف واحد. (اصول کافی ج ا صفحہ نمبر ۱۴۶ مطبوعہ قم ایران)	اور ہمارے پاس مصحف فاطمہ علیہا السلام بھی ہے اور یہ (صحابہ و تابعین) کیا جانیں کہ مصحف فاطمہ کیا ہے۔ مصحف فاطمہ تمہارے تین قرآنوں کے برابر ہے۔ اللہ کی قسم اس مصحف میں اِس قران کا ایک حرف بھی نہیں۔

اور اپنی اطمینان کیلئے قارئین اگر دیکھنا چاہیں تو مزید نمونے اس اصول کافی کے صفحہ نمبر ۶۷۰ تا ۶۷۱ پر بھی نظر ڈالتے جائیں۔ اور اگر اس قرآن کریم سے صراحتاً انکار کی شان کسی حد تک تفصیل سے دیکھنا چاہیں۔ تو اصول کافی صفحہ نمبر ۲۶۱ تا ۲۶۸ اور ناسخ التواریخ جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۴۹۳، ۴۹۴ اور تفسیر صافی جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۱۴ مطالعہ فرمائیں اور بانیان مذہب تشیع کو داد دیں کہ کس طرح صراحت اور وضاحت کے ساتھ اس فرقے نے سرے سے

قران کریم ہی کا انکار کیا ہے اے میرے محترم اسلامی بھائیو قرآن اور حدیث کا اسطرح انکار ہو تو بتایئے! کہ مذہب اسلام اور شریعت مقدسہ کسی طرح بھی ممکن الوجود ہو سکتی ہے؟ ممکن ہے میری اس تحریر کا جواب اور اسکا رد اپنی کسی تاویل کے ذریعہ سے دینے کی زحمت کریں تو میں عرض کرتا ہوں میں نے جتنے حوالے پیش کیئے ہیں ان کا مطالعہ فرمالینے کے بعد یہ تکلیف کریں کہ سال شریف تشریف لا کر یہ تمام کتب اور حوالے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ تا کہ تا ویلات کی زحمت کی ضرورت ہی نہ رہے. ہم یہ بس کچھ صرف اس لئے پیش کر رہے ہیں کہ وہ علمائے جو اپنی آنکھوں پر سیاست پر اور اپنے مفادات کی پٹی باندھے ہوئے ہیں اور اپنی تا ویلات کے ذریعے سے ان رافضیوں کو تحفظ فراہم کرنے کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں دیکھ لیں

سنیو! ذرا اپنی آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ کس دیدہ دلیری سے قرآن کریم کا انکار کر رہے ہیں. تم ان سب باتوں کے باوجود بھی رافضیوں کو امت مسلمہ کا ایک فرقہ تسلیم کرتے ہو؟..... نہیں نہیں بالکل نہیں کوئی بھی مسلمان ایسے رافضیوں کو امت مسلمہ کا ایک فرقہ تسلیم کر کے اپنی آخرت تباہ نہیں کر سکتا.

اہل تشیع حضرات کی مذہبی روایات اگر چہ پیش کرنا عقل اور انصاف کے لحاظ سے بالکل بے فائدہ ہے۔ کیونکہ ان کی کسی روایات کا صحیح اور مطابق واقعہ ہونا ممکن ہی نہیں کیونکہ میں یہ نہیں مان سکتا کہ اہل تشیع نے ائمہ کرام کی اصل اور صحیح روایات بیان کی ہے. اور اپنے لیے بے دینی اور بے ایمانی منتخب نہ کی ہو. بلکہ خود ائمہ کرام نے حسب تصریح اصول کافی وغیرہ میں کوئی سچی بات ظاہر نہیں فرمائی. اور اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کو نہیں چھوڑا تو پھر اس روایات کے لکھنے لکھوانے کا کیا فائدہ؟. اور اہل تشیع کے خلاف ایسی روایات ان کے تیار کردہ مذہب کو کیا نقصان پہنچا سکتی ہیں. مگر میں جو اہل تشیع کی کتابوں سے روایاتیں پیش کر رہا ہوں۔ تو میرا مقصد فقط صرف یہ ہے کہ وہ سادہ لوح مسلمان جوان کی ہنگامہ آرائی اور مجالس

میں شرکت کرتے ہیں یا اہل تشیع کے مذہب کو کسی بھی طرح سے صحیح تصور کرتے ہیں۔ ان کو سوچنے اور غور کرنے کا موقع ملے۔

مذہب شیعہ کی خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خلافت کا انکار اور ان مقدس ہستیوں کی شان میں گستاخی اس تبرائی گروہ کا مابہ امتیاز (امتیازی شان) ہے. قبل اس کے کہ اہل تشیع کے معتبر ترین کتابوں سے یہ بات ثابت کروں کہ اہل تشیع کے تمام دعوے جھوٹے اور خلاف واقعہ ہیں۔ یہ عرض کرتا ہوں کہ خلافت راشدہ کا زمانہ اقدس آج سے تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال پہلے گزر چکا ہے. اس وقت اُن کی خلافت پر اعتراض یا اس کی نا پسندیگی کا شور وغوغا اور بے فائدہ مظاہرے بجز اس کے کہ فتنہ وشرارت پیدا کر سکیں اور ملک کے امن وامان کو متزلزل کریں اور کیا نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے.؟ ہے کوئی بڑی سے بڑی عدالت؟ یا کوئی بڑی سے بڑی حکومت؟ جو اُن کے غیر مستحق خلافت ہونے کی صورت میں کوئی تدارک کر سکے. اور مستحق کو اسکا حق واپس دلا سکے۔

اگر وہ مقدس ہستیاں مستحق خلافت تھیں یا بقول اہل تشیع مستحق خلافت نہیں تھیں بہر صورت وہ خلیفہ بنے اور امور خلافت باحسن طریقہ سے سرانجام دیئے۔

اب ان کی شان اقدس میں سب وشتم گالی وگلوچ کیا معنی رکھتا ہے؟ اگر ان تمام لوگوں کو جو خلفائے راشدین کو برحق اور مستحق خلافت یقین کرتے ہیں. یک قلم تختہ دار پر کھینچ دیا جائے یا قتل کر دیا جائے. یا خلفائے راشدین کے ساتھ بغض وعداوت غل وشر کینہ رکھنے والے اپنے سینوں کو پیٹ پیٹ کر اڑا دیں تو بھی ان اسماء رفعت کے چمکتے ہوئے تاروں کو اور ان کی خلافت راشدہ کو پر کاہ کے برابر بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ تو پھر یہ منافرت ومخاصمت اور یہ سب وشتم، یہ فتنہ پردازی اور فساد انگیزی سے کیا حاصل؟ بگر وائے بر حال پاکستان کہ آئے دن نئے نئے اڈے اکابرین امت کی شان اقدس میں بکواس وسب و

شتم بکنے کے لیے مقرر کیے جا رہے ہیں۔ اور ان ہی کو تعمیری اسباب یقین کیا جا رہا ہے۔ اب فقیر چاہتا ہے کہ ان تصریحات کو ملاحظہ کرنے کے بعد اہل فکر و ہوش خود ہی فیصلہ فرمائیں۔

زیادہ غور طلب یہ ہے کہ ہاشمیوں اور امویوں کے آپس میں تعلقات برادرانہ اور محبت خلوص والے تھے۔

جعفر بن محمد عن ابیه عن جده علیهم السلام قال لما استخلف ابوبکر جاء ابوسفیان فاستاذن علی علی علیه السلام قال ابسط یدک ابایعک فوالله لا مالها علی ابی فیصل خیلاؤ رجلا فانزوی عنه علیه السلام و قال ویمحلک یا آبا سفیان هذه من دواهیک وقد اجتمع الناس علی ابی بکر.

امام جعفر صادق اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے والد (امام زین العابدین) سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابوبکر خلیفہ بنے اور ابوسفیان نے حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آپ ہاتھ بڑھائیں میں آپ سے بیعت کرتا ہوں خدا کی قسم اس علاقہ کو سواروں اور پیدلوں سے بھر دوں گا اگر آپ (علی) خوف کی وجہ سے خلافت کا اعلان نہیں کر رہے اور خاموش ہیں یہ سن حضرت علی نے کہا اے ابوسفیان تیرے لئے سخت افسوس ہے کیونکہ ابوبکر کی خلافت پر صحابہ کا متفقہ اور اجماعی فیصلہ ہو چکا ہے۔ خدا کی قسم ابوبکر کی خلافت کسی طرح بھی اسلام کیلئے غیر مفید نہیں ہو سکتی۔

(شافی و تلخیص شافی جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۳۲۸ مطبوعہ نجف اشرف)

اور اگر شیعہ کتب کی رو سے یزید اور حضرت امام حسین کا باہمی معاملہ بھی غور کریں اور کسی تعصب کے بغیر نتیجہ اخذ کیا جائے تو واضح ہو جائے گا نگاہ امام حسین میں یزید بھی اسی طرح اہل کوفہ سے بہتر تھا۔

جس طرح نگاہ امام حسن میں حضرت معاویہؓ ان (شیعوں) سے بہتر تھے۔ شیعوں کے یہ کہنا کہ حسین تو سقیفہ کے دن ہی قتل ہو گئے تھے۔ کسی اچھی قابلیت کا مظاہرہ نہیں ہے۔

بلکہ صحیح دعویٰ تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ جس دن رسول اللہ نے رسالت کا اعلان فرمایا تھا۔ حسین اور دیگر اکابرین اہل بیت اسی دن قتل ہو گئے تھے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) اگر سبب بعید دیکھیں تو اعلان رسالت ہے۔ اور اگر سبب قریب دیکھیں تو حضرت امام حسن کی دستبرداری ہے اور خلافت کو حضرت معاویہؓ کے سپرد کرنا ہے۔ تو یہ کہاں کا انصاف ہوگا کہ اول و آخر کو چھوڑ کر درمیان والوں پر یہ ذمہ داری ڈال دی جائے۔ سقیفہ والوں نے تو محدود سلطنت لی جس میں وصال رسول اللہ ﷺ سے تنزل آ چکا تھا۔ اور یہ ڈانواں ڈول ہو چکی تھی۔ پھر اس کو مضبوط و مستحکم کیا اور وسیع و عریض ملک بنا دیا۔ پھر اہل بیت کے حوالے کر دیا۔ وہ قاتل کیسے ہو گئے؟ یہ تو امام حسن کی ذمہ داری تھی کہ خلافت کو اپنے بھائی کے حوالے کرتے اور حضرت معاویہؓ کو اس مسند رسول و مسند علی کے قریب بھی نہ آنے دیتے اور نہ ہی پھر کوئی اُموی اس پر قابض ہو سکتا۔ جب ان امور پر صحیح غور و فکر کیا جائے تبھی یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ یہاں پر دراصل سبائی ذہن اور یہودی مجوسی سازشیں کیا کام کر رہی ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو چاہتے ہیں عالم اسلام میں امن و سکون نہیں ہونا چاہیے۔؟ اور مسلمانوں کو باہم دست و گریبان کیا جائے۔ تا کہ فتوحات کا سیلاب رُکا رہے۔ اور عالم کفر و شرک سکھ کا سانس لیں۔

ایک اور روایت بھی سن لیں

وفی الخبر الصوری عن امیر المومنین علیہ السلام لماقبل له الاتوصی؟ فقال ما اوصی رسول اللہ ﷺ فاوصی ولکن اذا اراد اللہ بالناس خیر استجمعهم علی خیر کما جمعهم بعد نبیهم خیر هم .

حضرت علی نے فرمایا رسول اللہ نے وصیت نہیں فرمائی تھی میں کیسے وصیت کروں لیکن جب اللہ کریم لوگوں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے گا تو ان کو ان میں سے جو اچھا ہے اس پر اتفاق بخشے گا۔ جیسا کہ بعد رسول اللہ کے لوگوں میں سے جو اچھا تھا اسی پر اجماع اور اتفاق بخشا تا۔

(الشافی ترجمہ اصول کافی جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۱۷ مطبوعہ ۱۹۷۲ ناشر قیم بک ڈپو ناظم آباد کراچی)

وقد روی عن ابی وائل والحکیم عن علی ابن ابی طالب علیه السلام انه قبل له الا وصی ؟ قال ما اوصی رسول الله فاوصی ولکن قال ان اراذالله خیرا فیجمعهم علی خیر هم بعد نبیهم. الخ)

حضرت علی سے آخری وقت میں عرض کیا گیا کہ آپ اپنے قائم مقام کے لیے وصیت کیوں نہیں فرماتے جواب دیا رسول اللہ نے جب وصیت نہیں کی میں کیسے وصیت کروں۔ البتہ رسول اللہ نے فرمایا تھا. اگر اللہ کریم نے بھلائی کا ارادہ فرمایا تو میرے صحابہ کا اجماع ان میں سب سے اچھے آدمی پر ہو جائے گا.

(کتاب الشافی ترجمہ اصول کافی جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۳۷۳ مطبوعہ ۱۹۷۲ ناشر شمیم بک ڈپو ناظم آباد کراچی)

لیجئے صاحب! یہ ہے حضرت علیؓ کا حتمی اور قطعی فیصلہ حضرت علیؓ تو وصی رسول کے بارے میں یہ کہیں اور آج کل کے ذاکروں کی یہ ٹوں ٹوں کہ صحابہ کرامؓ نے (خلفائے ثلاثہ) حضرت علیؓ سے خلافت چھین کر غصب کر لی تھی۔ اب انصاف سے کہیئے کہ کس کو صحیح اور درست مانا جائے۔ ذاکر لوگ اپنی لمبی لمبی اذانوں میں وصی رسول اللہ وخلیفہ بلافصل اور خدا جانے کیا کیا کلمات گانٹھتے چلے جاتے ہیں۔ کیا اس سے حضرت علیؓ کی صاف صاف تکذیب لازم نہیں آتی؟

منبروں پر چڑھ کر حضرت علیؓ کو جھٹلانا اور ان کی تکذیب کرنا کس محبت اور تولی کا تقاضا ہے. اگر یہی محبت ہے تو دشمنی کس کو کہتے ہیں؟

اگر زحمت نہ ہو تو وصیت کے بارے میں ایک اور روایت ملاحظہ کرلیں۔

اگر ابوبکر وعمر سزاوار نہ بودند چگونہ بیعت کردی واطاعت فرمودی واگر بودند من ازشاں فرتر تیم چناں بش از برائے من ک از برائے ایشاں بودی۔

فقال علی علیه اسلام

اما الفرقه فمعاذ الله ان افتح لها با با واسهل الیها سبلا ولکنی

انهک عما ينهک الله ورسوله عنه واهديک الی رشدک واما عتيق وابن الخطاب فان کان اخذ ماجعله رسول الله لی فانت اعلم بذلک والمسلمون ومالی ولهذ الامرِ وقد ترکته مند حين فاما ان لايکون حقی بل المسلمون فيه شرع فقد اصاب السهم السغرته وام ان يکون حقی دونهم فقد ترکت لُهم طبت نفسا ونفصت يدی عنه استصلاحا. الخ

(ناسخ التواریخ جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۵۱۹ مطبوعہ تہران ایران)

یعنی حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ سے فرمایا! اگر ابو بکرؓ عمرؓ خلافت کے مستحق نہ تھے تو آپ نے ان کی بیعت کس طرح کی اور ان کی فرمابرداری کیوں کرتے رہے؟ اور اگر مستحق خلافت تھے تو میں بھی انہیں کی طرح سے ہوں اور میرے ساتھ اُسی طرح ہو کر رہئے جیسا کہ اُن کے زمانے میں اُن کے ساتھ رہے۔ اس کے جواب میں حضرت علیؓ نے کہا تفرقہ اندازی؟ اللہ مجھے اس بات سے بچائے کہ میں تفرقہ اندازی کا دروازہ کھولوں یا فتنہ کا راستہ آسان کروں میں آپ کو صرف اس چیز سے منع کرتا ہوں جس چیز سے اللہ اور اس کے رسول نے منع فرمایا۔ لیکن ابو بکرؓ و عمرؓ کا معاملہ تو اگر انہوں نے اس چیز کو مجھ سے غصب کیا ہوتا جس کو رسول اللہ نے میرے لیے مختص فرمایا تھا آپ اور باقی لوگ اس کو زیادہ جانتے ہیں مجھے اس خلافت کے ساتھ واسطہ ہی کیا۔ میں نے تو خلافت کے خیال کو ذہن سے نکال دیا ہے۔ پس خلافت کے متعلق دو ہی احتمال ہیں۔ ایک یہ رسول اللہ کے بعد خلافت صرف میرا حق نہ تھا۔ بلکہ سارے صحابہ مساوی طور پر اس میں حق دار تھے۔ جس کا حق تھا اس کو خلافت مل گئی۔ دوسری یہ صورت کہ خلافت صرف میرا حق تھا اور باقی کسی کا حق نہ تھا۔ تو میں نے اپنی خوشی کے ساتھ ان کو بخش دیا۔ اور صلح صفائی کے ساتھ ان کے حق میں دستبردار ہو گیا۔

خلیفہ ثانی سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت علی نے رشتہ دیا۔ اس نکاح کا ثبوت تقریباً اہل تشیع کی ہر کتاب میں موجود ہے۔ مگر جن الفاظ کے اہل بیت کی عقیدت کا دم

بھرنے والے اس نکاح کا اقرار کرتے ہیں۔ مجھے اللہ کی قسم ہے کوئی ذلیل سے ذلیل انسان بھی اپنے متعلق ان الفاظ کو برداشت نہیں کر سکتا۔ کوئی شخص اِن الفاظ کو دیکھ کر یہ بات تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتا ہے کہ اس قسم کے الفاظ بدترین دشمن ہی منہ سے نکال سکتا ہے۔ میں حیران ہوں کہ اللہ کے مقبول اور برگزیدہ بندوں کے متعلق یہ الفاظ استعمال کرنے والا اسی دنیا میں غرق کیوں نہیں ہو جاتا میں یہ جرأت نہیں کرتا اور اپنی عاقبت خراب نہیں کرتا کہ وہ الفاظ لکھوں یہی روایت جس کے لکھنے سے میرا دل لرز گیا میرے ہاتھ سے قلم گر پڑا اللہ کی قسم میں لکھنے کی جرأت نہ کر سکا اہل تشیع نے اپنی معتبر ترین کتاب ناسخ التواریخ جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۳۲۲، ۴۳۳ مطبوعہ تہران میں بڑے شدومد سے لکھا۔ ملاحظہ فرمالیجئے۔ آپ دعویٰ محبت کے کوٹ کے اندر دیکھئے اور اس زہر سے بچئے خلفاء راشدین کی شان اقدس میں شب وستم بکنا اور محبت علی کہلوانا حضرت علی کو معاذ اللہ جھٹلانا اور پر دعویٰ تولی (محبت) کرنا ایمان تو کجا خود کسی معقولیت پر بھی مبنی نہیں ہو سکتا۔ بے خبر اور ناواقف لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے کبھی قرطاس کی روایت پیش کی جاتی ہے۔ کہ رسول اللہ نے اپنی زندگی کے آخری خمیس کو اپنے گھر میں اہل بیت کے مردوں سے کہا کہ لکھنے کے لئے کوئی چیز (دوات، قلم، کاغذ لاؤ میں تمہارے لئے کچھ وصیت لکھ دوں تا کہ تم میرے بعد صراط مستقیم پر ثابت قدم رہو حضرت علیؓ نے مسجد میں جا کر دوات قلم طلب فرمائی حضرت عمرؓ نے کہا ہمیں قرآن کافی ہے۔ کیا رسول اللہ ہمیں داغ مفارقت تو نہیں دینا چاہتے؟ اس بات کو سمجھو!!

یہ روایات اہل سنت کی کتابوں میں ہو یا اہل تشیع کی کتابوں میں بہر صورت قرآن کریم کی آیت کریم وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ (العنکبوت:۴۸) یعنی آپ اپنے ہاتھ مبارک سے کبھی اس کو نہ لکھنا تا کہ گمراہ کرنے والے لوگ اس میں شک پیدا نہ کر سکیں۔ بہر صورت رسول اللہ کا اپنے ہاتھ مبارک سے لکھنا ممنوع اور محال ہے۔ اور روایت میں ہے کہ میں لکھوں دوسرا بالفرض تسلیم اس روایت میں خلافت کا ذکر تک نہیں حضرت علی کی خلافت وہ بھی بلافصل کیسے ثابت ہو گئی؟ اہل بیت کے مردوں میں حضرت علیؓ موجود

تھے تو ان کو دوات قلم پیش کرنے کا حکم ہوا جیسا کہ (ائتو) کا صیغہ جمع مذکر اسی امر پر دلالت کرتا ہے۔ فرض کرو کہ حضرت عمر نے حسبنا کتاب اللہ (ہمیں قرآن ہی کافی ہے) کہہ دیا تو سوال یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے کہنے پر عمل کرنا تھا۔ یا رسول اللہ کے حکم پر؟ پھر حضرت علیؓ نے کس کے کہنے پر عمل کرتے ہوئے دوات، قلم، کاغذ پیش نہ کیا۔

اسی طرح یہ بھی ابلا فریبی ہے حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل کی دلیل میں خم عزیز کی روایت پیش کی جاتی ہے۔ رسول اللہ نے حضرت علی کے متعلق فرمایا تھا۔ من کنت مولا فعلی مولا (میں جس کا دوست ہوں علی بھی ان کے دوست ہیں) ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں مولا بمعنی دوست ہے دیکھو آیت کریمہ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰـہُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ (التحریم ۴)
اب مولا کا معنی حاکم یا امیر کرنا صراحۃً قرآن کریم کی مخالفت ہے۔ اور تفسیر بالرائے ہے۔

تمام حوالے عرض کر چکا ہوں کہیے؟ کوئی ایک بھی روایت کسی اہل سنت کی کتابوں سے پیش کی؟

یقیناً اہلِ انصاف میری تصدیق کریں گے۔ کہ مذہب شیعہ کی بنیاد درحقیقت دوست نما دشمن نے رکھی ہے۔ ممکن ہے بھولے بھالے برادران اسلام کہیں کہ جو لوگ سال بہ سال امام عالی مقام کا ماتم کرتے ہوں اور اپنے سینوں کو پیٹ پیٹ کر خون کر دیتے ہوں وہ کیسے دشمنِ اہل بیت ہو سکتے ہیں۔ اس کا فطرتی جواب صرف اتنا ہے کہ اس قسم کی روایات گھڑنے والو کی کم از کم سزا یہی ہو سکتی ہے۔

مقدس پاک باز ہستیوں کی شان میں علانیہ بکواس بکنے کی سزا دنیا میں یہی ہونی چاہیے۔ کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے منہ اور اپنے سینے کو پیٹ پیٹ کر اڑا دیں ورنہ محبت کے تقاضے پر یہ کارروائی اگر مبنی ہوتی تو اس کی ابتداء حیدر کرار علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے شروع ہوتی۔ ان کے بعد یازدہ امام اس پر عمل کرتے ہوئے ماتم کرتے۔ مگر یاد رکھو یا کسی زبردست مجرمِ خدا کی کم از کم سزا یہی ہونی چاہیے جو بہر حال ان لوگوں کیلئے بہتر ہے۔ اللہ ہمیں ہدایت فرمائے۔

فقیر محمد قمر الدین سیالوی غفرلہ

سجادہ نشین آستانہ اقدس سیال شریف ضلع سرگودھا (پاکستان)

۱۸۔ ربیع الآخر ۱۳۷۰ھ

جاتے ہیں. اور عجیب غریب حکایتیں تراش کراس کے متعلق مشہور کی جاتی ہیں. جس سے عام مسلمان آبادی کو متاثر ہونے کا خطرہ ہے. یہ سب اس قسم بدعات نہیں ہیں جس پر مواخذہ نہ ہو بلکہ بدعت سیہ ہیں جس پر شرعی گرفت ہوسکتی ہے." (فتاوی عزیزیہ صفحہ نمبر ۱۹ مطبوعہ مختبائی دہلی)

لہٰذا بغیر کسی تعصب وعناد کے بلکہ برادرانہ طور پر چند سطور سپرد قلم کی گئیں ہیں. تا کہ ہم سب مل کر اس میں جو پہلو شریعت مطہرہ کے خلاف ہیں. ان کو ترک کر دیں. خلاصہ یہ کہ اپنے دینی و دنیاوی معاملات میں اللہ تعالی اور رسول اکرم ﷺ اور جمہور ائمۃ مجتہدین کی اطاعت از بس ضروری ہے. اور اختلافی صورتوں میں شرعی اصولوں کو چھوڑ دینا بلکہ انکار کر دینا اور اپنی خواہش کو اختیار کرنا سخت بے دینی ہے۔

قارئین کرام مضمون مندرجہ کے لیے جن کتابوں کے حوالہ جات دیئے گئے ہیں. وہ شیعہ حضرات کی مستند کتابیں ہیں جن کو وہ غلط نہیں کہہ سکتے. کیونکہ یہ کتب شیعہ حضرات کے نزدیک مستند ومعتبر ہیں. اور قابل استدلال ہیں چونکہ وہ اپنے احکام وغیرہ کو انہیں کتابوں سے ثابت فرماتے ہیں. اوران کو حجت ودلیل سمجھتے ہیں. اگر وہ حوالہ جات وعبارت مندرجہ کو تسلیم نہ کریں اوران کے باوجود کہ وہ ان کتابوں کو صحیح مانتے ہوں کیونکہ اُن کے ائمہ کرام اوراُن کے اقوال وافعال و جملہ ضروریات آخر انہیں کتابوں کے ذریعہ ان کو معلوم ہوئے ہیں. اور ان کو انہی کے راویوں نے بیان کیا ہے. جن سے یہ حوالا جات اور عباراتِ مندرجہ منقول ہیں. تو جب وہ راوی اور کتابیں ہی غیر معتبر ہوئی. تو ان کے تمام ائمۃ ماتمی مذہب اصول وفروغ وغیرہ سب کچھ گیا. یہ بھی یاد رہے یہ شیعہ کتب صرف شیعہ حضرات کے لئے مستند ہیں. اور ان ہی پر حجت ہوں گی اور بطور الزام ذکر کی جائیں گی.

میرے پیارے پیارے اسلامی بھائیو دوستو اور بزرگو عوام کو اپنی طرف سے کسی چیز کو اچھا یا برا کہنا اور اس کو مذہب کا جزو بنالینا. بے معنی اور فضول بات ہے. ان کے اختیار

کرنے سے دنیا وآخرت کا گھاٹا ہے. سراسر خسارہ ہے۔

کتاب الذبح علامہ سید علی الحاری شیعی لاہوری صاحب تفسیر لوامع التنزیل میں بعنوان "اصلاح مراسم تعزیہ داری" کے ماتحت یوں لکھتے ہیں۔

"تعزیہ داری کے موجودہ رسوم جو خلاف شرع اور قابل اصلاح ہیں مثلاً ذوالجنا کا پس خوردہ دودھ تبرکاً (اشرف الخلوقات) انسانوں کو پلانا اور اُس کے نیچے بکرے ذبح کرنا وغیرہ وغیرہ یہ سب افراط وتفریط ہے. اس کو ترک کر دینا از بس ضروری ہے. ان سب کو عوام کالانعام نے اختراع کیا ہے اور اپنے زعم باطل سے ترقی اسلام کا سبب بنا رکھا ہے. یہ سب باتیں ایسی ہیں جن کی کوئی بھی مذہب میں اصلیت نہیں ہے. عوام الناس نے خواہ مخواہ ان باتوں کو رفتہ رفتہ مذہب بنا رکھا ہے. اور جس امر کا مذہب میں کوئی حکم نہ ہو ظاہر ہے کہ وہ ایک لغو اور بیہودہ فعل ہے. پس دانشمندی یہی ہے کہ مومنین افراط وتفریط کے دونوں پہلوؤں کو چھوڑ دیں. عوام الناس کا اپنے خیال اور قیاس سے کسی چیز کو اچھا یا زینت اسلام کا موجب اور ترقی مذہب کا باعث سمجھ لینا اور اس کو مذہب میں داخل کر لینا مذہباً کسی طرح جائز نہیں.

مذکورہ باتوں میں بعض باتیں تو حرام ہیں اور بعض گناہ کبیرہ ہیں۔ ان کو فوراً ترک کر دینا چاہئے۔ اسی طرح فاضل موصوف نے اپنی تفسیر لوامع التنزیل صفہ نمبر ۲۰، ۲۱ پر بڑی شرح وسط سے یہ بیان کیا ہے۔ "کہ حضرت حسین کے مرثیوں کو راگ سے پڑھنا سخت منع وحرام ہے"۔

(استغفر اللہ ثم استغفر اللہ) سنتے تھے کہ عراق عجم میں شیعہ حضرت حسین اور ان کے اہل بیت کی نقلیں بنا کر ان کی تذلیل کرتے ہیں جو لوگ محرم کے دنوں میں عراق و ایران سے ہو آئے ہیں۔ ان سے دریافت کیجئے کہ وہاں امام مظلوم کا ماتم کس انداز میں کیا جاتا ہے. واقعہ کربلا کی پوری تصویر کھینچی جاتی ہے. محبان اہل بیت میں سے کوئی شمر بنتا ہے. اور کوئی یزید۔ لڑائی ہوتی ہے. وہی شعیہ جو قاتل پر ہزار تبرا کے بغیر روٹی نہیں کھاتا خود قاتلوں

کا لباس پہنے حسین کو قتل کرتا ہے. چند لڑکیوں کو جن کا نام زینب اور ام کلثوم رکھا جاتا ہے. یہ شیعہ "قاتل" ان کے کلّوں اور رخساروں پر تھپڑ مارتا ہے. ان کے کانوں کی بالیاں اور بُندے نوچتا ہے. امام حسین کو گالیاں دیتا ہے. اور انہیں قتل کر کے خوشی کے مارے اچھلتا کودتا ہے. اس کے ساتھی بھی گالیاں سنتے اور خوش ہوتے ہیں. امام کے خیمے لوٹے جاتے ہیں. مستورات کو برہنہ اونٹوں پر سوار کیا جاتا ہے. بازاروں میں پھرایا جاتا ہے. ناجائز دھمکیاں دی جاتی ہیں. اور کوفی غداروں کی نقل اتاری جاتی ہے. مگر ہندوستان کے شیعہ تو ان سے دو قدم آگے اور بڑھ گئے ہیں کہ انہوں نے حضرت حسین کے مقدس والدین محترمین کی بھی نقل بنا کر ان کی ہتک عزت کر ڈالی کیا یہی حب اہل بیت ہے؟ کہ اپنے ہاتھوں سے ان کی توہین کر کے غیر مذہب والوں کو بھی ان کا تماشا دکھایا جائے.؟ ابھی دل کو قابو کیجئے۔

مزید سُنیے! شہر لکھنؤ محلّہ منصور نگر میدان ایلچ خان میں جو ناٹک سرور (یعنی مجلس تبرا بازی) کے نام سے کیا گیا ہے جس کی مختصر خبر روزنامہ زمیندار، سیاست، حقیقت، میں چھپ چکی ہے. ہوش کو جمع رکھیے کہ اس ناٹک سرور میں اصحاب ثلاثہ کی نقلیں اتار کر ہزار ہا کے مجمع عام میں، جس میں غیر مسلم خاص طور پر بلائے گئے تھے. ان کی خلافت حاصل کرنے کا نقشہ دکھایا گیا. اور حضرت علی کی نقل بنا کر ان کی گردن میں رسی ڈالی گئی اور کھینچے جانے اور جبری بیعت لینے کا سین دکھایا گیا. اس طرح حضرت خاتون جنت کی نقل پر دروازہ گرائے جانے کا سین بھی دکھایا گیا. شیعہ ان مقدس پاک باز ہستیوں کی نقل بنا کر ان کی بے عزتی کرتا ہے. دیکھئے! محبت کی آڑ میں کس طرح دشمنی کرتا ہے۔ آج وہ شیعہ مصنوعی تعزیہ اور جھوٹی داستان بنا کر. بیچارے بھولے بھائی اسلامی بھائیوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ (اللہ سے ان کفریات کی نقل کرنے پر ہم معافی کے طلبگار ہیں)

عزیز مسلمان بھائیوں، سیاہ لباس پہننا دشمنان خدا کا شیوہ ہے، دوزخیوں کو یہ لباس پہنایا جائے گا۔ اور یہ فرعونوں کا لباس ہے۔

۱۔ ''امام جعفر صادق نے کہ حق تعالیٰ نے ایک نبی کے پاس وحی بھیجی کہ مومنوں سے کہدے کہ میرے دشمنوں کا لباس نہ پہنیں یعنی سیاہ لباس کیونکہ وہ دشمنان خدا فرعون وغیرہ کا لباس ہے۔ (جامع عباسی باب شانزدہ بابی، مصنفہ ملا بہاء الدین شعی یوسفی، دہلی صفحہ ۲۱۶، ۲۱۷)

۲۔ **سئل الصادق علیه السلام عن الصلوٰة فی القلنسوة السود فقال لا تصل فیه لانها لباس اهل النار و قال امیر المومنین فیما علم به لا تلبسوا لسواد فانه لباس فرعون.** (لاتحضرۃ الفقیہ صفحہ ۵۱)

مزید تسلی کے لئے کراہ ماتم فحہ نمبر ۱۷ فروغ کافی صفحہ نمبر ۳۴۴ جلد نمبر ۲ اور جامع الجعفری ترجمہ جامع الرضوی نولکشوری صفحہ ۶۹، جلاء العیون صفحہ نمبر ۶۴۱ یہ سب حوالہ جات ملاحظہ کریں۔ اب دنیا بھر کے شیعہ حضرات نے سیاہ لباس پر مذہبی رنگ چڑھا کر اس کو مذہب کا ایک حصہ بنالیا ہے۔ اور اس کو پہننا بڑے اجر وثواب کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

۳۔ ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقر سے یوں روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقتِ وفات سیدہ فاطمہ سے کہا کہ اے فاطمہ جب میرا انتقال ہوجائے اُس وقت تو اپنے بال میری جُدائی کی وجہ سے نہ نوچنا اور اپنے گیسو پریشان نہ کرنا اور واویلا نہ کرنا اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا اور نوحہ کرنے والوں کو نہ بلانا (جلاء العیون ص ۵۷، فروغ کافی ص ۲۱۴ ج ۲)

۴۔ جب ابوبکر نے غسل وکفن وغیرہ کے متعلق اہلبیت کے سامنے حضور علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے اس کے متعلق جواب ارشاد فرمایا کہ جب ملائکہ مجھ پر نماز ادا کرچکیں اُس وقت تم فوج فوج اس گھر میں آنا اور مجھ پر صلوٰت بھیجنا۔ اور سلام کرنا اور مجھے نالہ وفریاد گریہ وزاری سے آواز نہ دینا، پھر فرمایا اُٹھ جاؤ اور جو کچھ میں نے بیان کیا اُسے اور لوگوں (☆) کو مطلع کردو۔ (حیات القلوب قلمی ص ۱۰۹۹)

(☆) اسی شیعی روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت صدیق نے سب سے پہلے حتیٰ کہ اہل بیت سے بھی پہلے کفن ودفن کے متعلق حضور علیہ السلام سے دریافت فرمایا تھا جس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ سب معاملات کفن ودفن وغیرہ میں شریک تھے۔

شیعہ کتب گلزار جنت صفحہ نمبر ۳۰ پر لکھا ہے۔ کہ حضرت امام حسین نے ساتویں کو اپنے خیمہ سے تین قدم کے فاصلے پر کنواں کھودا اور میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہوگیا۔ اس پانی کو امام حسین اور آپ کے اصحاب نے پیا اور پکھالیں بھر لیں پھر وہ چشمہ غائب ہوگیا۔ یا قدرت الٰہی سے خشک ہوگیا۔ کتاب گلزار جنت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آٹھویں محرم کو بھی حضرت عباس جن کا ان کے ماموں (شمر) کو بہت لحاظ تھا لڑ بھڑ کر دریائے فرات سے بیس مشکیں بھر کے صحیح وسالم لے کر اپنے مقام پر پہنچ گئے اور کوئی اس لڑائی میں امام حسین کے لشکر کا شخص شہید یا زخمی نہیں ہوا۔ اور صاحب گلزار جنت یہ بھی لکھتے ہیں کہ علمائے معتبرین کی کتابوں میں اسی سبب سے حضرت عباس کا لقب بنی ہاشم کا (سقائے اہل بیت) مشہور ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعوں کے نزدیک بھی کربلا کی روایات غلط اور باہم متصادم ہیں۔ ملاحظہ کیجئے گلزار جنت صفحہ نمبر ۳۱ تا ۳۳۔ پر لکھا ہے کہ مقام کربلا دریا کے کنارے پر واقع ہے۔ جہاں تھوڑی سی گہرائی پر بھی پانی دستیاب ہوسکتا ہے۔ کربلا کے متعلق شیعی روایات یوں بھی ہیں۔ کہ وہ ایک سرسبز زرخیز مقام تھا۔ جہاں پانی وغیرہ کی دقت بالکل نہ تھی۔ تصویر کربلا شیعی صفحہ نمبر ۲۴ پر ہے کہ حضرت حسین جب حُر کے ساتھ کربلا میں تشریف لائے تو اُس کے گرد و پیش درج ذیل قبائل آباد تھے۔ ماریہ، نینوا، غامریہ، قادسیہ، شفیعہ، عقر وغیرہ جو اس کے مالک و قابض تھے۔ حضرت حسین نے اُن سے اس مقام کربلا کو ساٹھ ہزار درہم کے عوض خریدا۔ اُس وقت پیمائش چار مربع میل تھی۔ اس کی فضیلت میں بے شمار شیعی روایتیں ہیں۔

۱۔ جامعہ عباسی کے صفحہ نمبر ۳۰ پر یوں لکھا ہے۔ ”اور مالداروں پر تو ہر سال کربلا کی زیارت واجب ہے جو ایک سال نہ جائے گا اُس کی عمر ایک برس کم ہو جائے گی۔ جو قدم راہِ کربلا میں اُٹھایا جائے اس کے عوض ایک ایک حج مبرور اور ہزار غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ زیارت سے اگلے پچھلے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ عُرفہ (روز حج) کے دن زیارت کرنے سے ایسے بیس حج وعمرے کا ثواب ملتا ہے جو کسی نبی یا امام کے ساتھ کیے ہوں۔

۲۔ گلزار جنت شیعی صفحہ نمبر ۹ پر یہ بھی لکھا ہے۔ کربلا کی زمین تمام زمینوں سے پاکیزہ تر

اور سب سے زیادہ حُرمت والی ہے اور بہشت کی زمینوں سے ہے اور سب سے بڑھ کر ہے۔
شیعوں کا اصلی اور خدائی نام رافضی ہے. سنئے لکھتے ہیں.

ا۔ ابو بصیؔر نے ایک روز امام جعفر صادق سے کہا کہ مسلمانوں نے ہمارا نام بُرا رکھا ہے جس سے ہماری کمر ٹوٹ گئی اور دل مر گئے، اور ایک حدیث ان کے فقہاء نے بیان کی ہے جس میں ہم کو رافضی کہا ہے اور اسی بناء پر ہمارا نام رافضی رکھا گیا ہے۔ اس پر امام جعفر صادق نے فرمایا کیا وہ نام رافضی ہے؟ ابو بصیؔر راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا ہاں، امام نے کہا اللہ کی قسم ان لوگوں نے تمہارا نام نہیں رکھا۔ بلکہ اللہ نے رکھا ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

فقال ابو عبداللہ علیہ السلام الرافضۃ قال قلت نعم قال لا واللہ ماہم سموکم بل اللہ سماکم، اور قاضی نور اللہ شوشترؔی مجتہدی شیعی نے مجالس المومنین میں تصریح کی ہے کہ قدماء اثناء عشر کا لقب رافضی تھا اور حدیث جس میں ان کو رافضی کہا گیا ہے۔ حسب ذیل ہے۔

سیاتی من بعدی قوم لهم نبذ یقال لهم (الرافضة فان ادرکتم فاقتلوهم فانهم مشرکون قال قلت یا رسول الله ما العلامة فیهم قال یفرطونک مالیس نیک ویطعنون علی السلف (دار قطنی) ترجمہ پہلے گزر گیا ہے۔ جامع اخبار، صحیفہ رضی شیعی کتابوں میں بھی یہ موجود ہے، اس سے ثابت ہوا کہ شیعہ حضرات کا نام رافضی تھا۔ (اہلبیت اور شریعت کے چھوڑنے والے) ☆ جو کہ تبصریح ائمہ

☆ کیونکہ رافضی چھوڑنے والے کو کہتے ہیں اور انہوں نے ائمہ اہلبیت کی پیروی اور تابعداری چھوڑی اور شریعت سے پشت موڑی اور اماموں پر ظلم وستم ڈھائے، ان کو پریشان کیا، اُن کی عزت ووقار کو ٹھیس لگائی، بڑی بے رحمی سے بعض کو شہید کیا اور اُن کی پھٹکار لے کر اپنی دنیا و آخرت سیاہ کی۔

خود خُداوند تعالٰی نے عطا فرمایا تھا۔ قدیم زمانہ کے شیعوں نے اسے بصدِ خوشی قبول کیا تھا، مجتہدین شیعہ نے اسکی تصدیق کی، مگر افسوس کہ آج شیعہ حضرات اس کو پسند نہیں فرماتے، اور خدائی لقب کو چھوڑ کر اپنی طرف سے مختلف القاب تجویز کرتے ہیں، بعض اپنے کو شیعہ اور بعض امامیہ اور بعض اثناء عشریہ کہلاتے ہیں، جن کا کہیں کوئی ثبوت نہیں۔ لہٰذا ان کو لازم ہے کہ اپنے کو

رافضی کہیں اور کہلوائیں، کیونکہ یہ خدائی نام ہے جو بہر صورت ان کے لئے بہت بہتر ہے۔
جو غم والم واقعی صحیح ہوتا ہے. خاص دل پر اس کی چوٹ ہوتی ہے. اس کا اظہار کسی خاص حیلہ و بہانہ کا محتاج بیان نہیں ہوا کرتا. کوئی عزیز فوت ہو جائے. تو اس کا خیال آتے ہی آنسو بہنے لگتے ہیں. نہ کسی نوحہ پڑھنے والے کی ضرورت ہوتی ہے. نہ کسی اُکسانے کی نہ دن کی قید ہوتی ہے. نہ رات کی نہ کسی سامان کی تکلیف ہوتی ہے. نہ پیغام کی اسی طرح اگر ماتمی حضرات کو حضرت حسین کا واقعی صحیح غم و درد ہو تو تعزیوں، گھوڑوں اور مرثیوں کے بغیر ہی رونا آجائے. کسی شیعہ سے گھنٹوں امام حسین کا ذکر کر کے دیکھ لیجئے. کیا مجال ہے کہ ایک آنسو بھی بہہ جائے. شیعہ ایک گھوڑا لے کر اس کو سجاتے ہیں. اسی گھوڑے کو دُلدُل امام بنا کر زیورات اور سامانِ جنگ سے سجا کر ایک چادر جو کہ سرخ داغوں سے ملوث ہوتی ہے اس پر ڈال کر بازاروں اور گلی کوچوں میں نکالتے ہیں۔ گویا وہ حضرت حسین کا گھوڑا ہے۔ جو ابھی ابھی اپنے سوار کو زمین پر گرا کر نکلا ہے۔ تمام شیعہ چھوٹے بڑے مرد و زن چھاتیوں کو پیٹتے ہوئے یائے حسینؓ وائے حسینؓ کرتے ہوئے جاتے ہیں۔ دیکھئے! ان دشمنانِ اہلبیت کو پھر اسی ظالم گھوڑے کے سامنے یعنی جو امام کو چھوڑ کر بھاگ آیا ہے۔ اُسی سے مرادیں مانگتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ یاد رہے حضرت حسین کی سواری خچر یا اُونٹ تھا بلکہ کربلا میں آپ اونٹ پر سوار ہو کر آئے تھے جبکہ یہ ہمیشہ گھوڑا ہی نکالتے ہیں۔
پھر اس کی تیاری کے درمیان کوئی ماتم کوئی نوحہ نہیں کیا جاتا. اس وقت غمِ حسین کیا دل سے محو ہو گیا ہوتا ہے؟ صرف بات یہ ہے کہ عورتوں (شہوتوں کا سماں) اور مردوں کی ٹڈ بھیڑ و سینہ کوبی کو دیکھنے اور داد دینے والا کوئی موجود نہیں ہوتا. جہاں گھوڑا بازار اور گلی میں نکلا حضرت حسین کی یاد کو حیلہ کر کے ماتم و مرثیہ. شروع کر دیتے ہیں۔ دیکھئے! جب نماز کا وقت آجاتا ہے. تو مسلمان اللہ اکبر کہہ کر وہیں مشغول نماز ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی کسی کا انتظار نہیں کرتے. تا کہ کوئی آ کر نماز پڑھنے پر واعظ کرے تو نماز پڑیں. مگر ماتم حسین کیسی عبادت ہے. جب تک کوئی نہ اُکسائے. تو کر ہی نہیں سکتے. پس ثابت ہوا کہ ماتمی (شیعہ) حضرات کو صحیح غم و دردِ حسین نہیں ہے بالکل نہیں ہے محض بناوٹ ہے. مشہور قاعدہ ہے کہ ایک شخص کسی پر ظلم کرتا

ہے تو مظلوم کے لواحق اور مدد کرنے والے ظالم کی خبر لیتے ہیں. اور اس کو اس کے ظلم کی خوب سزا دیتے ہیں. اور اس ظالم کو اُس کے ظلم کی خوب سزا دیتے ہیں۔ نہ کہ وہ بھی مظلوم پر ہی ہاتھوں کو صاف کریں. اور اسی کو پیٹ پاٹ کر تباہ کریں. جس عورت کے بچے کو ظالم نے ستایا ہو. موٹی بات ہے. کہ وہ ظالم کے منہ کو آتی ہے. اور اُسی کو پیٹتی ہے. اور اُسی کا سیاپہ وغیرہ کرتی ہے. اِسی بنا پر چاہئے تو یہ تھا کہ ان ماتمی حضرات (شیعہ) کو خلافِ شرع پیٹنا و رونا اور ماتم کرنا ہی تھا تو ان کا کرتے. جنہوں نے (مصنوعی روایات) کربلا کے متعلق گھڑی ہیں اُن کا ماتم کرتے. مگر افسوس یہ ماتمی (شیعہ) حضرات یوں نہیں کرتے. ظالم کی تو عزت کرتے ہیں. عجیب ہمدردی ہے. کیا یہ جائز ہے کہ کسی عورت کی بے عزتی ہوتی ہو اور کوئی بے بازاروں میں یہ کہتا پھرے کہ مسمات فلاں بن فلاں کے ساتھ ایسا ہوا اور. ویسا ہوا، یا کسی معزز قوم کو پھر اُسی وقت اور ہر سال معیّن وقت پر بدنام کرتا پھرے. اور چیخ و پکار کرے. لوگوں کو سنائیں. مجمع بنائے. اہتمام کی دعوتیں دیں. کہ فلاں کے ساتھ اس وقت یہ ہوا (استغفر اللہ، ثم استغفر اللہ) کسی مسلمان کو تو اس کی جرأت نہیں ہو سکتی، اور پھر لطف یہ ہے کہ ماتمی حضرات اہل بیت کی اولاد جن کا نام ابوبکر. عمر. عثمان تھا. ان کا نام تک نہیں لیتے بلکہ لازمی طور پر ان کا نام لینا ممنوع قرار دیا جاتا ہے. شاید اس کی وجہ یہ ہے. کہ کہیں بچارے بھولے بھالے حضرات و اور دیگر رفقاء شریک. کہیں اصلیت نہ سمجھ جائیں. کہ اہل بیت اور صحابہ کرام تمام آپس میں شیر و شکر تھے. بھائی بھائی اور ان میں کوئی ذاتی عداوت و جھگڑا نہ تھا. اس وجہ سے ایک دوسرے کے ناموں کو پسند کرتے تھے. اور اپنی اولادوں کو ان ہی ناموں سے موسوم کرنا زیادہ پسند کرتے تھے. اور ضروری سمجھتے تھے. چنانچہ شیعوں کی مشہور کتاب تاریخ ائمہ میں اس کی تصریح موجود ہے. تفصیل کے لئے دیکھ لیجئے!

ائمہ اہل بیت نے مکارمہ اخلاق کا ہمیشہ سبق دیا. اور اپنے پیروؤں کو بہترین اخلاف کا نمونہ بننے کی ہدایت کی لیکن افسوس کہ آج انہی کے نام پر اُن کے دین کو اعلانیہ داغ لگایا جا رہا ہے. اور اس پر فخر کیا جا رہا ہے. واقفِ حال لوگ بھی دوسرے انسانوں کے خوف سے صحیح بات زبان پر لانے کی جرأت نہیں کرتے. تعصب کا اتنا زور ہے کہ بڑے سے بڑا

آدمی بھی صحیح بات کا اظہار نہیں کر سکتا. ہم نے جو کچھ لکھا ہے کہ خدا شاہد اور گواہ ہے کہ محض اسلام کی تائید واہل ایمان کی اصلاح وفلاح اور دنیا وآخرت کی نظر سے لکھا گیا ہے. اس حق گوئی پر عمل کرنے کی بجائے کوئی جاہل کنندہ ناتراش اگر خفا ہو کے مجھے گالیاں دیوے اور اخباروں میں میرے لیے بُرا لکھے تو میرے لیے دل تنگی کا باعث نہ ہوگا. امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں میں نے کسی لومتہ لائم کی نہ پہلے کبھی پرواہ کی ہے نہ آئندہ کبھی کروں گا اسی طرح قارئین حضرات سے التجا ہے کہ وہ اس کتاب کی ہر بحث کو پڑھتے وقت ان امور کو پیش نظر رکھیں. اور بار بار کتاب کا مطالعہ فرمائیں انشااللہ تعالیٰ مضامین کی صداقت روز روشن سے زیادہ واضح نظر آئے گی. بلکہ آپ کو مجبور کر دے گی. آپ ایک صاف ستھرا صحیح سیدھا راستہ اختیار کریں. جو کتاب وسنت کی روشنی میں ثابت ہو اور یہ وہی ہے جو بزرگان اہلسنت والجماعت نے اختیار کر رکھا ہے. ان ضروری امور کو کہہ لینے کے بعد اس رُباعی پر ختم کرتا ہوں. غور سے ملاحظہ فرمائیے.

نام کی ہوتی ہے مُحرم میں خیرات کثیر
ہے کہیں روٹی کہیں کھچڑا کہیں ملتی ہے کھیر
جلوہ گر مصنوعی پنجہ شاہِ مرداں کا جدا
اور وہ تمثال دلدل رخشِ پیکر کربلا
بانس کے وہ ڈھانچ جن پر ہوں کاغذی پیراھن
تعزیہ کہتے ہیں سب اس کو یہاں کے مرد و زن
پہنتے ہیں لوگ اکثر جامہ ہائے سبز رنگ
ہوتی ہے گھتکا پھری سے وقت کی مصنوعی جنگ

الداعی والسلام
بندہ مسکین مہرالدین نقشبندی قادری عفی عنہ (لاہور پاکستان)

پیر غلام دستگیر نامی

اہل بیت اور اصحاب مصطفیٰ ﷺ کی محبت عین حب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور اُن سے دشمنی رسول اکرم ﷺ سے دشمنی کے مترادف ہے مگر بعض لوگ بڑے لطیف پرائے میں حب اہل بیت کے پردہ میں اہل بیت سے دشمنی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہ ممدوحین اہل بیت صحابہ کرام کی شان اقدس میں غلیظ الفاظ استعمال کرتے رہتے ہیں۔ زبان و قلم سے ان کا یہ وظیفہ شعار بن چکا ہے۔ اُمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اہل بیت کی جتنی تعریف صحابہ کرام نے فرمائی اس کی مثال ناممکن ہے۔ اور اصحاب رسول کے جو اوصاف اہل بیت نے ارشاد فرمائے ان کی تمثیل بھی محال اور یہی وجہ ہے کہ ایمان و اسلام کے لئے ان کا وجود جز وِایمان اور معیار قرار پایا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں کتاب وسنت ناطق ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت، ازواج مطہرات اور صحابہ کرام کو گالیاں دینا بے ادبی اور گستاخی کرنا توہین و تنقیص کا نشانہ بنانا حرام و کفر ہے۔ جو ایسا کرے وہ ملعون مفتری ہے۔ اور کذاب ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین خصوصاً خلفاء راشدین یعنی سیدنا ابوبکر صدیقؓ، سیدنا عمرؓ فاروق، سیدنا عثمان غنیؓ، سیدنا معاویہؓ، سیدنا عمرو بن العاص کو یہ کہے کہ یہ کفر وضلال پر تھے وہ کافر ہے اور اس کی سزا قتل ہے (شفاء قاضی عیاض)۔

حضرت سہیل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں کہ جو اصحاب رسول اللہ کی عزت نہ کرے وہ گویا نبی کریم ﷺ پر ایمان ہی نہیں رکھتا (النارالحامیہ مولانا نبی بخش حلوائی)۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری محبت اور سیدنا ابوبکر صدیقؓ وعمر رضی اللہ عنہم سے بغض ودشمنی ایماندار کے دل میں جمع نہیں ہوسکتے حضرت امام ابوزرعہ رازی فرماتے

ہیں کہ جو اصحاب رسول اللہ کی شان میں گستاخانہ الفاظ بولے وہ زندیق ہے۔ کیونکہ اللہ اور رسول اور قرآن و احکام شریعت حق ہیں لیکن ہم تک سب چیزیں صحابہ کرام کے بغیر نہیں پہنچیں پس جو ان پر جرح کرتا ہے۔ اس کا مقصد کتاب و سنت کو مٹانے کے سوا کچھ نہیں پس درحقیقت شاتم صحابہ کرام ہی زندیق، گمراہ کاذب اور معاند ہے (مکتوب امام ربانی)

اب غور طلب امر یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعی کوئی حق تھا جو غصب کیا گیا اور آپ نے باوجود خدائی طاقتوں کا مالک ہونے کے اس کی بازیابی کے لئے کوئی کوشش کی؟

شیعی روایتیں بھی یہی بتاتی ہیں۔ کہ نہیں کی بلکہ صبر کیا اور وہ اس حد تک کہ ان کی زوجہ پر معاذ اللہ اس قدر تشدد کیا گیا کہ حملِ محسن ساقط ہو گیا۔ اور بیٹی ام کلثوم بنت فاطمہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بہ جبر نکاح میں لے آئے جیسا کہ فروغ کافی کے باب فی تزویج ام کلثوم رضی اللہ عنہا میں نہایت گندے الفاظ میں اور کتاب "شرح اصول کافی" کی کتاب الحجہ جزو سوم کے ۶۱ ویں باب میں بالفاظ ہتکِ حرمت (پردہ داری) مذکور ہے یہ تو دنیاوی معاملات میں مافوق الفطرت صبر کی کہانی ہے۔ اور دینی معاملہ میں قرآنی احکام کے پارہ پارہ ہونے پر صبر۔ کعبہ کے خراب ہونے پر صبر۔ خدا اور رسول کے طریقوں کے معطل ہونے پہ صبر۔ حق خلافت کے چلے جانے پر صبر۔ خمس کے غصب ہونے پر صبر۔ الغرض بے انتہا صبروں کی تلقین بذریعہ آسمانی وصیت نامہ اختراع کی گئیں صرف یہ بات بتانے کے لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اصحاب ثلاثہ حضرت ابوبکر و عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت میں جو کسی قسم کا جھگڑا نہیں کیا وہ اس لئے تھا کہ انہیں صبر کی وصیت آسمان سے نازل ہوئی تھی اور وہ کتاب و سنت کو معطل پا کر چپ رہے، اللہ کی پناہ! یہ کس قدر شدید بہتان ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات پر۔ حالانکہ ان کے کلام نہج البلاغہ میں صاف ہے کہ خلافت کا سب لوگوں سے مستحق وہی ہے جو اس پر ان سب سے زیادہ قوی ہو اور خدا کا حکم جو اس بارے

میں ہے اسے سب سے زیادہ جانتا ہو۔" نیز فرمایا میں دو شخصوں سے مقابلہ کروں گا ایک تو وہ شخص جو مدعی خلافت ہے۔ حالانکہ وہ اس کا مستحق نہیں اور دوسرا وہ شخص جو اس چیز سے اپنے نفس کو منع کرے جو اس پر واجب ہے" (صفحہ ۲۲۹ نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ) اس ارشاد سے ثابت ہوا کہ حضرات ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے اپنے عہدِ خلافت میں سب سے زیادہ قوی اور احکام الٰہی کے بہترین عالم تھے۔ لہٰذا مستحق خلافت۔ اگر ان اوصاف کے مالک نہ ہوتے تو حضرت علیؓ ان کو غیر مستحق سمجھ کر ضرور مقابلہ کرتے، پس آسمانی وصیت نامہ بالکل جعلی ثابت ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہتک حرمت، احکام خدا اور رسول کے تعطل، غصب حقوق وغیرہ کے قصے کلام امام نے جھوٹے ثابت کر دیئے۔ اس تمہید کے بعد ہم اصل موضوع پر آتے ہیں۔ ہم حضرات عشرہ مبشرہ وغیرہ ہم کل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اوّل درجہ کے غیرت مند اور باطل کو مٹانے والے یقین رکھتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ انہوں نے کبھی منافقت سے کام نہیں لیا۔ جس کے ساتھ ان کی محبت تھی وہ علانیہ تھی۔ صرف اللہ کے لئے تھی۔ اور جن سے دشمنی تھی وہ بھی علانیہ تھی۔ ایسے غیور اور شجاعوں پر یہ بہتان باندھنا کہ انہوں نے باہمی میل ملاپ میں منافقت سے کام لیا کسی عقلمندی کا کام نہیں۔

پس کیسے افسوس کا مقام ہے کہ نبی کی امت کہلانے والے خاص مسلمانوں اور ان بزرگوں کو ہدف تبرا بنائیں جن کے اور حضور کے باپ دادا ایک ہی شجر کے ثمر تھے۔ باوجود اس قسم کی قریب ترین اور گوناگوں رشتہ داریوں کے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت امام حسن، امام حسین رضی اللہ عنہم اور ان کی اولاد میں تھیں کون گمان کرسکتا ہے کہ یہ سب ظاہر داری پر مبنی تھیں اور حقیقت میں وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ معاذ اللہ من ذالک۔ اس کثرت سے نبی پاک و اصحاب رسول کے مابین قرابت و رشتہ داریاں ہیں کہ ایک قرابت کو

دوسری سے ممیز کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ بعض صورتوں میں ایک صحابی کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کئی قسم کی رشتہ داری ہے۔ پس کوئی کسی صحابی کو گالی دیتا ہے تو دوسری یا تیسری پشت میں ہی نبی کریم ﷺ کے آباؤ اجداد کو بھی شامل کر لیتا ہے میں پوچھتا ہوں کوئی ایسا کرنے کے بعد بھی مسلمان کہلانے کا حق دار ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ ایسا کرنے والا مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔

قارئین کرام! ائمہ اطہار نے عموماً اور حضرت علی، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم نے خصوصاً اپنی اولاد کے نام ابوبکر، عمر و عثمان رکھے ہیں اور ان ناموں کی اولاد کربلا میں حضرت امام حسینؓ کے ساتھ شہید بھی ہوئی۔ کیا ابوبکر بن علی، عثمان بن علی و ابوبکر بن حسن جنہوں نے میدان کربلا میں حضرت امام حسین کے ساتھ جان دے کر حق رفاقت ادا کیا، کیا وہ اس کے مستحق نہیں کہ ان کا ذکر بھی مجلس عزا میں کیا جائے لیکن کون کہہ سکتا کہ ان کا نام تک بھی کسی نے آج تک سنا ہو۔ یہ ایک ایسی عداوت ہے جس کا کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ اور اسی قسم کی عداوت کے خلاف ہم صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔

حضرات شیعہ کی معتبر کتاب تاریخ ائمہ صفحہ نمبر ۴۳ میں لکھا ہے کہ حضرت علی، حضرت امام حسن نے اپنی اولادوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان، زید، عمر اصغر وغیرہ رکھے ہیں اور امام حسین کے گیارہ بیٹوں میں چار کے نام ابوبکر و عمر، زید اور یزید بھی بتائے ہیں۔ یزید نام رکھنا امام حسین پر ہی منحصر نہیں بلکہ ان کے چچاؤں کی اولاد میں بھی یزید کے علاوہ معاویہ بھی نام پائے جاتے ہیں اگر کوئی جاہل صحابہ کرام اور آل علی کو باہم دشمن بتائے حالانکہ یہ سب آپس میں قریبی رشتہ دار تھے اور باہمی محبت کی وجہ سے اپنی اولاد کو انہی کے ناموں سے منسوب کیا۔ انصاف اور غور سے دیکھا جائے تو ان میں کوئی عداوت یا دشمنی نہیں ملے گی۔ بھلا دشمنوں کے ناموں سے کوئی اپنی اولاد کو منسوب کرتا ہے۔؟ ان میں جنگوں کے قصے تراشنا اور حقیقت پر پردہ ڈالنا ذریت ابن سبا ہی کو زیب دیتا ہے۔ تحقیق و جستجو کرنے والے سب جانتے ہیں کہ یہ مؤرخوں کی غلط بیانیاں ہیں۔ جو پوشیدہ رکھے گئے مذموم عزائم کو پورا کرنے کے لئے لکھی گئی ہیں۔

دوسری سے ممیز کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ بعض صورتوں میں ایک صحابی کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کئی قسم کی رشتہ داری ہے۔ پس کوئی کسی صحابی کو گالی دیتا ہے تو دوسری یا تیسری پشت میں ہی نبی کریم ﷺ کے آباؤاجداد کو بھی شامل کر لیتا ہے میں پوچھتا ہوں کوئی ایسا کرنے کے بعد بھی مسلمان کہلانے کا حق دار ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ ایسا کرنے والا مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔

قارئین کرام! ائمہ اطہار نے عموماً اور حضرت علی، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم نے خصوصاً اپنی اولاد کے نام ابوبکر، عمر و عثمان رکھے ہیں اور ان ناموں کی اولاد کربلا میں حضرت امام حسینؓ کے ساتھ شہید بھی ہوئی۔ کیا ابوبکر بن علی، عثمان بن علی و ابوبکر بن حسن جنہوں نے میدان کربلا میں حضرت امام حسین کے ساتھ جان دے کر حق رفاقت ادا کیا، کیا وہ اس کے مستحق نہیں کہ ان کا ذکر بھی مجلس عزا میں کیا جائے لیکن کون کہہ سکتا کہ ان کا نام تک بھی کسی نے آج تک سنا ہو۔ یہ ایک ایسی عداوت ہے جس کا کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ اور اسی قسم کی عداوت کے خلاف ہم صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔

حضرات شیعہ کی معتبر کتاب تاریخ ائمہ صفحہ نمبر ۴۳ میں لکھا ہے کہ حضرت علی، حضرت امام حسن نے اپنی اولادوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان، زید، عمر اصغر وغیرہ رکھے ہیں اور امام حسین کے گیارہ بیٹوں میں چار کے نام ابوبکر و عمر، زید اور یزید بھی بتائے ہیں۔ یزید نام رکھنا امام حسین پر ہی منحصر نہیں بلکہ ان کے چچاؤں کی اولاد میں بھی یزید کے علاوہ معاویہ بھی نام پائے جاتے ہیں اگر کوئی جاہل صحابہ کرام اور آل علی کو باہم دشمن بتائے حالانکہ یہ سب آپس میں قریبی رشتہ دار تھے اور باہمی محبت کی وجہ سے اپنی اولاد کو انہی کے ناموں سے منسوب کیا۔ انصاف اور غور سے دیکھا جائے تو ان میں کوئی عداوت یا دشمنی نہیں ملے گی۔ بھلا دشمنوں کے ناموں سے کوئی اپنی اولاد کو منسوب کرتا ہے۔؟ ان میں جنگوں کے قصے تراشنا اور حقیقت پر پردہ ڈالنا ذریت ابن سبا ہی کو زیب دیتا ہے۔ تحقیق و جستجو کرنے والے سب جانتے ہیں کہ یہ مؤرخوں کی غلط بیانیاں ہیں۔ جو پوشیدہ رکھے گئے مذموم عزائم کو پورا کرنے کے لئے لکھی گئی ہیں۔

میں کہتا ہوں صحابہ اور صحابہ کی اولاد میں جنگوں کی غلط روایات کو قرآن وحدیث سے زیادہ قابل اعتماد سمجھنے والوں کا ایمان قرآن وحدیث کی بجائے مجوسیوں اور اہلِ تشیع کی جھوٹی من گھڑت تاریخ پر ہے۔ کیونکہ قرآن بہانگ دہل ان مقدس پاک باز ہستیوں کے بارے میں کہہ رہا ہے" رُحَمَآءُ بَيۡنَهُمۡ ۔ یعنی یہ سب آپس میں شیر وشکر تھے۔ قرآن کا ماننا فرض ہے اور انکار کفر ہے اور تاریخ کا ماننا فرض یا واجب نہیں۔ اور اس کا انکار کفر بھی نہیں۔ بلکہ ایسی تاریخ جس میں صحابہ اور صحابہ کی اولادوں کے درمیان جنگوں اور دشمنیاں گھڑ کر ان کے بارے میں بدظنی پیدا کی گئی ہو اس کا ماننا حرام بلکہ کفر ہے۔ عجمی منافقین نے سوچے سمجھے انتقامی پروگرام کے پیش نظر روایتیں گھڑیں اور بعد کے سہل انگار مؤرخین نے پنسیاریوں کی طرح صحیح وسقم اور ضعیف ومن گھڑت کہانیاں اپنی مؤلفات میں جمع کر دیں۔ ان تاریخ نویسوں میں ابن اسحٰق واقدی اور ابومخنف جیسے وضاع وکذاب ہیں۔ زہری طبری، مسعودی، یعقوبی جیسے تقیہ باز رافضی بھی اور مجلسی جیسے بدبخت جلے کٹے سبائی بھی ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے اپنے رجحان طبع اور نظریہ پروگرام کے مطابق تاریخ میں یہ خدمات سرانجام دیں۔ ان سے حق بیانی کی امید عبث ہے۔ ان کی تالیفات پر نقد وجرح کے بغیر روایات کو جمع کرنے والوں کو صحابہ تو کجا انبیاء معصومین علیہ السلام کا پاکیزہ کردار بھی صاف نظر نہیں آئے گا۔ ان پر تو کوئی تعجب بھی نہیں البتہ حیرت وتعجب ان اہل نقد ونظر پر ہے جو روزہ نماز، حج، زکوۃ وغیرہ کے معاملات میں تو علم وفن کی کامل مہارت اور رد وقبول کی تمام اصولوں کو کام میں لاکر ضرورت سے زیادہ تنقیح وتنقید کر گزرتے ہیں۔ لیکن عہد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے تاریخی واقعات کی تحقیق کے سلسلہ میں علم وفن بلکہ عقل شعور کے تمام سوتے سوکھ جاتے ہیں۔ روایت ودرایت کے تمام تر تقاضے فراموش کر کے ہر قسم کی واہی تباہی روایات وحکایات کو بے سوچے سمجھے اس طرح قبول کر لیا جاتا ہے کہ یہ ایسا عقیدہ وایمان ہے۔ جس پر نہ کسی قسم کی گفتگو کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ اور نہ ہی اس کے خلاف کچھ سننے کی کوئی گنجائش ہے۔ واقعہ کربلا بھی صدر اوّل کے ان واقعات میں سے ہے جسے سب سے زیادہ شہرت ملی علامہ ابن خلدون کے

میں کہتا ہوں صحابہ اور صحابہ کی اولاد میں جنگوں کی غلط روایات کو قرآن وحدیث سے زیادہ قابل اعتماد سمجھنے والوں کا ایمان قرآن وحدیث کی بجائے مجوسیوں اور اہل تشیع کی جھوٹی من گھڑت تاریخ پر ہے۔ کیونکہ قرآن بہانگ دہل ان مقدس پاک باز ہستیوں کے بارے میں کہہ رہا ہے "رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ" یعنی یہ سب آپس میں شیر وشکر تھے۔ قرآن کا ماننا فرض ہے اور انکار کفر ہے اور تاریخ کا ماننا فرض یا واجب نہیں۔ اور اس کا انکار کفر بھی نہیں۔ بلکہ ایسی تاریخ جس میں صحابہ اور صحابہ کی اولادوں کے درمیان جنگوں اور دشمنیاں گھڑ کر ان کے بارے میں بدظنی پیدا کی گئی ہو اس کا ماننا حرام بلکہ کفر ہے۔ عجمی منافقین نے سوچ سمجھے انتقامی پروگرام کے پیش نظر روایتیں گھڑیں اور بعد کے نااہل مؤرخین نے پنسیاریوں کی طرح صحیح وسقم اور ضعیف ومن گھڑت کہانیاں اپنی مؤلفات میں جمع کر دیں۔ ان تاریخ نویسوں میں ابن اسحٰق واقدی اور ابو مخنف جیسے وضاع وکذاب ہیں۔ زہری طبری، مسعودی، یعقوبی جیسے تقیہ باز رافضی بھی اور مجلسی جیسے بدبخت جلے کٹے سبائی بھی ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے اپنے رجحان طبع اور نظریہ پروگرام کے مطابق تاریخ میں یہ خدمات سرانجام دیں۔ ان سے حق بیانی کی امید عبث ہے۔ ان کی تالیفات پر نقد وجرح کے بغیر روایات کو جمع کرنے والوں کو صحابہ تو کجا انبیاء معصومین علیہ السلام کا پاکیزہ کردار بھی صاف نظر نہیں آئے گا۔ ان پر تو کوئی تعجب بھی نہیں البتہ حیرت وتعجب ان اہل نقد ونظر پر ہے جو روزہ نماز، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے معاملات میں تو علم وفن کی کامل مہارت اور رد وقبول کی تمام اصولوں کو کام میں لا کر ضرورت سے زیادہ تنقیح وتنقید کر گزرتے ہیں۔ لیکن عہد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے تاریخی واقعات کی تحقیق کے سلسلہ میں علم وفن بلکہ عقل شعور کے تمام سوتے سوکھ جاتے ہیں۔ روایت ودرایت کے تمام تر تقاضے فراموش کر کے ہر قسم کی واہی تباہی روایات وحکایات کو بے سوچے سمجھے اس طرح قبول کر لیا جاتا ہے کہ یہ ایسا عقیدہ وایمان ہے۔ جس پر نہ کسی قسم کی گفتگو کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ اور نہ ہی اس کے خلاف کچھ سننے کی کوئی گنجائش ہے۔ واقعہ کربلا بھی صدر اول کے ان واقعات میں سے ہے جسے سب سے زیادہ شہرت ملی علامہ ابن خلدون کے

بقول جو واقعہ دنیا میں جس قدر مقبول ہوگا اتنی ہی افسانہ سرائی اسے اپنے حصار تخیل میں لئے ہوئے ہوگی۔ آج یہ واقعہ بھی ایک افسانہ کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ جسے درحقیقت ”زیب داستاں“ کے لئے بہت زیادہ بڑھایا چڑھایا گیا ہے۔ یہ خدمت اپنوں بیگانوں سب نے یکساں انجام دی۔ سانحہ کربلا کا افسانہ سب سے پہلے ایک کٹر رافضی، جسے آئمہ رجال حدیث نے (”شیعہ محترق“ کٹر شیعہ دروغ گو کذاب کہا ہے۔) تقریباً ایک سو سال بعد گھڑا ہے جسے بعد میں ابن جریر طبری نے قال ابو مخنف کی تکرار کے ساتھ اپنی کتاب میں شامل کیا اور طبری سے دوسرے مورخین نقل کرتے چلے گئے۔ اس طرح اس موضوع و من گھڑت افسانے کو اعتبار کا درجہ حاصل ہوگیا۔ حادثہ کربلا کے وقت ابو مخنف کا دنیا میں وجود ہی نہ تھا امام ذہبی نے اس کا سن وفات ۱۷۰ھ بتایا ہے۔ اللہ کے لئے انصاف سے کہئے۔

ان ہی جھوٹی اور گمراہ کن روایت کی بنا پر کسی بھی مسلمان یا کسی خلیفہ پر دنیا کی تمام برائیاں چسپاں کر دینا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو سب و شتم کرنا صریحاً ظلم نہیں؟

پس اسی پر ختم کرتا ہوں کیونکہ عدم گنجائش کی وجہ سے یہاں اور کچھ لکھنے سے معذور ہوں اللہ ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی حقیقی محبت سے سرشار فرمائے اور گمراہوں کو ہدایت عطا فرمائے۔

ابوبکر و عمر و عثمان و حیدر خدا کے فضل سے شیر و شکر تھے
یہ سب ایک دنیا اور دیں میں بہر حال باہم شیر و شکر تھے

بندہ عاجز غلام دستگیر نامی (دائرۃ الاصلاح لاہور، پاکستان)

علامہ احسان الٰہی ظہیر

ہر قسم کی حمد وثنا اللہ رب الکریم کے لئے خاص ہے. جس نے ہمیں ہدایت اسلام سے بہرور فرمایا وہ اپنے پیارے پیغمبر محمد مصطفیٰ ﷺ پر ان گنت درود وسلام نازل فرمائے جو ہمیں انتہائی واضح اور روشن دین پر چھوڑ گئے ہیں مختصر حمد وصلوٰۃ کے بعد یہ بات یادر ہے.

کہ اہل تشیع نے اپنے دوستوں اور ہم نواؤں کے ذریعے اہل بیت کی محبت کے پردہ میں اپنے جھوٹے نعروں اور شوشوں سے بہت سے دیندار لوگوں کو دھوکہ دے رکھا ہے. اور صد افسوس ان تمام اہل سنت پر جو برادران یوسف (علیہ السلام) کا کردار ادا کرتے ہوئے اپنی تصانیف میں پاک باز ہستیوں کے خلاف شیعہ کی جھوٹی روایات، اتہامات اور سازشوں کو جگہ دے کر ان کے باطل عقائد کو تحفظ دینے کے ذرائع فراہم کرتے ہیں۔

جہاں تک شیعہ حضرات کا تعلق ہے جو اہل بیت کی محبت و پیروی کے دعویدار ہیں صحابہ کے بارے میں ان کا نقطہ نظر اس سے یکسر مختلف اور جدا ہے. یہ لوگ ان کی مجاہدانہ سرگرمیوں کا حال سن کر جلتے ہیں جن میں وہ ہمیشہ مصروف رہے صحابہ کی ان عظیم الشان فتوحات کا ذکر سن کر کڑھتے ہیں۔ جنہوں نے ان کے آباؤ اجداد کو ذلیل کر کے رکھ دیا تھا. ان کی بستیوں اور کفر کے شاخسانوں کو روند ڈالا تھا. اور پھر وہاں اللہ کی توحید اور اسلام کا پرچم بلند کیا. مجوسیوں (آگ پرستوں) اور یہودیوں نے اپنی جمعیتیں اکٹھی کیں. مفسدین وتخریب کاروں کو ساتھ ملایا تا کہ اس پھیلتی ہوئی روشنی کے آگے بند باندھیں. اور اس سیلاب تیز تُند کا راستہ روکیں. سب کینہ رکھنے والوں، حسد کرنے والوں اور انتقام کی آگ میں جلنے والوں نے جمع ہو کر اہل بیت کی مصنوعی محبت کا لبادہ اوڑھ لیا. حالانکہ اہل بیت سے ان لوگوں کا دور کا بھی واسطہ نہیں. اور پھر اپنی قلم اور زبانوں کی تلواریں ان مجاہدین کے خلاف ہی سونت کر کھڑے ہو گئے. جو رسول اللہ ﷺ کے دوست اور آپ کی محبت میں سرشار آپ کے محبوب ساتھی تھے. جنہیں آپ ﷺ کی پیروی واتباع میں موت بھی عزیز تھی. جو آپ کے لئے ہر عمدہ و

گراں مایہ چیز کو ترک کر دیتے تھے. جو آپ ہی کے نقش قدم پر چلنے والے تھے اور آپ ﷺ ہی کے بتائے ہوئے طریقہ پر گامزن رہے. رضوان اللہ علیہم اجمعین :

اُن نفوس قدسیہ کے بارے میں گالی گلوچ سے ذرا نہیں چوکتے گستاخی کی اس حد کو پہنچ جاتے ہیں. بلکہ اس سے بھی بڑھ کر جرأت کرتے ہوئے اللہ کے نبیوں پیغمبروں اور سید البشر و خیر الخلائق محمد عربی ﷺ پر جو اللہ کی بہترین مخلوق ہیں زبان درازی کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں. ان کی طرف ایسے جھوٹ بولے اور ایسے مسائل کی نسبت کرتے ہیں جن سے عقل ہل جائے اور فکر و شعور ختم ہو جائے. فطرت سلیمہ اور ذوق سلیم ان کے ماننے سے انکاری ہے. ان تمام تباتوں کا ثبوت ان کی ثقہ و معتبر کتابوں میں موجود ہے. جنہیں انہوں نے خود شائع کیا ہے. سنیئے :

وَقَدْ رَوَى الصَّدُوْقُ طَابَ ثَرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ اُعْطِيْتُ ثَلَاثاً وَّعَلِيٌّ مُشَارِكِيْ فِيْهَا وَاُعْطِيَ عَلِيٌّ ثَلَاثاً وَّلَمْ اُشَارِكْهُ فِيْهَا فَقِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الثَّلٰثُ الَّتِيْ شَارَكَكَ عَلِيٌّ قَالَ لِوَآءُ الْحَمْدِ لِيْ وَعَلِيٌّ حَامِلُهٗ وَالْكَوْثَرُ لِيْ وَعَلِيٌّ سَاقِيْهِ وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ لِيْ وَعَلِيٌّ قَسِيْمُهُمَا وَاَمَّا الثَّلٰثُ الَّتِيْ اُعْطِيَ عَلِيٌّ وَلَمْ اُشَارِكْهُ فِيْهَا فَاِنَّهٗ اُعْطِيَ شُجَاعَةً وَلَمْ اُعْطَ مِثْلَهٗ وَاُعْطِيَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَآءَ زَوْجَةً وَّ لَمْ اُعْطَ مِثْلَهَا وَاُعْطِيَ وَلَدَيْهِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَلَمْ اُعْطِ مِثْلَهُمَا. (انوار نعمانیہ جلد اول ص ۷ مطبوعہ تبریز)

شیخ صدوق کہتے ہیں. نبی ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے تین چیزیں دی گئی ہیں جن میں علی بھی میرا شریک ہے اور علی کو تین چیزیں دی گئی ہیں. لیکن میں ان میں شریک نہیں پوچھا گیا یا رسول اللہ وہ کون سی تین چیزیں ہیں. جن میں علی آپ کے شریک ہیں؟ آپ نے فرمایا ایک لواء الحمد مجھے دی گئی اور علی اس کے اُٹھانے والا ہے، دوسرا کوثر مجھے عطا ہوئی اور علی اس کا ساقی ہے، تیسرا جنت، دوزخ مجھے دی گئی اور علی اُن کا قاسم (تقسیم کرنے والا) اور وہ تین چیزیں جو علی کو دی گئیں لیکن ان میں میں شریک نہیں، پہلی یہ کہ علی کو شجاعت ایسی ملی جیسی مجھے بھی نہیں ملی، دوسری علی کو فاطمہ الزہرا بیوی ملی، اس جیسی مجھے بیوی نہ ملی، ☆ تیسری علی کے دو فرزند حسن و حسین ہیں مجھے ان دونوں جیسے بیٹے نہیں ملے۔

☆ بیوی کی نسبت کہ آپ نے فرمایا ''جیسی بیوی فاطمۃ الزہرا علی کو ملی مجھے نہیں ملی''۔ ان الفاظ میں اس شیعہ مُلا نے حضور ﷺ کی انتہائی گستاخی کرتے ہوئے گویا آپ پر بے شرمی کا الزام لگایا۔ کیونکہ کوئی باضمیر اور شرم وحیاء والا انسان اپنے داماد کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ جیسی بیوی (یعنی میری بیٹی) تم کو ملی ویسے مجھے نہیں مل سکی۔ گویا میری بیٹی تیری زوجیت میں ہے، میری زوجیت میں نہیں۔ (معاذاللہ استغفراللہ)

مُلا باقر مجلسی نے اس پر بھی قناعت نہ کی بلکہ مزید جرأت کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا. خدیجہ تیری خوش دامن ہے مجھے ویسی خوش دامن نہیں ملی. میرے جیسا سسر تجھے ملا لیکن مجھے مجھ جیسا سسر نہیں ملا۔ تجھے جعفر جیسا سگا بھائی ملا مجھے اس جیسا بھائی نہیں ملا تیری والدہ فاطمہ ہاشمیہ ہیں مجھے ویسی ماں نہیں ملی ☆. (بحار الانوار صفحہ ۵۱۱ مطبوعہ قدیم الہند)

☆ کوئی بھی غیرت منداور باشعور انسان اپنی ماں کی شان وشوکت اور پاکیزگی وبلندیٔ کردار سے غیر مطمئن نہیں ہوتا چہ جائیکہ ایک اولوالعزم پیغمبر جس کی ماں نے اتنا بڑا عظیم انسان جنم دیا اور وہ خواہش مند ہو کہ میری ماں کاش کہ یہ نہ ہوتی کوئی اور ہوتی۔ معاذاللہ استغفراللہ.

اس سے بھی زیادہ مکروہ اور گھناؤنی وہ روایت ہے جو حویزی نے صدوق سے نقل کرتے ہوئی لکھی ہے. کہ رسول کو بھیجا ہی فقط اس لیے گیا تھا کہ آپ لوگوں کو علی کی ولایت کی تبلیغ کریں. اور اگر آپ نے ولایت علی کی یہ بات لوگوں تک نہ پہنچائی تو آپ کے عمل برباد و رائیگاں جائیں گے. (العیاذ باللہ)

ان کی عبارت سنئے! صدوق نے ''الامالی'' میں یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ نے علی سے کہا تھا. اگر میں تیری ولایت کے بارے میں وہ چیز نہ پہنچاؤں جس کا مجھے حکم دیا گیا ہے تو میرے اعمال برباد کردیئے جائیں گے. (تفسیر نور الثقلین جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۶۵۴ مطبوعہ قم ایران)
اللہ ہمیں ان کفریات کی نقل کرنے پر معاف فرمائے۔

برسی بیان کرتا ہے کہ یہ آیت یوں تھی ''وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ بِعَلِیٍّ صِهْرِکَ'' یعنی ہم نے آپ کا ذکر آپ کے داماد علی کی وجہ سے بلند کیا. نبی ﷺ اسے یوں

ہی پڑھا کرتے تھے اور ابن مسعود سے بھی اسی طرح ثابت ہے. عثمان نے اس میں کمی کرادی (البرہان فی تفسیر القرآن جلد نمبر ۴ صفحہ نمبر ۵۰۷ مطبوعہ قم ایران) اسی پر بس نہیں اور مزید گستاخیاں دیکھئے کہ نبی کے نور سے زمین وآسمان پیدا کئے گئے اس لیے آپ زمین وآسمان سے افضل ہیں علی کے نور سے عرش وکرسی پیدا کئے گئے اس لیے علی عرش وکرسی سے بھی زیادہ محترم ہیں (البرہان فی تفسیر القرآن جلد نمبر ۴ صفحہ نمبر ۲۲۶ مطبوعہ قم ایران)

ان ہی کی ایک اور عبارت سنئے "جب علی پیدا ہوئے تو رسول اللہ ﷺ آپ کے پاس گئے، دیکھا کہ علی آپ کے سامنے کھڑے ہیں، دایاں ہاتھ کان پر رکھا ہوا ہے اور اذان دے رہے ہیں، پوری یکسوئی سے کھڑے ہیں، اللہ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کا اقرار کر رہے ہیں۔ حالانکہ علی اسی دن پیدا ہوئے تھے، پھر رسول اللہ ﷺ سے پوچھنے لگے، میں پڑھوں؟ آپ نے کہا پڑھ" اس کے بعد پورا قصہ سنئے اور سر دھنئے:

"آپ نے ان صحائف سے پڑھنا شروع کیا جو خدائے بزرگ و برتر نے آدم پر نازل کئے تھے۔ اس کے شیث پر نازل ہونے والے صحائف شروع سے لے کر آخر تک حرف بہ حرف پڑھ دیئے، اگر شیث بھی موجود ہوتے تو اقرار کر لیتے کہ آپ کو یہ صحائف ان سے بھی زیادہ یاد ہیں، پھر موسیٰ کی توریت پڑھی، اگر موسیٰ بھی موجود ہوتے تو تسلیم کر لیتے کہ آپ کو توریت زیادہ یاد ہے۔ پھر داؤد کی زبور پڑھی، پھر عیسیٰ کی انجیل پڑھی، اگر داؤد اور عیسیٰ موجود ہوتے تو تسلیم کر لیتے کہ آپ کو زیادہ یاد ہے۔ پھر قرآن پڑھا، میں نے دیکھا کہ آپ کو بھی قرآن اتنا یاد ہے جتنا اس وقت مجھے یاد ہے۔ باوجودیکہ آپ نے مجھ سے قرآن کی ایک آیت بھی نہیں سنی تھی۔" (روضۃ الواعظین ص ۸۴)

یہ لوگ اس قسم کی بکواسات اور نازیبا باتیں صرف رسول اللہ ﷺ کی شان میں ہی نہیں بلکہ اللہ کے تمام برگزیدہ اور الوالعزم رسولوں کی توہین کرتے ہوئے اللہ رب العزت کے جلال سے ذرا نہیں ڈرتے کہتے ہیں.

حالاں کہ حضرت علی اسی دن پیدا ہوئے تھے دیکھئے انبیاء کی توہین کس طرح کرتے

ہیں، ہم بیان کر چکے ہیں کہ کیسی کیسی خرافات ان لوگوں نے انبیاء معصومین کی طرف منسوب کی ہیں جن کو نقل کرتے ہوئے انسان شرم محسوس کرتا ہے۔ان لوگوں نے بہت سے درد انگیز لطیفے بھی اپنی جھوٹی روایات میں بیان کئے ہیں۔امام جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے۔عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال لما ولد النبی مکث ایا مالیس لہ لبن فالقاہ ابوطالب علی ثدی نفسہ فانزل اللہ فیہ لبنا فرضع منہ ایاماً حتی وقع ابو طالب علی حلیمہ السعدیہ فدفعہ الیھا یعنی امام جعفر صادق نے فرمایا کہ جب رسول اللہ پیدا ہوئے تو کئی روز تک آپ کی والدہ کے دودھ نہ اُترا۔ابوطالب نے ان کو اپنی چھاتی سے لگایا، خدا نے دودھ اُتار دیا۔اور رسول کی رضاعت اس سے ہوئی پھر ابوطالب نے ان کو حلیمہ سعدیہ کے سپرد کیا۔(الشافی ترجمہ اصول کافی، کتاب الحجہ، صفحہ ۵۵۵، مطبوعہ کراچی)

ذرا دیکھئے کہ یہ لوگ کس طرح جھوٹے قصے اور کہانیاں گھڑ لیتے ہیں۔ جسے عقلا اور عام انسانوں کو تو چھوڑ یئے چھوٹے بچے بھی صاف محسوس کرتے ہیں کہ یہ سب لغویات ہیں۔ لیکن خدا جانے ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ نہ دیکھتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔یہ ہم نے صرف اس لئے نقل کئے ہیں کہ شاید اس سے غافل چونک اٹھیں فریب خوردہ ہوشیار ہو جائیں سادہ لوح نصیحت پکڑیں۔جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف کس قدر نفرت و بغض بھرا ہوا ہے۔ دیکھئے انبیاء معصوم نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنی والدہ کی رضاعت سے محروم کر دیا ہے۔ایک کافر اور مشرک کے دودھ سے نبی کی پرورش کروا رہے ہیں۔استغفر اللہ ثم استغفر اللہ۔

اب جب ہم نے یہ قصے شروع ہی کر دیئے ہیں تو کچھ اور قصے سنئے تاکہ آپ کو اندازہ ہو سکے کہ کس طرح اس قوم نے جھوٹے قصے اور کہانیاں گھڑ رکھی ہیں۔اور انہی قصوں کی کمزور بنیادوں پر اپنے مذہب، عقائد کی عمارت کو استوار کر رکھا ہے۔سنئے اور سر دھنیئے

رَوَی الْمَرْسِیُّ فِیْ کِتَابِہٖ لَمَّا وَصَفَ وَقْعَۃَ خَیْبَرَ وَاَنَّ الْفَتْحَ فِیْھَا کَانَ عَلٰی یَدِ عَلِیٍّ اَنَّ جِبْرِیْلَ جَآءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ (ﷺ) مُسْتَبْشِرًا بَعْدَ قَتْلِ مَرْحَبٍ فَسَئَلَ

النَّبِیُّ (ﷺ) عَنْ اِسْتِبْشَارِهٖ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ عَلِیًّا لَمَّا رَفَعَ السَّیْفَ لِیَضْرِبَ بِهٖ مَرْحَبًا اَمَرَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اِسْرَافِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ اَنْ یَقْبِضَا عَضُدَهٗ فِی الْهَوَآءِ حَتّٰی لَا یَضْرِبَ بِکُلِّ قُوَّتِهٖ وَمَعَ هٰذَا قَسَمَهٗ بِصُفَیْنِ وَکَذَا مَا عَلَیْهِ مِنَ الْحَدِیْدِ وَکَذَا فَرَسَهٗ وَوَصَلَ السَّیْفُ اِلٰی طَبَقَاتِ الْاَرْضِ فَقَالَ لِیَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ یَا جِبْرَئِیْلُ بَادِرْ اِلٰی تَحْتَ الْاَرْضِ وَامْنَعْ سَیْفَ عَلِیٍّ عَنِ الْوُصُوْلِ قَوْرَ الْاَرْضِ حَتّٰی لَا تَنْقَلِبَ الْاَرْضُ فَمَضَیْتُ فَاَمْسَکْتُهٗ فَکَانَ عَلٰی جَنَاحِیَّ اَثْقَلَ مِنْ مَدَائِنِ قَوْمِ لُوْطٍ وَهِیَ سَبْعُ مَدَائِنَ قَلَعْتُهَا مِنَ الْاَرْضِ السَّابِعَةِ وَرَفَعْتُهَا فَوْقَ رِیْشَةٍ وَّاحِدَةٍ مِنْ جَنَاحِیَّ اِلٰی کُوْبِ السَّمَآءِ وَبَقِیْتُ مُنْتَظِرًا لِاَمْرٍ اِلٰی وَقْتِ السَّحَرِ حَتّٰی اَمَرَنِیَ اللّٰهُ بِقَلْبِهَا فَمَا وَجَدْتُ لَهَا ثِقْلًا کَثِقْلِ سَیْفِ عَلِیٍّ فَسَاَلَهُ النَّبِیُّ لِمَ لَا قَلَبْتَهَا مِنْ سَاعَةٍ رَفَعْتَهَا فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ قَدْ کَانَ فِیْهِمْ شَیْخٌ کَافِرٌ نَائِمٌ عَلٰی قَفَاهُ وَشَیْبَتُهٗ اِلَی السَّمَآءِ فَاسْتَحْیَی اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَنْ یُعَذِّبَهُمْ فَلَمَّا اَنْ کَانَ وَقْتُ السَّحَرِ اِنْقَلَبَ ذَالِکَ الشَّائِبُ فَاَمَرَنِیْ بِعَذَابِهَا وَفِیْ ذَالِکَ الْیَوْمِ اَیْضًا لَمَّا فُتِحَ الْحِصْنُ وَاَسَرُوْا نِسَائَهُمْ فَکَانَتْ فِیْهِمْ صَفِیَّتُ بِنْتُ مَلِکِ الْحِصْنِ فَاَتَتِ النَّبِیَّ وَفِیْ وَجْهِهَا اَثَرُ شُجَّةٍ فَسَاَلَهُ النَّبِیُّ (ﷺ) عَنْهَا فَقَالَتْ اِنَّ عَلِیًّا لَمَّا اَتَی الْحِصْنَ وَتَعَسَّرَ عَلَیْهِ اَخَذَهٗ حَتّٰی اِلٰی بُرْجٍ مِّنْ بُرُوْجِهٖ فَهَزَّهٗ فَاهْتَزَّ الْحِصْنُ کُلُّهٗ وَکُلُّ مَنْ کَانَ فَوْقَ مُرْتَفِعٍ سَقَطَ مِنْهُ وَاَنَا کُنْتُ جَالِسَةً فَوْقَ سَرِیْرِیْ فَهَوَیْتُ مِنْ عَلَیْهِ فَاَصَابَنِیَ السَّرِیْرُ فَقَالَ لَهَا النَّبِیُّ یَا صَفِیَّةُ اِنَّ عَلِیًّا لَمَّا غَضِبَ وَهَزَّ الْحِصْنَ غَضِبَ اللّٰهُ لِغَضَبِ عَلِیٍّ فَزَلْزَلَ السَّمٰوٰتِ کُلَّهَا حَتّٰی خَافَتِ الْمَلٰئِکَةُ وَوَقَعُوْا عَلٰی وُجُوْهِهِمْ وَکَفٰی بِهَا شُجَاعَةً رَبَّانِیَّةً.

(انوار النعمانیہ ص ۵۶ جلد اول، تذکرہ شجاعت علی)

بری اپنی کتاب میں فتح خیبر کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ (خیبر کی) فتح علیؑ ہی کے زور بازو کا نتیجہ تھی۔ مرحب کے قتل کے بعد جبرئیل رسول اللہ کے پاس اس خوشی کی

مبارک باد دینے آئے نبی نے ان سے اس خوش خبری کی کیفیت پوچھی جبرائیل نے کہا" اے اللہ کے رسول جب علی نے مرحب کو مارنے کے لئے تلوار اٹھائی تو اللہ سبحانہ نے اسرافیل اور مکائیل کو حکم دیا کہ آپ کے بازو کو ہوا میں روک لیں تا کہ آپ کی ضرب پوری قوت سے زمین پر نہ پڑ سکے. اس کے باوجود آپ نے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا. اس کے ساتھ اس کے اوپر جتنا لوہا تھا وہ بھی اِسی طرح اُس کے گھوڑے کو دو ٹکڑے کرتی ہوئی آپ کی تلوار زمین کے طبقات تک پہنچ گئی. مجھ سے اللہ سبحانہ نے کہا اے جبرائیل جلدی کر زمین کے پاتال میں پہنچ جا اور علی کی تلوار کو زمین کے بیل تک پہنچنے سے پہلے روک لے تا کہ زمین نہ الٹ جائے. میں گیا اور میں نے اسے (اپنے پروں پر) روک لیا. اس کا بوجھ میرے پروں پر قوم لوط کی بستیوں سے بھی زیادہ تھا. حالانکہ وہ سات بستیاں تھیں. اور اس کا قلعہ ساتویں زمین پر تھا. اس کی بلندی میرے پروں سے بھی اونچی آسمان کے قریب تک تھی میں صبح تک اسے اٹھائے حکم کا منتظر تھا کہ کب مجھے حکم ملے اور میں انہیں الٹ دوں ان کا بوجھ بھی علی کی تلوار کے مقابلے میں کچھ نہیں تھا." نبی ﷺ نے پوچھا تو نے کیوں انہیں اٹھاتے ہی الٹ نہ دیا؟ وہ (جبرئیل) کہنے لگے یا رسول اللہ ان میں ایک بوڑھا کافر تھا. جو اپنی گدی کے بل سو رہا تھا. اس کے بالوں کی سفیدی کا رخ آسمان کی طرف تھا. خدا کو حیا آئی کہ اُسے عذاب دیں. سحر کے قریب جب اس بوڑھے نے کروٹ بدلی تو خدا نے مجھے عذاب دینے کا حکم دیا اس دن جب قلعہ فتح ہوا اور ان کی عورتیں گرفتار ہوئیں تو ان میں قلعہ کے بادشاہ کی بیٹی (قلعہ کے سردار کی بیٹی) صفیہ بھی تھی وہ نبی ﷺ کے پاس آئیں ان کے چہرے پر زخم کا نشان تھا. نبی نے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا! جب علی قلعہ میں آئے اور دیکھا کہ کام دشوار ہے. آپ نے اس کے برجوں میں سے ایک برج پکڑا اور اسے ہلانا شروع کیا تو پورا قلعہ لرزنے لگا ہر اونچی چیز جو اس میں تھی گرنے لگی میں اپنے بستر پر بیٹھی ہوئی تھی کہ اس سے نیچے گر گئی بستر مجھے لگ گیا۔ نبی نے آپ سے کہا اے صفیہ! جب علی نے غضبناک ہو کر قلعہ کو جھنجوڑنا شروع کیا تھا علی کے غضب کی وجہ سے خدا کو بھی غضب آ گیا. سارے آسمان لرز اُٹھے فرشتے خوف کے مارے اپنے چہروں کے بل گر گئے. آپ کو خدائی شجاعت ہی کافی ہے.

خیبر کے دروازے کو رات کے وقت ۴۰ آدمی ملکر بند کیا کرتے تھے. جب علی نے خیبر پر حملہ کیا تو لڑتے لڑتے آپ کی ڈھال ٹوٹ گئی اور دور جا گری آپ نے دروازے کو اکھاڑ کر ہاتھ میں ڈھال کی جگہ لے لیا. اور لڑتے رہے، وہ آپ کے ہاتھ میں ہی تھا کہ اللہ نے فتح عطا کردی۔

اب شیعہ حضرات کی ایک اس روایت کی بالکل متصادم عبارت بھی پڑھیے جسے سن کر بچے اور دیوانے بھی ہنس پڑتے ہیں. جس میں شروع سے آخر تک طعن و تشنیع کے بھر مار ہے.

جب علی نے دیکھا کہ لوگ انہیں چھوڑ چکے ہیں اور ان کی مدد نہیں کر رہے ہیں.

بلکہ ابوبکر کی بات پر سب متفق ہو کر انہی کی تعظیم و تکریم کر رہے ہیں. تو آپ اپنے ہی گھر میں رہنے لگے عمر نے ابوبکر سے کہا کیوں تم ان کو (علی) کی طرف نہیں بھیجتے کہ وہ بھی بیعت کر لیں. ابوبکرؓ نے کہا کسے بھیجیں؟ عمر نے کہا ہم قنفذ کو بھیجتے ہیں. وہ طلقا بنی عدی بن کعب میں سے ایک سنگ دل اور درشت مزاج آدمی ہے. چنانچہ اسے بھیجا گیا اور اس کے ساتھ مدد گاروں کی ایک جماعت بھی گئی. قنفذ ملعون چلا وہ اور اس کے ساتھی بلا اجازت آپ کے گھر میں گھس گئے. علی اپنی تلوار کی طرف لپکے. لیکن انہوں نے جلدی کی اور علی پر قابو پا لیا. کچھ نے اپنی تلواریں پکڑلیں اور علی کی گردن میں رسی ڈال دی. فاطمہؓ دروازہ میں ان لوگوں کے اور علی کے درمیان حائل ہوئیں. اس پر فاطمہ نے کہا میرے گھر میں بغیر اجازت داخل ہونا تم پر حرام ہے. عمرؓ کو غصہ آ گیا کہنے لگا عورتوں سے ہمیں کیا؟ پھر اپنے اردگرد کے لوگوں کو حکم دیا لکڑیاں اٹھائیں، انہوں نے لکڑیاں اٹھائیں عمرؓ نے خود بھی لکڑیاں اٹھائیں اور اس گھر کے اردگرد ڈال دیں. جس میں علی و فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے رہتے تھے. پھر عمر نے اتنے زور سے پکارا کہ علیؓ نے سن لیا. فاطمہ کہنے لگیں اے علی تجھے خدا کی قسم تو جا اور رسول اللہ کے خلیفہ کی بیعت کر لے ورنہ وہ تجھے آگ میں جلا دیں گے. پھر فاطمہؓ نے کہا اے عمر تیرا ہمارا کیا جھگڑا؟ عمر نے کہا دروازہ کھول دو ورنہ ہم تمہارے گھر کو آگ لگا دیں گے. آپ (فاطمہ) نے کہا اے عمر کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا. تو میرے گھر میں داخل ہوگا۔ عمر نے لوٹ جانے سے انکار کر دیا. عمر نے آگ منگوائی اور دروازے میں آگ لگا دی. پھر دروازہ جل گیا تو عمر داخل

ہو گیا. فاطمہؓ نے اسے دیکھا اور چیخ ماری ہائے میرا باپ ہائے اللہ کا رسول عمر نے تلوار نیام سے کھینچ لی اور آپ (فاطمہ) کے پہلو میں ماری آپ چیخیں ہائے میرا باپ عمر نے کوڑا اٹھالیا. آپ کے بازؤں پر مارا اور آپ چیخ اٹھیں اے اللہ کے رسول آپ کے جانشین ابوبکر اور عمر بہت برے ہیں. خدا کی لعنت ہو قنفذ پر اس نے فاطمہ کو اس وقت کوڑا مار دیا جب وہ اپنے شوہر اور اس (قنفذ) کے درمیان حائل ہوئیں. عمر نے اس کی طرف پیغام بھیجا تھا کہ اگر (فاطمہ) علی اور قنفذ کے درمیان حائل ہوں انہیں مارا جائے اور قنفذ نے ان کو بازو پر مارا اور ان کی پسلی توڑ دی. جس سے ان کے پیٹ کا بچہ گر گیا. اور وہ اپنی موت تک بستر سے نہ اٹھ سکیں خدا کی رحمتیں ہوں ان پر انہیں شہادت نصیب ہوئی. جب علی کو ابوبکر کے پاس لے گئے. عمر نے علی کو جھڑک کر کہا بیعت کر ان جھوٹے قصوں کو چھوڑ علی نے کہا اگر میں نہ کروں تو تم کیا کر لو گے؟ عمر کہنے لگے ہم تمہیں ذلت و رسوائی کے ساتھ قتل کر دیں گے. اس پر پھر وہ علی کو گھسیٹتے ہوئے لے چلے اور ابوبکر کے پاس پہنچا دیا علیؓ نے اس حال میں کہ رسی ان کی گردن میں تھی بیعت کرنے سے پہلے پکارا تھا. "یا ابن امّ ان القوم استضعفو نی و کادو یقتلوننی" بھائی قوم نے مجھے ضعیف سمجھا اور میرا مار دینا بھی ان سے کچھ دور نہ تھا.

(کتاب سُلیم بن قیس صفحہ نمبر ۸۳ تا ۸۹ مطبوعہ دہلی).

اس سے بڑھ کر یہ کہتے ہیں "اے ابی طالب تو نے اپنے آپ کو چھپالیا جیسے ماں کے پیٹ میں بچا. پیٹ کے بچہ کی طرح تو خاموش بیٹھا رہا. (امالی الطوسی صفحہ نمبر ۲۵۹ مطبوعہ مصر).

اور کہتے ہیں "جب رات ہوگئی تو علی نے فاطمہؓ کو گدھے پر سوار کیا اور اپنے دونوں بیٹوں حسن اور حسین کا ہاتھ پکڑا رسول اللہ کا کوئی صحابی نہ چھوڑا جس کے گھر آپ نہ گئے ہوں اور انہیں اپنے حق کے لئے خدا کی قسمیں دے کر اپنی مدد کے لیے پکارا، لیکن ان میں سے کسی نے آپ کی بات قبول نہ کی. (کتاب سُلیم بن قیس ۸۳ مطبوعہ دہلی)

کچھ مزید سنیے: "حضرت فاطمہؓ آپ کو گھر بیٹھے رہنے پر ملامت کرتی رہتی تھیں اور آپ خاموش رہتے تھے. (اعیان الشیعہ صفحہ ۳۶ قسم اوّل مطبوعہ لاہور)

شاہ مرداں شیرِ یزداں قوتِ پروردگار
لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

خود حضرت علیؓ فرماتے ہیں "اگر سارا عرب بھی میرے مقابلے میں آ جائے تو میں ان کی گردنیں اُتارنے میں جلدی کرتا رہوں گا۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۴۵ ص ۴۱۸)

ایک طرف حضرت علی کی شجاعت، قوت اور دلیری و بے خوفی کی ایسی ایسی کہانیاں اور قصے بنائے گئے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے. زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے. اور دوسری طرف بے حد توہین و تذلیل و تحقیر کرتے ہیں. آپ کو بزدل، کمزور، درماندہ اور عاجز ثابت کرتے ہیں. صرف یہی نہیں بلکہ کہتے ہیں کہ اس بزدلی اور خوفزدگی پر رسول اللہ کی بیٹی اور آپ کی بیوی حضرت فاطمہ آپ کو ملامت کیا کرتی تھیں. اور طعنے دیا کرتیں تھیں. حضرت علیؓ کی توہین و تحقیر کا ایک پہلو تو یہ ہے تعریف اور تصغیر دونوں کو آپ کی ہجو کیلئے استعمال کیا اور دوسرا پہلوان لوگوں نے یہ اختیار کیا کہ دنیا بھر کی قباحتیں اور خامیاں علی کی صورت اور علی کے مزاج پر چسپاں کر دیں. اور تیسرا یہ ہے کہ حضرت علی کے پاس مال نہیں تھا اور آپ (علی) قلاش و فقیر تھے. کہتے ہیں "مفلس ابو طالب کے گھر سے اس کی تمام اولاد کو دوسرے لے گئے تھے تا کہ وہ اپنے ساتھی کی کفالت کر سکیں اور ان کا بوجھ ہلکا ہو جائے. (مقاتل الطالبین لابی الفرج صفحہ ۲۶).

ذرا غور سے سنئے! کہتے ہیں "عنه قال حدثنا ابی عن بعض اصحابه رفعه قال كانت فاطمة عليها السلم لا يذكرها احد لرسول الله الا اعرض عنه حتى ليس الناس منها فلما ان اراد ان يزوجها من علی ﷺ اسراليها فقالت يا رسول الله انت اولىٰ بما ترى غير ان نساء قريش تحدثنى عنه انه رجل دحداح البطن طويل الذراعين ضخم الكراديس انزع عظيم العينين لمنكبه مشاش كمشاش البعير ضاحك السن لا مال له" یعنی جب حضور انور ﷺ نے حضرت علی سے فاطمہ کی شادی کرنا چاہی تو فاطمہؓ نے اس شادی سے انکار کر دیا تھا. رسول اللہ ﷺ نے فاطمہؓ کو بتایا کہ تو فاطمہ کہنے لگیں بابا آپ کی رائے مقدم ہے آپ کو اختیار ہے لیکن قریش کی عورتوں کی زبانی میں نے سنا ہے کہ علی پھولے پیٹ والا ہے لمبی لمبی کہنیوں والا

کنپٹیوں پر سے گنجا اس کے کندھے اونٹ کے کندھوں کی طرح لٹکتے ہیں. ہنسی سے دانت نکلے ہوئے ہیں آنکھیں موٹی ہیں جیسے (آشوب چشم ہو.) اور اس کے پاس کوئی مال بھی نہیں (تفسیر قمی جلد ۲ صفحہ ۳۳۶ تفسیر برہان جلد ۴ صفحہ ۲۴۷ مطبوعہ قم ایران) اور بھی غور کیجئے اور غور سے پڑھئے شیعی روایت (کرم اللہ وجہہ) کی حقیقت کھل سکے. قرآنی روایت رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں کرم اللہ وجہہ کا اصرار اور ڈھنڈورا کیوں پیٹا جاتا ہے. اس بظاہر دعائیہ کلمہ کے پیچھے شیعہ ذہن کیا کام کر رہا ہے.؟ ان خبیثوں اور بد باطنوں کے عزائم کیا ہیں.؟ اور حضرت علی سے تعریفی پردے میں کس طرح دشمنی کرتا ہے. اس ایک روایت ہی سے سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں. ذرا دیکھئے یہ قوم کس قدر جھوٹ بولتی ہے. ان کی مبالغہ آرائیاں دیکھئے کس طرح یہ لوگ کبھی تعریفی کلمات کے پردے میں تحقیری مزموم عزائم پورے کرتے ہیں.

اب یہ ختم کرنے سے پہلے ہم یہ بتادیں کہ سب سے پہلے جوان لوگوں کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہوئے. وہ علی ابن ابی طالب ہی ہیں. حالانکہ یہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہلا امام معصوم سمجھتے ہیں. اور ایک دلچسپ نقطہ یہ ہے کہ حسنین کو چھوڑ کر حضرت علی کی باقی ساری اولاد کو اہل بیت سے خارج سمجھتے ہیں. ان کے نزدیک حضرت علی کی اولاد (محمد، ابوبکر، عمر، عثمان وغیرہ بارہ بیٹے اور انیس بیٹیاں (باختلاف روایات) سب اہل بیت سے خارج ہیں.

یہ بات بھی لائق ذکر ہے کہ شیعہ حضرات فاطمہ کے علاوہ آپ کی تینوں بیٹیوں آپ کی ازواج مطہرات اور ان کی اولاد کو بھی اہل بیت میں شامل نہیں سمجھتے. حالانکہ اہل بیت النبی کا مطلب رسول اللہ کا وہ گھر ہے جس میں آپ اپنی بیویوں اور بیٹوں کے ساتھ رہتے تھے.

اہل بیت کے معنی گھر کے افراد ہیں. یعنی اہل خانہ ہیں۔ ہم نہیں سمجھ پائے کہ یہ کیسی تقسیم ہے اور کیونکر یہ تقسیم کی گئی ہے. کس بنیاد پر وہ ایسا کہتے ہیں زیادہ ٹھیک اور واضح لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے. کہ شیعہ کے ہاں اہل بیت کا تصور حضرت فاطمہ کی آدھی شخصیت حضرت علی کی آدھی شخصیت حضرت حسن اور حسین کی آدھی شخصیت سے لے کر حسن عسکری نویں امام اور دسویں خیالی موہوم امام جو نہ پیدا ہوئے نہ آئندہ کبھی ہوں گے پر قائم ہے.

کیا لوگوں کو علی اور اولاد علی کی محبت کا فریب دینے والا شیعہ آج کسی کا نام ابوبکر و

عمر رکھتے ہیں. اگر نہیں رکھتے تو سوچئے کیا وہ علی کے پیرو ہوئے یہ مخالف؟ صرف علی ہی نے نہیں صدیق اور عمر سے اظہار محبت وخلوص اور برکت کیلئے اپنی اولاد کا نام ابوبکر وعمر نہیں رکھا. بلکہ علی کے بعد آپ کی اولاد علی نے علی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے بچوں کا نام ابوبکر وعمر اور معاویہ رکھے صرف خیر وبرکت کیلئے۔

قارئین دیکھ سکتے ہیں کہ ہم نے تمام روایات اور ہر روایت حوالہ کے ساتھ شیعہ کی اپنی کتابوں سے نقل کیں اور یہ سب کچھ ان کی اپنی کتابوں سے ہے. اور وہ کچھ بھی نہیں کہہ سکتے. وہ ہماری ذکر کردہ کسی چیز کو جھٹلا نہیں سکتے. کہ اس طرح وہ خود اپنی کتابوں کا انکار کر بیٹھیں گے. اگر وہ ان باتوں کی تکذیب کریں گے تو اپنے ہی محدثین فقہا اور ائمہ کی تکذیب کریں گے. ہاں! ہم یہی چاہتے ہیں! کہ اللہ کے احسان اور فضل سے ان کی تمام بکواسات گالی گلوچ، تعریضات، نام بگاڑنے کا حال لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہو جائے. اور ان لوگوں کے پول کھلیں اور حقیقت واقعی کا پتہ چلے. اللہ تعالیٰ ہمیں سب کو محمد ﷺ کے ساتھیوں اور برگزیدہ ہستیوں کا دفاع کرنے کی توفیق بخشے. (امین)

جس قدر توہین شیعہ کی طرف سے حضرت حسن کی کی گئی شاید اور کسی کی اتنی توہین و تحقیر نہ کی گئی ہو. حسین بھی اپنے بھائی، ماں اور اپنے والد سے کچھ زیادہ خوش قسمت نہیں اس کے باوجود شیعہ لوگ حسین سے محبت اور تعلق کے دعوؤں میں بے حد مبالغہ آرئیاں کرتے ہیں. اپنے آپ کو ان کا پیرو اور مطیع کہتے ہیں. لیکن حسین کو بھی توہین وتحقیر سے معاف نہیں کرتے. کہتے ہیں.

آپ کی والدہ یعنی رسول اللہ کی بیٹی (حضرت فاطمہ) کو حسین کا پیدا ہونا ناپسند تھا. جبکہ بارہا حسین کی ولادت کی بشارت دی جا چکی تھی. اس طرح رسول اللہ بھی حسین کی ولادت کی بشارت کو قبول کرنا نہیں چاہتے تھے. فاطمہؓ نے آپ کو کراہت وناپسندیدگی کے ساتھ جنم دیا. اور اسی ناپسندیگی کی وجہ سے حسین نے اپنی ماں کا دودھ نہیں پیا. تفصیل کے لیے دیکھئے (الاصول من الکافی، کتاب الحجہ باب ولادت حسین جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۴۶۴)

اب رہا واقعات کربلا کا معاملہ تو سنئے ابو مخنف لوط بن یحیٰ سب سے پہلے بیان کرتا ہے اور وہ بھی سماعی ہیں. جو متعصب شیعہ ہے اور مانا ہوا کذاب ہے یہ بات بھی دھیان میں رہے کہ طبری نے اپنی تاریخ تین سو ہجری کے بعد جمع کی اور لکھی مشہور اور متعصب شیعہ تھا لوگ اس کی شیعیت اور تعصب کے بہت سے واقعات و حکایات بیان کرتے ہیں. ہاں یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ وہ تمام راوی ریت پر اپنی عمارت تعمیر کرنا چاہتے تھے ہم تمہیں اللہ کی قسم دے کر یہ پوچھتے ہیں بتایئے کہ یہ سراسر بے بنیاد روایتیں جھوٹے قصے اور نفرت انگیز باتیں جن کا اصل کوئی تعلق نہیں، کیا روایتوں کے وہ جال امت اسلامیہ کو شکار کرنے کے لیے نہیں بنے گئے؟؟ تا کہ ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھیر دیا جائے. ان کو کسی سے محبت یا کسی سے دشمنی پیش نظر نہیں. کسی تعمیر یا کسی کا بگاڑ مدنظر نہیں. پیش نظر صرف ایک مقصد ہے. اور وہ یہ کہ مسلمانوں کے باہمی اختلافات کو ہوا دیکر شکوک وشبہات پیدا کر دیئے جائیں. اسلام اور امت مسلمہ کی ساکھ کو خاک میں ملا دیا جائے. کون جواب دے جن کا اسلام اور سچ سے دور کا بھی واسطہ نہ رہا ہو. جو جھوٹ بولنے میں حریص ہوں ان لوگوں سے کچھ بعید نہیں کیونکہ جھوٹ ان کی عادت بن چکا ہے. یہ بات سب کو معلوم ہے کہ بنی امیہ اور بنی ہاشم سب کے سب ایک ہی باپ کے بیٹے تھے. ایک ہی دادا کے پوتے تھے. سب نے ایک سرچشمہ ہدایت سے سیرابی حاصل کی اور اللہ کے دین کے پھل پائے تھے. بنی ہاشم اور بنی امیہ کے درمیان نفرت وعداوت اور بغض وعناد نہیں تھا. یہ سب باتیں مسلمانوں اور اسلام کے دشمنوں نے گھڑ رکھی ہیں. اور اپنی طرف سے بے بنیاد قصے اور کہانیاں تیار کر لی ہیں. ہم دیکھتے ہیں کہ بنی امیہ اور بنی ہاشم ان کے خیالات کے برعکس باہم اس قدر محبت و اکرام کا معاملہ کرتے ہیں کہ دونوں خاندان کو ایک دوسرے سے زیادہ کوئی عزیز نہیں وہ آپس میں رشتہ دار ہیں کوئی کسی کا خالہ زاد بھائی ہے. کوئی پھوپھی زاد دونوں خاندان ایک دوسرے کے دکھ درد کے شریک ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ ہیں. حتیٰ کہ شیعہ علماء اور مورخین نے بھی

لکھا ہے کہ ابوسفیان بن حرب جو بنی امیہ کے سردار اور اُس وقت اپنی قوم کے سربراہ تھے علی کے سب سے بڑے مددگار تھے. آپ نے سقیفہ کے روز بنی ہاشم کی پرزور تائید کی تھی. شیعہ مورخ یعقوبی نے لکھا ہے کہ ان لوگوں میں جو کسی وجہ سے ابوبکر کی بیعت میں پیچھے رہے گئے تھے یا تاخیر کی تھی ان میں ابوسفیان بن حرب حضرت معاویہؓ کے والد ابوسفیانؓ بن حرب نے کہا تھا. اے بنی عبدمناف کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ یہ معاملہ تمہارے سوا کسی اور کے سپرد کر دیا جائے. اور آپ نے علی بن ابی طالب سے کہا تھا کہ اپنا ہاتھ بڑھایئے میں آپ کی بیعت کرتا ہوں. تفصیل کیلئے دیکھئے (تاریخ یعقوبی جلد۲ صفحہ ۱۲۶)

ابوسفیان اور سردار بنی ہاشم رسول اللہ کے چچا حضرت عباس کے درمیان ایسی دوستی تھی کہ اس کی مثالیں دی جاتی تھیں. محمد بن جعفر طیار ابن ابی طالب کی بیٹی رملہ نے سلیمان بن ہشام بن عبدالملک (اموی) سے شادی کی. اس کے بعد قاسم بن ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کے نکاح میں آئیں. (کتاب المحبر صفحہ ۴۴۹) ابوسفیان کی بیٹی ہند حارث بن نوفل بن عبدالمطلب بن ہاشم کے نکاح میں تھیں آپ ہی میں سے ان کے بیٹے محمد پیدا ہوئے.

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد۳ صفحہ ۵۸، ۵۹ طبقات ابن سعد جلد۵ صفحہ ۱۵)

اس طرح علی بن ابی طالب کی بیٹی رملہ نے مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیہ کے بیٹے معاویہ بن عمران سے شادی کی علی کی بیٹی رملہ ہی ام سعد بنت عروہ بنت مسعود ثقفی تھیں (الارشاد للمفید صفحہ نمبر ۱۸۶) . اسی طرح بنی امیہ اور بنی ہاشم کے درمیان بہت سے رشتے ہیں. کچھ ہم نے ان میں بیان کیے ہیں جو آدمی حق اور بصیرت ڈھونڈنا چاہے اس کے لئے کافی ہیں. اسی وجہ سے علیؓ نے معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کو ایک خط میں لکھا تھا. کہ "پرانی جنگ اور طویل دشمنی اسے روک نہیں سکتی کہ ہم تمہیں اپنے آپ میں گھلنے ملنے نہ دیں. ایک ہم پلہ کی حیثیت سے رشتے لئے بھی اور دیئے بھی ہیں" (نہج البلاغہ تحقیق صبح صالح صفحہ ۳۷۸ تا ۳۸۶) تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں. کیا اس کے بعد بھی کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ بنی امیہ اور بنی

ہاشم کے درمیان نفرت وعداوت اور حسد وبغض پایا جاتا تھا. یہی چیزیں بعد میں علیؓ اور آپ کے بیٹے حسن اور معاویہؓ اور ان کے بیٹے یزید اور حسین کے مابین جنگ وجدل کی صورت میں ظہور پذیر ہوئیں؟ نہیں ہرگز نہیں حالاں کہ اس بات کی کوئی اصل سند اور بنیاد نہیں ملتی. خدا کیلئے! خدا کیلئے اپنی جان پر رحم کیجئے ہم اندھے کو دکھا نہیں سکتے. جاہل کو پڑھا نہیں سکتے.

شیعہ قوم کے مفسر بدزبان بیہودہ گو ہیں. ان کا سارا تفسیری سرمایہ گالی گلوچ، لعن طعن بہتان طرازی وتہمت تراشی پر مبنی ہے. جیسا کہ ہم پہلے آپ کو دکھا چکے ہیں کہ ان کے مفسروں نے کیا لکھا ہے. جو کچھ لکھا ہے علم تفسیر کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے. نہ ہی مفسرین ان جیسے ہوتے ہیں ان کے محدثین اور فقہا کو دیکھئے کہ وہ بھی انہیں کے نقش قدم پر چلے ہیں.

اب ختم کرنے سے پہلے آپ کو بتا دیں کہ شیعہ مفسر محدث اور فقہا کی کوئی کتاب اٹھا کر دیکھ لیجئے بیہودہ گوئی پر مشتمل ہوگی. ان کی کوئی بھی کتاب بیہودگی اور لغویت سے خالی نہیں. افسوس ہے حق کو چھوڑنے والے اور باطل کو اپنانے والے پر افسوس ہے کہ ایک تو جھوٹ اور پھر اس پر اصرار اور دھوکہ دہی! کیا ایسی نفرت انگیز باتیں کہہ کر وہ سمجھتے ہیں کہ دوسروں کو مرغوب کرلیں گے اور پول کھولنے والوں اور ان کی گندگیوں سے مطلع کرنے والوں کو ڈرا دیں گے. اس قدر بے باکی؟ جاہل اور اصل واقعہ سے بے خبر آدمی پڑھے تو دھوکہ کھا جائے. ان کا سب سے پہلا محدث جیسا کہ یہ خود کہتے ہیں کہ سُلیم بن قیس ہے. اس نے کوئی گندی گالی اور بیہودہ کلمہ ایسا نہیں چھوڑا جو ان مقدس ہستیوں پر چسپاں نہ کیا ہو. اور اسی سے کلینی اور صدوق، اور ان کے علاوہ بھی کئی محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں اس کی روایات نقل کیں ہیں. اس کی جراتیں اس حد تک بڑھی ہوئی ہیں وہ کسی بھی ہستی کے متعلق جھوٹ بولنے میں باک محسوس نہیں کرتا.

کہتا ہے. آگ کا ایک تابوت ہوگا جس میں بارہ آدمی ہوں گے چھ اولین میں سے اور چھ آخرین میں سے، اور کہتا ہے سوائے چار آدمیوں کے رسول اللہ کے بعد ہارون

اور اس کے متبعین جیسے ہو گئے تھے بچھڑے جیسے ہو گئے تھے اور اس کے پیروکاروں کی طرح ہو گئے تھے. علی ہارون کی مانند عتیق (ابوبکر) کی بچھڑے کی مانند اور عمر سامری کی مانند. اس معلون کی جرأت دیکھئے (نعوذ باللہ) نبی ﷺ کی اہلبیت اور آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ جو تمام مومنین کی ماں ہیں مومنین میں شامل ہونے کی وجہ سے علیؓ اور آپ کے گھرانے کی ماں ہیں. وہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہر جن کی پاکیزگی وطہارت کی شہادت قرآن دے رہا ہے. ان کے متعلق لکھتا ہے. "علی رسول اللہ کے پاس آئے عائشہ آپ کے پیچھے بیٹھی تھیں آپ رسول اللہ اور عائشہ کے درمیان بیٹھ گئے. عائشہ کو غصہ آ گیا کہنے لگیں کیا تمہاری مقعد کو میری گود کے سوا اور کوئی جگہ نہ ملی. رسول اللہ غصہ میں آ گئے. کہنے لگے اے حمیرا! میرے بھائی علی کو میرے بارے میں تکلیف نہ دو. (کتاب سلیم بن قیس صفحہ نمبر ۲۱، ۹۲، ۹۷۹) پر تفصیل دیکھئے۔ پروردگار! ان کفریات اور ہذیان کو نقل کرنے پر ہم تجھ سے معافی کے طلب گار ہیں. کیا اس کے بعد بھی کوئی شخصیت یہ کہہ سکتی ہے کہ شیعہ کے بارے میں کہنا کہ یہ لوگ صحابہ کو گالیاں بکتے ہیں اور انہیں کافر قرار دیتے ہیں. یہ اِن لوگوں (شیعہ) کے خلاف ایک ظالمانہ سیاست ہے. اور ان پر جھوٹا الزام ہے. کوئی پوچھنے والا ہے؟ ہے تو پوچھے اور جواب دے. اور اگر ہے تو ان سے وضاحت چاہے کہ کیا یہی علمی طرز گفتگو ہے یہ لوگ ان باتوں کا کوئی جواب نہیں دے سکتے. یہ صحابہ کو گالیاں بکتے اور یہ ایک ایسی قطعی اور صاف حقیقت ہے. جو بارہا واضح ہو چکی ہے. خود انکی اپنی کتابوں میں یہ چیزیں ملتی ہیں. جنہیں ان لوگوں نے چھپانے اور مخفی رکھنے کی بہت کوششیں کی ہیں. کیا ناپاک اور دکھ وہ کتابیں شائع کرنے کے بعد بھی تم مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہو تم اپنے آپ کو مسلمانوں کی جماعتوں میں سے ایک جماعت اور اسلام کے طبقہ ہائے فکر میں سے ایک طبقہ فکر ثابت کرنا چاہتے ہو؟ بخدا ان جھوٹی باتوں سے کوئی دھوکہ نہیں کھا سکتا سوائے اس کے جو خود اپنے اغراض کیلئے اپنے آپ کو دھوکہ میں ڈال دے تمہاری باتوں سے صرف جاہل وغافل ہی دھوکہ کھا سکتا ہے

جسے کچھ خبر نہ ہو کہ حق کیا ہے اور حقیقت کیا ہے. کتنے ہی بک گئے جنہوں نے اپنے قلم ان سرکش و نافرمانوں کے لئے وقف کر دیئے ہیں. جو صحابہ و رسول اللہ کو گالیاں بکنے والے ہیں. اور اسلام پہنچانے والوں پر طعن و تشنیع کرنے والے ہیں یہ بک جانے والے ان سرکشوں کا دفاع کرتے ہیں. ان کی تحریروں اور ان کے اقوال کی تاویل کرتے ہیں. ایسی برأت پیش کرتے ہیں کہ عقل خود اپنا سر پیٹ کے رہ جاتی ہے. وہ لوگ بہت ہی سستے داموں اپنے ضمیر بیچ چکے ہیں. امت میں اتحاد و اتفاق کا ڈھنڈورا پیٹنے والو! کیا ان لوگوں سے خلفاء راشدین کی عزت و عظمت کا مذاق اُڑانے پر اتحاد ہو سکتا ہے؟. یہ امہات المومنین کی عزتوں کا مذاق اُڑائیں اور ان سے اتحاد؟ کیا ان اعتقادات پر اتحا ہو سکتا ہے. جنہیں یہ پکار پکار کے کہتے پھریں ؟ یہ تو ایسا ہوا کہ کسی کو گھائل کر دیا جائے اور اس سے کہا جائے کہ تڑپ مت. کسی کو زخمی کر کے کہا جائے کہ اُف نہ کر. یہ کہاں کا انصاف ہے؟ کہاں ہیں وہ جو پکارتے پھرتے ہیں آ ؤ مل بیٹھیں. کیا انہوں نے شیعوں کی یہ کتابیں نہیں دیکھیں. اس سے بھی زیادہ بیہودہ کتابیں لکھیں گئی ہیں. ہم میں طاقت نہیں ہم بیہودگی اور غلاظت نقل ہی کر دیں. (اللہ سے معافی چاہتے ہیں.)

قارئین ہم نے شیعہ کی بہت زیادہ معتبر کتابوں سے ان اہم نقاط کو باہر نکال کر رکھ دیا ہے. جن کو انہوں نے بہت زیادہ چھپانے کی کوشش کی. اور دبیز تہوں میں دبانے کی تگ و دو کی. انہوں نے اپنی رسوائی کے ڈر سے عام لوگوں کی نظروں سے ان کو چھپایا. اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں حق کو ثابت کرنے اور باطل کو غلط قرار دینے حقیقت کے چہرے سے نقاب اٹھانے اور سچ کی پیشانی سے زہریلے پسینے کو صاف کرنے میں نہ تو اپنی کسی کتاب کی ضرورت پیش آئی. اور نہ ہی کسی روایت کی حتیٰ کہ ہمیں کسی تاریخی کتاب کی بھی ضرورت پیش نہیں آئی جو غیر شیعہ کتب ہو. بلکہ صرف اور صرف شیعہ حضرات کی کتابوں کو روایات پر اکتفا کیا. تا کہ ان کے لیے فرار یا تاویل کا کوئی راستہ باقی نہ رہ جائے. ان چیزوں کی شہادت کیلئے ان کی اپنی کتابیں گواہ ہیں ان کی روایتیں ان کے خلاف ماتم کناں ہیں. بالخصوص ان کے اعمال کے بارے

میں ان کی زبانیں ان کے ہاتھ پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے.

ہم نے شیعہ حضرات کی اپنی کتابوں سے یہ حقیقت بیان کردی ہے کہ یہ لوگ رسول اللہ اور ان کے اصحاب کے متعلق دل میں کیا چھپائے بیٹھے ہیں. ہم نے مسئلہ واضح اور دوٹوک الفاظ میں بیان کردیا ہے.

دعا ہے کہ اللہ کریم اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ بہترین انسان محمد رسول اللہ اور ان کے نیکوکار صحابہ ان کے پاک باز اہل بیت، اور ان کے پیروکاروں پر اپنی رحمت اور برکات کا نزول قیامت تک کے لئے جاری رکھے.

اللہ تعالی ہی مجھے کافی ہے جو بہترین توفیق دینے والا اور کارساز ہے.

احسان الٰہی ظہیر لاہور

یکم محرم ۱۳۸۰ھ

شہادت من حیث درایت

تخلیق کائنات سے لے کر اس امت مسلمہ تک ہر مذہب وملت میں نہ معلوم کتنے اعاظم واکابر شہید ہوئے مگر جو اہمیت اس امت نے شہادت حسینؓ کو دی وہ شہدائے سلسلۂ نبوت واتباعہم میں سے کسی کو نصیب نہ ہو سکی، نہیں نہیں! بلکہ اگر اس ایک شہادت کا تجزیہ بایں طور کیا جائے کہ اس کے اقتدار کو حصۂ رسد ملت کے تمام امت پر تقسیم کیا جائے تو یقیناً یہ شہادت اپنی عظمت وجلال کے لحاظ سے باوجود تقسیم اقتدار کے اتنی اونچی نظر آئے گی کہ **ففدینہ بذبح عظیم** جس کی محض ادنیٰ تعبیر کے کام میں اس کے (**ھا وتلک اذا قسمة ضیضی**) یہ سب کچھ درست سہی مگر سوال یہ ہے کہ روایات سے قطع نظر یہ مسئلہ اصول درایت کے لحاظ سے بھی اپنے اندر کوئی اہمیت رکھتا ہے یا نہیں؟ اس لئے ایک تمہید کی ضرورت ہے اس تمہید کے بعد آپ حضرات خود انصاف فرمائیں کہ اصول درایت کی رو سے شہادت حسینؓ کس مرتبہ کی مستحق ہے (آیا یہ شہادت اسی عظمت واقتدار کے قابل ہے جو ہمارے ماحول میں خیال کی جاتی ہے اور جس کے سامنے دوسری اولوالعزم مفصل ومنصوص شہادتیں بالکل بے وقعت سمجھی جاتی ہیں، یا کچھ اور؟)

حضور سرور کائناتﷺ مبعوث ہوتے ہیں اور نہ صرف دنیا کی روحانی ہدایت آپ کے سپرد ہوتی ہے بلکہ انتظامی وسیاسی قیادت سب کے لئے یہ بعثت متعین کی جاتی ہے، جہان پناہ وقت بعثت سے لے کر واصل بحق ہونے تک اگر ایک طرف امت کو صوم وصلوٰۃ و دیگر عبادات کے طریقے عملاً وقولاً تعلیم فرماتے ہیں تو دوسری طرف جہاد بالمال وجہاد بالسیف کے بھی جملہ اصول وطرق تلقین کرتے ہیں۔ یعنی اگر ایک طرف انسان کو غلبۂ حواس کی تدابیر بتائی جاتی ہیں تو دوسری طرف اس بشر کو ربع مسکون کے کل بحر وبر پر استعلاء کی تراکیب سکھائی

جاتی ہیں، یہی روحانی وسیاسی امور اگر بہ نیابت نبی صادر ہوتے ہیں تو دنیائے اسلام اس زمانے کو زمانہ خلافت اور اس شخص کو جو اس مرتبہ پر فائز ہو خلیفہ اسلام کے نام سے موسوم کرتی ہے۔

جناب ختمی مآب ﷺ ان جملہ مقاصد کی تکمیل کے بعد واپس بلائے جاتے ہیں اور اب آپ کی نیابت یا خلافت کا مسئلہ امت کے سامنے پیش ہوتا ہے، یوں کہنے کو تو ایک فریق کہہ سکتا تھا کہ رحلت سے کچھ ہی پہلے حضور **مروا ابابکر فلیصل بالناس** فرما کر صدیق اکبرؓ کی خلافت کا اشارہ فرما گئے ہیں ایسے ہی دوسرا طبقہ یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ نہیں اس کا تصفیہ تو ایک مدت پہلے خم غدیر کے موقع پر **من کنت مولا لا فعلی مولا** کی نص سے بحق علی ہو چکا ہے۔ مگر تصفیہ خلافت کے موقع پر مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ نہ تو مروا ابا بکر سے صدیق اکبرؓ کی خلافت پر مہر توثیق لگائی گئی اور نہ **من کنت مولا فعلی مولا** سے جناب حضرت علی کی امامت معرض شہود میں آئی حتیٰ کہ انصار کی تحدید **منا امیر و منکم امیر** پر بھی کوئی نہ چلا بلکہ ان تینوں راہون سے بالکل الگ ایک راستہ نکالا گیا کہ لوگ ایک سرے سے ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کی رسی گلے میں ڈالتے چلے گئے اور جناب حضرت علیؓ کی طرف کسی نے اعتنا تک نہ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد قرعۂ خلافت حضرت فاروق اعظمؓ کے نام پڑا، اس وقت بھی شیر خدا موجود تھے مگر فاروق اعظمؓ کے ہوتے ہوئے کسی نے شیر خدا کا نام تک نہ لیا، پھر شہادت عمرؓ کے بعد، جناب حضرت علیؓ کی آنکھوں کے سامنے تمام امت نے حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ کچھ روز کے بعد حضرت عثمان کو بھی جام شہادت پینا پڑا، اس سے بحث نہیں کہ اس شہادت کے اسباب وعلل کیا تھے اور ان کے ساتھ جناب حضرت علیؓ کو کوئی تعلق تھا یا تبری فرماتے تھے۔ مگر اس وقت اس کے لئے کسی دلیل و برہان کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی جب یہ خیال آتا ہے کہ جس کام کا تہیا جناب حضرت علی متواتر تین خلافتوں میں نہ کر سکے اس کے لئے شہادت عثمان پر فوراً خم ٹھونک کر میدان میں آ ڈٹے'' ہم تو نہیں

کہہ سکتے مگر راوی بجستہ پے بیان کرتا ہے کہ جناب حضرت علیؓ کی اس وقت کی بے جگری (ترک تقیہ) نے ہزاروں جلیل القدر صحابہ کو موت کی گود میں سلایا، اور تو اور رسول پاک کی پیاری بیوی سیدۂ عالم تک کو خروج کرنا پڑا۔ جناب حضرت علیؓ کی ان لڑائیوں میں صحابہ کی اتنی تعداد موت کے گھاٹ اتری کہ جس کے بیان سے زہرہ آب آب ہوا جاتا ہے۔ یالیتنی مت قبل ھذا و کنت نسیا منسیا۔ اب ایک طرف حیدر کرار غالب علی کل غالب کی خلافت کا کوس لمن الملک بج رہا ہے تو دوسری طرف جناب حضرت معاویہؓ کی اولوالعزم شخصیت سریر سلطنت کی دعویدار ہے۔ اس امامت اور خلافت کے تصادم سے جو مزید احوال امت پر گزرے ان کا مرثیہ بھی تحصیل حاصل ہے چند ہی دن گزرتے ہیں کہ جناب حضرت علی کے سامنے بھی جامِ شہادت رکھا گیا جسے آپ نوش فرما کر اعلیٰ علیین میں جا کر فروکش ہو گئے۔

اب جناب امیر معاویہؓ کی موجودگی ہی میں جناب حسنؓ نے عبائے خلافت کو اپنے وجود گرامی سے سرفرازی بخشی، مگر نہ معلوم حضرت حسنؓ کو کیا خیال آیا کہ تھوڑی مدت کے بعد اس عبا کو پھاڑ پھینکا، تعجب ہے کہ جس خلافت کے لئے امام عالی مقام کے والد محترم وصی رسول اور ہم مرتبۂ رسول نے لاتعداد اکابر صحابہ کے خون کی ندیاں بہادیں، اس کی بے قدری ان وصی نفس رسول کے ہاتھوں یوں ہوئی و ما قدروا اللہ حق قدرہ۔

اب سلطنت اور خلافت دونوں کے کرتا دھرتا خاندان بنو امیہ کے بطلِ اعظم حضرت معاویہؓ قرار پائے اور جناب حسنؓ جواب بالکل ترک دنیا کر کے گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ اپنی بیوی (جوامرۃ نوح وامرأۃ لوط کے مشابہ تھی) کے ہاتھوں زہر ہلاہل کا پیالہ پی کر ارض عافیت میں جا سوئے۔ موت کی گرفت سے کوئی نہیں بچ سکتا پس حضرت معاویہؓ کو بھی یہ پیغام آ پہنچا جسے لبیک کہتے ہی بنی، اب ادھر حضرت معاویہ کا جانشین یزید تھا اور ادھر وصی رسول کے جانشین حضرت امام حسینؓ۔

یہ دونوں بھی خلافت کی کشمکش میں گرفتار تھے مگر امت نے افسوس اس وقت بھی اصلح اور غیر اصلح کا بالکل خیال نہ کیا اور بغیر کسی جنبہ داری اور وصیت کا احترام کیے خلافت کے گیند کو لڑھکانا شروع کیا، جس کو کبھی عبداللہ بن زبیر پکڑنے کی خواہش کرتے اور کبھی حضرت حسینؓ، مگر یزید چونکہ اس میدان میں پلا بڑھا تھا اس لئے دنیا نے اس کی موافقت میں ہاتھ بلند کر دیے۔

ابن معاویہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور وصی رسول کے جانشین کو اس وقت پتہ چلا جب مروان نے مدینۃ الرسول میں یزید کی طرف سے بیعت لینا شروع کر دی، اب امام زادہ علیہ السلام بہت مذبذب کہ

این چہ شوریست کہ در دور قمر می بینم

قدرت کا قلم یزید کے حق میں چل چکا تھا، لہٰذا مروان نے حسب دستور آپ سے بھی بیعت کی درخواست کی جسے آپ نے اپنے والد گرامی قدر کی پیروی میں تقیہ قبول فرما لیا اور کہلا بھیجا کہ میں صبح روز روشن میں بیعت کر لوں گا، مگر راتوں ہی رات اہل وعیال مال و اسباب لے کر مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے تاکہ کوفہ پہنچ کر خود اپنی بیعت لیں کیونکہ کوفی امام مسلم کے کوفہ پہنچ جانے کے بعد پیہم امام عالی مقام کو آنے کی تکلیف دے رہے تھے، یہ موقع زریں تھا حضرت نے خیال کیا کہ ایک لاکھ نفوس ہیں ان کی مدد سے میں آن واحد میں یزید اور اس کے فسق و فجور کو تہس نہس کر دوں گا چنانچہ اس رواروی میں آپ اوائل ذوالحجہ میں مکۂ معظمہ پہنچے اور فریضۂ حج کی ادائیگی کی پرواہ کیے بغیر سفر کوفہ جاری رکھا۔

آپ کوفہ کی طرف کشاں کشاں تشریف لئے جا رہے تھے کہ راستہ ہی میں دوسرا پیغام حسرت انجام آ پہنچا کہ خود کوفہ والوں ہی نے امام مسلم کو یزیدی لشکر کے حوالہ کر کے شہید کر ڈالا۔ امام کو خیال ہوا کہ اب اس سفر کو ملتوی کر دینا چاہیے مگر پھر کسی عزم صمیم اور جوش اضطراب میں قدم بڑھتے چلے گئے اور قصد سفر ملتوی نہ فرمانا تھا نہ فرمایا حتیٰ کہ وادی کربلا میں آ نکلے اور

ابھی رخت سفر نہ کھولا تھا کہ لشکر اعدا کے نرغہ میں گھر گئے۔امام مع زن و فرزند ۷۲ نفوس اور اعدا کی تعداد ہزاروں سے متجاوز، کاش حضرت حسینؓ اس وقت بھی اپنے والد محترم نفس رسول و خلیفہ بلافصل کی پہلی روش کے مطابق تقیہ کی آڑ میں رہ کر ٹال جاتے۔(حتیٰ یاتی اللہ بامرہ) مگر آپ کو اس وقت ایسی سوجھی کہ آپ نے اس ہم مرتبہ ورسول کے اس اقدام کا اقتدا فرمایا جو علیہ السلام نے شہادت عثمان کے موقع پر کیا تھا۔یعنی تقیہ جو دین کے ۱۰/۹ حصہ تھے سب کے سب کو چھوڑ کر صرف ۱۰/۱ پر عمل فرمایا اور ان بہتر نفوس کو اپنے جم غفیر اور لاتعداد لشکر کے نرغہ میں گھروا کر موت کے گھاٹ اتروا دیا اور خود بھی ان کے ساتھ ہی ساحل حیات سے پھسل کر موت کے اندھیرے غار میں گر پڑے انا للہ و انا الیہ راجعون ٥

عود الی المقصود۔جناب حسینؓ کا یہ حادثہ اسلام میں اس حد تک وقیع ہوتا گیا کہ اس کے سامنے عام صحابہ کبار کی شہادتیں ہیچ ہوگئیں نہ عشرۂ مبشرہ کی شہادتیں اس کے سامنے محترم مکرم رہیں اور نہ خلیفہ ثانی وثالث کی شہادت اس کے مقابلہ میں قابل وقعت رہیں اور تو اور بنفس نفیس، ہم مرتبہ نبی، وصی رسول حضرت شیرِ خدا کی شہادت بھی اس کے سامنے مات ہوگئی۔

مگر یہ اہمیت کیا صرف شیعی حضرات کے معتقدات ہی میں شامل ہے یا سنی بھائیوں کے عقائد میں بھی منضم ہے۔ہمیں اس مضمون میں شیعی عقائد سے کوئی بحث نہیں اور نہ ہمارا روئے سخن ان حضرات سے ہے بلکہ اس وقت ہمارا خطاب صرف ان بزرگوں سے ہے جو شیعیت سے بیزار اور سراسر بیزار ہیں، جن کو سنی ہونے پر فخر اور بہت فخر ہے اور جو حفظ مراتب میں خالصۂ سُنی عقائد کے پابند ہیں، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر کو صدیق اکبرؓ جانتے، اور عمر کو فاروق اعظمؓ سمجھتے ہیں، عثمانؓ کے ذوالنورین ہونے میں جن کو کوئی کلام نہیں اور جناب علیؓ کو وصی رسول ونفس رسول اور ہم مرتبہٗ رسول نہیں بلکہ خلیفۂ چہارم اور عم زادہ رسول خیال کرتے ہیں۔

یوں محولہ بالا واقعات اوران کی ترتیب پرشیعی حضرات بھی مناسب اور مفید نتائج اخذ کرسکتے ہیں اگر چہ مجھے کامل توقع ہے کہ ہماری امیدیں یاس کے لباس میں متشکل ہو جائیں گی پس محولۂ بالا واقعات اوران کی قدرتی ترتیب کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شہادت حسین (شہادت ہے یا قتل) سنئے! اگر واقعہ شہادت قتل نہیں بلکہ واقعی شہادت ہی ہے تو یہ دعویٰ اس صورت میں صحیح ہوسکتا ہے جب ہنگامہ رزم کے موقع پر یہ چند صورتیں ثابت کر دی جائیں۔

(ا) جناب حسین خلیفۂ وقت تھے، (ب) یا خود خلیفۂ وقت تو نہ تھے مگر خلیفۂ وقت کی بیعت سے مستغنی تھے (ج) حضرت حسنؓ کی شہادت اور حضرت معاویہ کی وفات کے بعد خلافت کا انعقاد نہیں ہوا تھا اور عوام حضرت حسینؓ کی بیعت پر مصر اور دل سے خواہشمند تھے۔ جزِاول تو کسی جرح ونقدی تشنہ نہیں کیونکہ اگر واقعی آپ کی خلافت تسلیم کر لی گئی ہوتی تو آپ مدینہ سے یوں بے یارومددگار نہ کوچ فرماتے، اور اگر مدینہ والے مروان کی شخصیت اور اثر سے مجبور ہو گئے تھے تو جب حضرت مکہ معظمہ پہنچے ہیں تو اہالی مکہ ہی آپ کی بیعت کر لیتے مگر مکہ والوں کا تو یہ حال تھا کہ عبداللہ بن زبیر آپ کو منع کرتے تھے کہ آپ کوفہ نہ جائیے، خصوصاً اس وقت جبکہ آپ کو ذی الحجہ حرم میں نصیب ہو رہا ہے تکمیل حج کئے بغیر آپ کا مکۃ الحرام سے باہر قدم نکالنا اچھا نہیں ہے کذاوکذا مکہ والوں کے سامنے تو یہ مسئلہ ہی نہ تھا کہ وہ حضرت کی بیعت کریں یا نہ کریں، پس آپ کوفہ عازم ہوئے وہ بھی اس لئے کہ وہاں پہنچ کر ابتدا بیعت ہوگی'' نہ اس، لئے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ تو آپ کی بیعت سے مشرف ہو چکا تھا اوراب دوسری جماعت کو آپ اپنے حلقۂ خلافت میں منسلک کرنے جارہے تھے، نہیں بلکہ یہ تو حدیث عہد ہی تھا، اس پر جو ماجرا گزرا وہ خود شاہد ہے کہ کوفہ والوں نے ادھر امام کو بلایا اور ادھران کے آنے سے پہلے آپ کے نائب مناب جناب مسلم کو یزیدیوں کے حوالہ کر کے

اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ ''ہم تو یزید ہی کو خلیفۂ وقت جانتے ہیں آپ اگر اپنی خیر چاہتے ہیں تو مدینہ واپس چلے جایئے یا اس وادی کربلا میں اپنے اعدا کے ہاتھوں موت کا لبریز جام نوش کیجئے'' خلاصہ یہ کہ آپ کی خلافت نہ تو مدینہ میں تسلیم کی گئی اور نہ مکہ میں مسلم ہوئی نہ کوفیوں نے آپ کو خلیفہ بنایا اور نہ عراقیوں نے جب آپ کی کسمپرسی کا یہ عالم تھا تو پھر آپ کا یہ ہنگامہ پیکار گرم لینا کیا معنی رکھتا ہے اور اس طرح از خود اپنے کو موت کے منہ میں دھکیل دینا شہادت کیونکر ہو سکتا ہے۔

جزِ دوم: ''جناب حسین خلیفہ وقت کی بیعت سے مستثنیٰ تھے۔'' یہ بھی مطلقاً در خود اعتنا نہیں کیونکہ سنی عقائد کے مطابق کوئی متنفس جبکہ وہ خود خلیفہ نہ ہو خلیفہ وقت کی بیعت سے کسی طرح مستثنیٰ نہیں ہو سکتا اور جبکہ کوئی شخص بھی اس رابقہ سے گلوخلاصی حاصل نہیں کر سکتا تو آپ کی کیا خصوصیت تھی، لہٰذا جب آپ خلیفہ نہیں تھے تو آپ کا یہ اقدام خروج اور آپ کی شہادت کو قتل تسلیم کرنے میں کیوں باک کیا جائے۔

جزِ سوم: پر بحث کی ضرورت باقی نہیں رہتی کیونکہ خلافت منعقد ہو چکی تھی اور مسلمانوں کو امام حسینؓ کی مطلقاً طلب نہ تھی، بلکہ جن لوگوں کو طلب تھی (اہل کوفہ) وہ بھی بیعت کے لئے نہ تھی بلکہ مروا دینا ان کا مقصد عظیم تھا، جیسا کہ وہ وقوع میں آیا۔

الغرض ان تمام امور سے صراحۃً ثابت ہوا کہ شہادت حسین شہادت نہ تھی بلکہ قتل اور قتل عمد تھا دوسری حیثیت سے نہ سنی عقائد کے مطابق خلافت توریث ہے کہ نسلاً بعد نسل ایک ہی گھرانے یا قبیلے میں چلی جائے، اگر ایسا ہوتا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جناب صدیق جو آپ کے غیر کفو تھے کیونکر مسند خلافت کو مزین فرماتے، ان کے بعد عمر فاروق نے اس کو سرفرازی بخشی جو اپنے پیشرو کے غیر کفو تھے، فاروق کے بعد ذوالنورین نے اسے مفتخر فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہ اپنے مقتدا کے غیر کفو تھے، اور ان کے بعد جناب حضرت علیؓ نے اسے

رونق بخشی اور بدیہی ہے کہ یہ صاحب بھی اپنے اس سلف کے غیر کفو تھے، چلئے وصی رسول خلیفۂ بلافصل نے پورے تین دور خلافت منقضی ہونے کے بعد اپنی کھوئی ہوئی، دولت حاصل کرتو لی مگر اپنی رحلت کے وقت یہ مسند بصورت توریث حضرت علی اپنے خلف اکبر جناب حسن کو تفویض کرتے گئے، ان وصی رسول کا یہ فعل عقائد سنیہ کے مطابق سلسلۂ خلافت راشدہ کی محک پر بھی صحیح نہ اترا، کیونکہ وہ مسلمانوں کی ایک عام دولت کو اپنے اہل بیت کے لئے مخصوص کر گئے، پھر جب امام حسن نے عبائے خلافت کو اپنے جسد گرامی پر اوچھا دیکھ کر پھاڑ پھینکا تو یہ چیتھڑا جناب حسین نے پہننا کیونکر پسند فرمالیا، چہ جائیکہ امت کی اکثریت تو ایک طرف اقلیت نے بھی آپ کو اس کے زیب تن فرمانے کی زحمت نہ دی بلکہ اکثریت وہ اکثریت جو صحیح معنوں میں اکثریت ہوسکتی ہے یک قلم ابن معاویہ کی بیعت پر ٹوٹ پڑی جس کے اقرار سے یہ سنیوں کو مضر ہے اور نہ شیعوں کو۔"

جب اکثریت نے یزید کے ہاتھ میں ہاتھ میں دے دیا تو اب جناب حسینؓ کا خلافت حاصل کرنے کے لئے کالے کوسوں یکہ وتنہا کوفہ روانہ ہوجانا اصول سلسلۂ خلافت راشدہ کے مطابق کیونکر صحیح اور حق بجانب ہوسکتا ہے، اگر یہ صحیح ہے تو پھر یہ انصاف کس سے کرایا جائے کہ اس تگ ودو میں جناب حسین کا یزید کے کارندوں کے ہاتھوں جام اجل پی لینا شہادت کیونکر ہوسکتا ہے۔

اس پر بھی اگر کوئی صاحب اپنی خوش فہمی سے اس واقعہ کو شہادت! شہادت کہے جائیں گے تو پھر لامحالہ یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکرؓ نے وصی رسول ہم مرتبۂ رسول اور نفس رسول، خلیفہ بلافصل کا حق خلافت چھین لیا، اسی طرح ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ نے علیؓ کی نوبت نہ آنے دی اور خود ہی اس غصب پر دھرنا دے کر بیٹھ گئے، عثمانؓ نے بھی وصی رسول کا یہ حق واپس نہ کیا۔

آخر ش قتل عثمانؓ کے بعد نفس رسول نے تقیہ چھوڑ کر اپنی جگہ حاصل فرمائی تو پھر وراثۃً یہ حسین کے حصہ میں آئی، اور چونکہ یہ خلافت اس طور پر حسینؓ کو ملی تھی اس لئے یزید کو دوچار ہونا پڑا چنانچہ وہ اپنے طاقت اور غلبہ اثر سے حسین سے پالا مار لے گیا۔ پھر بھی حضرت حسینؓ اس کے واپس لینے کے لئے بیخو دھو رہے تھے، لہٰذا چونکہ خلافت جو آپ کی ارث تھی اور اس کے لینے کے لئے آپ لڑے تھے اس لئے یہ واقعہ قتل نہیں بلکہ شہادت اور شہادت بھی شہادت عظمیٰ بلکہ ذبح عظیم کی مصداق ہے۔

سُنی بھائیو! کیا اس توریث کو صحیح ماننے کی صورت میں آپ کے خلفائے ثلثہ وصی رسول کے حق خلافت کے غصب پر ایماندار بھی قرار دیئے جا سکتے ہیں؟ نہیں، بلکہ آیۃ **وکرہ علیکم الکفر والفسوق والعصیان** کی تفسیر، تفسیر صافی شیعی کے مطابق کفر ابن ابی قحافۃ کو تسلیم کرنا پڑے گا، فسوق ابن خطاب کو ماننا پڑے گا اور عصیان کی تعبیر ابن عفان سے کرنا پڑے گی۔☆

☆الصافی شرح اصول کافی۔

اور اس کے اعتراف سے بھی مفر نہ ہوگا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے بجز ان اقانیم ثلثہ یعنی ابوذر، سلمان، اور مقداد کے،

یا دکھا دو مجھے تم پاؤں کا ناخن اپنا
یا یہ کہہ دو مرے ناخن سے ہلال اچھا ہے

پھر اس سے تو یہی بہتر ہے کہ آپ اپنے ایسے سنی عقائد کے تار عنکبوت کو توڑ کر کھلم کھلا "شیعہ پاک" بن جایئے۔

تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

ورنہ واقعۂ کربلا کو ایسی اولوالعظم شہادت کو جس سے آیت ☆**لا یستوی من**

☆ ترجمہ: فتح مکہ سے پہلے جن لوگوں نے اپنے اموال خرچ کیے اور جہادوں میں شہید ہوئے اُن کے بعد جہادوں میں شہید ہونے والے اور اموال خرچ کرنے والے ہرگز برابر نہیں ہوسکتے۔

انفق من قبل الفتح وقاتل الخ کی تردید وتکذیب لازم آتی ہے فضیلت دنیا چھوڑ دیجئے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

راقم الحروف ابو یحییٰ امام نوشہروی
مقیم علی گڑھ صفر ۱۳۵۰ھ

واقعہ کربلا

اگر جناب رسول خدا کے بعد حضرت علی ہی جانشین قرار پاتے تو واقعہٴ کربلا کا ظہور میں آنا توقع سے باہر تھا۔ یقیناً علی رسول اللہؐ کے جانشین ہو کر بنی امیہ کو شاہی مدارج تفویض نہ کرتے اور لاریب رسول اللہ کے خلیفہ ہو کر آپ کی راہ پر پورے پورے چلنے والے تھے۔" الخ۔

اول تو اس طرح کا گمان وقیاس کوئی وزن نہیں رکھتا کہ اگر ایسا ہوتا تو ویسا ہوا ہوتا امکان تو اس کا بھی ہے کہ اگر حضرت ابوبکرؓ کے عوض حضرت علیؓ ہی اول بار تخت خلافت پر متمکن ہو گئے ہوتے تو شاید آپ بھی وہی عمل فرماتے جو حضرت ابوبکرؓ نے کیا اور شیعی دنیا نے بعوض حضرت ابوبکرؓ کے خود حضرت علیؓ ہی پر سب وشتم کرنا اپنی سعادت جانی۔ اور اس وقت جیسا کچھ بھی شیعہ حضرت علیؓ کو سمجھتے ہیں حضرت ابوبکرؓ کو سمجھتے ہیں۔ شیعی نقطہٴ نظر سے ایک اور امکان بھی پیش کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ اس وقت بھی وہی اعمال فرماتے جو آپ نے چہارم عہد خلافت میں کیے۔ یعنی جس طرح شیعی عقیدہ کے مطابق حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے جیسے اشخاص کی بدعتوں اور معاذ اللہ مخالفت اسلام کو دیکھا کیے اور جام صبر و سکوت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا اسی طرح مسلمہ کذاب وغیرہ کے فتنوں کو بھی فروغ ہونے دیتے اور چپ سادھے بیٹھے رہتے کیونکہ شیعی کتابوں میں آپ کے متعلق اسی قسم کی لاجواب وصیتیں مندرج ہیں چنانچہ ریاض الشہادۃ کافی وغیرہ میں لکھا ہے۔

"ہر چند سلتجار را معطل گردانند و کتاب خدا را خراب کنند و کعبہ را منہدم سازند ہرگز ہرگز دست از صبر جدا نہ کنی" الخ

اور نعوذ باللہ اگر یہی ہوا ہوتا تو آج اگر بقول اثر بنی ہاشم کی دینی سرداری مبہم ہو گئی تو اس

دوسری صورت میں رسالت ہی کی حقیقت پر پردہ پڑ گیا ہوتا اور بعثت و تعلیمات نبویہ کے روشن چاند پر بھی رداء گہن چھا جاتی و نیز شیعی نقطۂ نظر اس امر کا بھی تو متقاضی ہے کہ کہہ دیا جائے کہ جناب علیؓ سے یہ بھی کچھ دور نہ تھا کہ تالیف قلب کے لئے بنی اُمیہ کو ہر طرح کی آسانی عطا فرما دیتے چنانچہ عبیداللہ جو حضرت امام حسین کا اصلی قاتل ہے اور واقعۂ کربلا میں یزید کی جانب سے سپہ سالار افواج تھا اس کے باپ کو خود حضرت علیؓ ہی نے پروبال عطا فرمائے تھے۔ شیعہ کتابیں شاہد ہیں کہ چونکہ یہ شخص نہایت کارگزار اور فہیم انسان تھا۔ اس لئے جناب علیؓ نے باوجود اس کی تمام خرابیوں اور ولدالزنا ہونے کے فارس کا گورنر مقرر کر دیا

صاحب ریاض الشہادہ مجلد اولیٰ صفحہ ۳۳۳ پر لکھتے ہیں۔

زیاد بن ابیہ کو حرامزادہ بود وہفت نفر شریک در نطفہ او بودند و بہ فرمودہ پیغمبر کہ الولد للفراش وللعاہر الحجر کسے رایارا اے آن نشد کہ بخود ملحق سازد و ازیاد بن ابیہ گفتند در ایام خلافت ابوبکر و عمرو عثمان و جناب امیر باز ہمیں قاعدہ رامرعی واشتند و جناب امیر المومنین نظر بشجاعت و کیاست کہ داشت او را بر مملکت فارس و اہواز تعین فرمودہ واو نیز در جانفشانی و اخلاص کیشی آن جناب مساعی جمیلہ مبذول داشتی تا آنکہ آنجناب شہید شدند و بعد ازاں خدمت امام حسن را کرد و معاویہ اولاً بہ تہدید و عید خواست اورا بجود مائل کند ممکن رشد انتہیٰ بلفظہ۔

زیاد بن ابیہ حرامزادہ تھا سات آدمیوں کے نطفہ☆ سے اس کی ولادت ہوئی اور موافق حکم رسول الولد للفراش والعاہر للحجر کسی کو یہ گوارا نہ ہوا کہ اس کو اپنے سے منسوب کرے حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان کے عہد میں لوگ اس کو زیاد بن ابیہ کہہ کر پکارتے تھے جناب امیر نے اسکی عقلمندی اور بہادرانہ کارناموں کو دیکھ کر حکومت اہواز و فارس پر متعین فرمایا اور وہ بھی جناب امیر کے ساتھ بہت اخلاص و محبت کا اظہار کرتا رہا یہاں تک کہ جناب امیر شہید ہو گئے آپ کی شہادت کے بعد زیاد نے امام حسن کی اطاعت کر لی، حضرت معاویہ نے زیاد کو ابتدا ابتدا تو بہت ڈرایا دھمکایا اور بہت چاہا کہ اس کو اپنی طرف کر لے مگر یہ نہ ہو سکا۔

☆ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ سات آدمیوں کا نطفہ رحم مادر میں جمع کس طرح ہوا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایسے شخص کو بھی جناب حضرت علیؓ نے اپنی عہد خلافت میں مراتب اعلیٰ تفویض فرمانے میں دریغ نہ کیا تو پھر کیوں تسلیم کرلیا جائے کہ بنی اُمیہ کو شاہی مدارج و گورنری عطا کرنے سے باز رہتے۔ مذکورۂ بالا تقرری کی کیفیت سے تو صاف ظاہر ہے کہ جناب علیؓ کے نزدیک عامل یا گورنر ہونے کے لئے اتقاوزہد کی چنداں ضرورت نہ تھی بلکہ حکومت کی صلاحیت کو آپ دوسری صفات پر عطائے مناصب میں مقدم رکھتے تھے جب ہی تو زیادہ کے گورنر بنانے میں کوئی اغماض نہیں فرمایا۔ نیز جناب اثر کے عقیدہ کے موافق امام وقت کو ماضی حال و مستقبل کے تمام حالات معلوم رہتے ہیں دیکھو کتاب مصباح الظلم صفحہ ۳۷۔ لہٰذا جناب علیؓ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ جس زیاد کو ہم آج فارس کا گورنر بنا رہے ہیں کل اس کا خاندان ایسا وضیع ہو جائے گا کہ اسی کا فرزند ہمارے جگر گوشہ کو کربلا میں شہید کر ڈالے گا۔ اس علم پر بھی زیاد کے فسق و فجور کو نظر انداز کیا اور مناصب عالیہ عطا فرما کر اس کو عزت و اقبال مرحمت کیا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ شاہی امارت کے تفویض میں آپ اسی اصول صلاحیت کو مدنظر رکھتے تھے اموی اور غیر اموی کسی کی تخصیص نہ تھی۔ ہندوؤں کی طرح چھوت چھات یا نسبی امتیاز کو آپ نے کبھی اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیا اور بلا لحاظ قومیت و نسب جس کو جس منصب کا اہل دیکھا وہی اس کو عطا کیا۔ یہ امداد امام صاحب کی زبردستی ہے کہ جناب رسول کریم یا جناب امیر کو خواہ مخواہ نسلی حیثیت سے بنی اُمیہ کا دشمن یا مخالف تصور فرمائیں شیعی روایت سے یہاں تک ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کسی شخص کی غلظت قلب اور شدت عداوت کو نرم کرنے کے لئے بیٹی دیدینے میں بھی پس و پیش نہیں کرتے تھے (معاذ اللہ۔ استغفر للہ) چنانچہ علامہ شوستری مجالس المومنین میں بحوالہ سید مرتضیٰ ابوالحسن علی بن اسمٰعیل کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

"پرسیدند چرا آنحضرت دختر بہ عمر بن الخطاب داد گفت بواسطہ آنکہ اظہار شہادتیں می کردی بزبان و اقرار فضل حضرت علی می نمود دوران باب اصلاح غلظت وفظاظت او نیز منظور بود"

پس جب تالیف قلب کے لئے بزعم شیعی علما جناب علیؓ یہاں تک مجاز اور روادار تھے تو پھر بنی اُمیہ کو شاہی اعزاز واکرام کے تفویض سے کیوں محروم رکھتے۔ زبان سے سب کے سب اقرار شہادت کرتے ہی تھے۔ اور کم از کم زیادہ سے زیادہ بدتر نہ تھے۔

حضرت معاویہؓ تمام تر ساختہ و پرداختہ حضرت عمر ہی کے تھے۔"

اگر اس سے شمس العلما صاحب کی یہ مراد ہے کہ حضرت عمرؓ پر حضرت حسینؓ کی شہادت کا اقدام قتل عائد ہو تو بکمال ادب عرض ہے کہ پھر اس کا کیا جواب ہے کہ عبیداللہ قاتل حسینؓ کا باپ زیاد بھی ساختہ و پرداختہ جناب علیؓ کا ہے۔ بلکہ شیعی علما نے اس ذات کو جناب علیؓ کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ دیکھو جنات الخلود نیز شیعہ وسنی متفق ہیں کہ جناب عمر نہ معصوم تھے اور نہ علم لدنی رکھتے تھے۔ مگر امداد امام صاحب تو حضرت علی کو نہ صرف معصوم بلکہ تمام آئندہ باتوں کا جاننے والا بھی تسلیم کرتے ہیں بس اگر جناب معاویہؓ کی تقرری سے جناب عمرؓ کو متہم کرنا مقصود ہے تو پہلے زیاد کی پرورش اور پرداخت کرنے والے پر بھی نگاہ ڈال لینی چاہئے۔

"حکومت تو بنی ہاشم سے جا ہی چکی تھی۔ پرائیویٹ مرفہ الحالی بھی فدک نکل جانے سے باقی نہ رہی۔ ہاں حضرت عثمان کے بعد کسی طرح علی پر خلافت قائم ہو گئی مگر زمانہ حضرت علی کی خلافت کا جو چار برس سے اوپر کا معلوم ہوتا ہے صرف لڑائیوں میں طے ہوا الخ۔"

بنی ہاشم کے ہاتھوں سے زبردستی حکومت کا نکل جانا اگر صحیح ہے تو یہ دلیل اس امر کی ہوئی کہ حکومت کی صلاحیت معاذ اللہ ان میں نہ تھی۔ نیز جناب علیؓ کی چار سالہ خلافت جنگ ہی میں تمام ہوئی، اس سے بھی یہی ظاہر ہوا کہ آپ کسی طرح اپنی حکومت کو رحمت نہ بنا سکے۔ تاریخ شاہد ہے کہ آپ کی شیعی فوج اور آپ کے شیعی عمال نے ناک میں دم کر دیا۔ کہیں بیت المال کا خزانہ کھا گئے کہیں رعایا پر ظلم وستم کی حد کر دی ہے۔ خودسری اور نخوت یہاں تک تھی کہ عین میدان جنگ میں فوج کے افراد بگڑ بگڑ پڑے ہیں۔ دیکھو نہج البلاغہ وریاض الشہادۃ وغیرہ پس اگر کوئی شخص امداد امام صاحب کی طرح قیاسی گھوڑے دوڑائے تو ان کی گمراہ پیروی میں

کہہ سکتا ہے کہ بہت بہتر ہوا جو جناب ابوبکر کے عوض جناب امیر اول خلیفہ نہ ہوئے ورنہ نعوذ باللہ خلق خدا اور بھی زحمت میں مبتلا ہو جاتی ''کلمۂ کفر کفر نباشد'' ہم سنیوں کا تو عقیدہ ہے کہ چاروں خلافتیں رحمت سے لبریز اور چاروں کے عہد میں مشیت نے جو کچھ کیا وہ اُمت کے لئے مشعل ہدایت بنا۔ سینکڑوں مسائل مدون ہوئے۔ جنگوں کا ہونا مقدر تھا اور جملہ صحابہ نہایت نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ عمل پیرا رہے۔ ہرگز کسی طرح کی کدورت کو ان کے دلوں میں دخل نہیں ہونے پایا۔

جھگڑتے تھے وہ پر نہ جھگڑوں میں شر تھا
خلاف آشتی سے خوش آئندہ تر تھا

شیعیت لاکھ تہمت تراشے مگر جناب علیؓ برابر جناب معاویہؓ کے مداح رہے جس کا اعلان حضور نے بار بار کیا جو شیعی کتاب نہج البلاغہ میں مندرج ہیں۔

''حضرت معاویہ خلیفۂ وقت سے برابر لڑتے رہے۔ آپ کے معاملات فسادی خطائے اجتہادی کہلاتے ہیں خطائے اجتہادی کیا چیز ہے آج تک راقم الحروف کے سمجھ میں نہ آئی۔ حق پسند آدمی کے دماغ میں یہ معاملہ گزر ہی نہیں سکتا۔'' الخ

جناب کی خوش فہمی ہے جو اپنے آپ کو حق پسند گمان کرتے ہیں خطائے اجتہادی کوئی متعلق فقرہ نہیں اور نہ تقیہ و بداء۔ زیادہ قابل شرم و ندامت ہے۔ اگر تقیہ و بداو نیز متعہ جیسی شرمناک چیزیں آپ کی ''حق پسند'' عالی دماغ میں جاگزیں ہو سکتی ہیں تو پھر خطائے اجتہادی کے نفوذ سے دماغ عالی کا قاصر رہنا حد درجہ کی پست دماغی اور کج فہمی ہے۔ فرق صرف اسی قدر ہے کہ صاحب بداو تقیہ وغیرہ ضمیر فروشی میں شہرہ آفاق ہوتے ہیں خطائے اجتہادی والے اصحاب صرف غلط فہمی کا شکار بنتے ہیں۔ اگر اجتہاد اور خطا کے الفاظ سمجھ سے باہر ہیں تو غلط فہمی کے الفاظ سے اپنی حق پسند طبیعت کو سمجھا لیجئے مگر مشکل تو یہ ہے کہ اس فقرہ میں صرف لفظ فہمی فارسی ہے باقی غلطی۔'' خطا ہی کی طرح عربی ہے جو شاید شمس العلماء

صاحب کے انگریزی دماغ میں روڑا بن کر اٹک جائے گی۔ اچھا مس انڈر اسٹینڈنگ misunderstanding یا بونافائڈی مسٹیک۔" Bonafied mistake کے فقروں سے تعبیر کر کے بتایا جائے تو شاید اس انگریزی فقرہ سے وحشت نہ ہوگی۔ کیونکہ آپ انگریزی دربار کے شمس العلماء ہیں۔ جس قوم کے انشاء پرداز لکھتے ہیں کہ غلط فہمی یعنی مس انڈر اسٹینڈنگ" وہ عالمگیر بلا ہے کہ دنیا کی لڑائیوں کا خواہ مخواہ انفرادی ہوں خواہ قومی یا ملکی اگر چار حصہ کیا جائے تو ان میں کا تین حصہ اسی غلط فہمی کا نتیجہ نکلیں گی۔ غالباً انگریز مصنفین کا یہ قول انگریزی شمس العلماء صاحب کے "حق پسند" دماغ کو غیر مانوس نظر نہ آئے گا۔ بس اسی پر قیاس کرلیں کہ اگر حضرت معاویہ کی لڑائیاں بھی مورخین وفقہا کے نزدیک اسی غلط فہمی کا شکار سمجھی گئیں تو یہ کونسی بڑی ادق بات ہوگئی جو جناب اثر کی سمجھ سے باہر ہے ہاں تعصب اور غلو اگر ذہن عالی پر ابر کی طرح محیط ہے تو پھر خطائے اجتہادی ہی پر کیا منحصر معمولی سی بات بھی الٹی نظر آئے گی۔

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد

عیب نماید ہنرش درنظر

صافی ترجمہ کافی کتاب التوحید جز دوم صفحہ ۲۲۷۔ باب البدا کی یہ عبارت امداد امام صاحب کے نذر ہے کہ "بدا مستلزم محو گمان امام است اگر گمان کردہ باشد خلاف مقتضائے آن را، یعنی امام کی غلط فہمی کو درست کرنے کے لئے بدا لازم شئے ہے۔ شیخ صدوق رسالہ اعتقادیہ میں لکھتے ہیں کہ " ماہداء اللہ فی شئی کما بدا اللہ فی اسمٰعیل ابنی. "یعنی اللہ کو ایسا بدا کسی امر میں نہیں ہوا جیسا میرے فرزند اسمٰعیل کے امام بنانے کے بارے میں ہوا جس کی تفصیل بحارالانوار میں یوں مندرج ہے کہ امام جعفر صادق کے زمانہ میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ آپ کے بعد امام آپ کے فرزند اسمٰعیل ہوں گے مگر حضرت اسمٰعیل قبل امام جعفر کے رحلت فرما گئے تو امام موصوف نے اس کی تاویل کی کہ خدا کو "بدا" سہو ہوگیا تھا۔ اسی لئے ہم کو بھی غلط فہمی ہوگئی۔ پس جناب اثر کو" خطائے اجتہادی" کا لفظ نکالنے سے پہلے مسئلہ بدا کی

مذموم کیفیت سے پناہ مانگ لینی چاہئے۔ اول الذکر سے صرف چند غیر معصوم مرکب الخطا و النسیان ہستیوں پر اعتراض وارد ہوتا ہے اور آخر الذکر سے ائمہ اثنا عشر اپنے فرضی خدا کے ساتھ جاہل اور کاذب قرار پاتے ہیں جب امام صاحب کو معلوم نہ تھا تو پیشین گوئی کی حاجت ہی کیا تھی جس کے غلط ہو جانے پر شیعی علماء کو یہ روایت اپنے فرضی امام کی طرف موسوم کرنی پڑی کہ ایسا بدا کبھی اللہ کو نہیں ہوا تھا جیسا اسمٰعیل کی نسبت ہوا۔ کہو شیعہ بھائیو! کیا ایسے ہی خدا اور ایسے ہی امام پر ایمان لانے کا نام "شیعیت" ہے۔ اور کیا ایسی لچر لغو گوئی خطائے اجتہادی کے مفہوم سے زیادہ قابل شرم نہیں۔

"خلیفہ ہو کر حضرت علی رسول اللہ کی طرح بنی اُمیہ کو سرنہ کر سکے بنی ہاشم آپ کے عہد میں کچھ بھی پر وبال نہ سنبھال سکے۔ اب بنی اُمیہ کا سر کرنا بعید از توقع تھا۔" الخ

نعوذ باللہ جب پانی سر سے گزر چکا تھا اور علم لدنی رکھتے ہوئے آپ اس ناکامیابی سے واقف بھی ہو ہی چکے ہوں گے تو پھر کا ہے کہ انگلی میں خون لگا کر شہیدوں میں داخل ہوئے اور خلافت کا دردسر مول لے لیا۔ یہ کونسی عاقبت اندیشی ہو سکتی ہے کہ جب مرض ہلاکت تک پہنچ جائے اور موت نظر آنے لگے اس وقت تدبیر میں ہاتھ لگایا جائے بس یہ خیال جناب اثر کا بالکل بے اثر ہے کہ جناب امیر نے اس وقت عنان حکومت اٹھائی جب حکومت کرنی ناممکن ہو چکی تھی۔ حضرت علیؓ ایسے ناعاقبت اندیش نہ تھے کہ خلافت کی دستار اُسی وقت باندھتے جب خلافت کی اصلاح امکان کی حد سے متجاوز ہو چکی۔ رسول اللہ صلعم نے تو اس سے بدرجہا خراب حالت کو سنبھالا۔ اور جناب علیؓ نے تھوڑی دقتوں کو بھی نہیں فرو کیا۔

"آپ کے بعد جناب امام حسن باپ کی جگہ پر بیٹھے مگر حضرت معاویہؓ کی مخالفت کے باعث آپ کو خلع خلافت کرنی پڑی جس کے بعد امام حسن حضرت معاویہؓ کے پنشن خوار بن گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام حسن کو جناب حضرت معاویہؓ نے زہر دلوا دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یزید نے ایسا کیا۔ راقم کے نزدیک آپ کے صاحبزادہ میں اتنا مادہ نہ تھا کہ دمشق میں

بیٹھے ہوئے مدینہ میں امام کا کام تمام کر ڈالتا۔ اگر یزید ہوش گوش والا ہوتا تو امام حسین سے بیعت لینے میں تحرکو راہ نہ دیتا۔ حضرت معاویہؓ نے امام حسن سے کوئی مطالبہ بیعت کا نہیں کیا۔'' الخ۔ حضرت حسن کا زہر سے شہید کیا جانا اس کی دلیل نہیں کہ جناب حضرت معاویہؓ نے زہر دلوایا۔ برعکس اس کے قرائن موجود ہیں کہ جناب حضرت معاویہؓ کو جناب حسن کے شہید کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی خود جناب اثر لکھتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ جناب حضرت معاویہؓ کو بس ملک سے محبت تھی لہٰذا ایسا محض فضول جان کر کیوں لینے لگا۔ حضرت حسن نے صلح نامہ کی مخالفت کا کبھی ارادہ نہیں کیا اگر یہ گمان ہو کہ بیٹے کے لئے سب کچھ کیا تا کہ آئندہ کی خلش مٹ جائے تو یہ خیال بھی درست نہیں۔ اس لئے کہ جناب حسن کی رحلت سے یزید کے لئے میدان صاف نہیں ہوتا تھا۔ حضرت حسین کی ذات اقدس باقی رہتی تھی اور کہیں کسی تاریخ یا روایت سے پتہ نہیں چلتا کہ حضرت معاویہؓ پر اس کا بھی بُعل ثابت کیا گیا ہو کہ آپ نے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو مار ڈالنے کی کوشش کی ہو۔ شُبہ پر کسی کو مہتم کرنا انصاف نہیں ورنہ حضرت علیؓ پر خارجی بھی حضرت عثمان کی شہادت کا الزام عائد کرتے ہیں اور کچھ مشکوک قرائن بھی اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں چنانچہ ملا حسن قزوینی کی تحریر سے کما حقہ ظاہر ہے کہ شیعیان علی نے جنگ صفین میں ایسے کلمات زبان سے نکالے جن کی بنا پر اکثر افراد کا شک مبدل بہ یقین ہو گیا کہ حضرت عثمان کی شہادت میں معاذ اللہ جناب حضرت علی کی سازش شریک حال تھی۔ (دیکھو کتاب ریاض الشہادۃ مجلد الاولیٰ) پس مجرو شک کوئی شے نہیں اس لئے مجرو یہ خیال کہ حضرت معاویہ نے یزید کے لئے ایسا کیا ہوگا ہرگز قابل اعتبار نہیں ہوسکتا لامحالہ ثابت ہوا کہ خود شیعیان حسن نے جناب حسن کو زہر دلوایا ہو کیونکہ اسی کتاب ریاض الشہادۃ میں مرقوم ہے کہ جناب معاویہؓ سے صلح کے بعد جناب حسن کے اصحاب اس صلح کی بنا پر اس قدر بیزار ہو گئے تھے کہ آپ کو نعوذ باللہ من ذالک ''مذل المومنین'' یعنی مسلمانوں کا ذلیل کرنے والا ''مسوِّد الوجوہ'' یعنی منہ کالا کرنے والے کے نجس و ناپاک القاب سے یاد کرنے لگے تھے۔ ان کے غصہ کا یہ حال تھا کہ صاحب ریاض الشہادۃ لکھتے ہیں

کہ دونوں فوجیں صف آرا ہو چکیں اس پر بھی جب امام حسن نے صلح کو جنگ پر ترجیح دی اور آپ کی فوج نے لاکھ چاہا کہ قتال شروع کر دے مگر آپ نے ہرگز گوارا نہیں فرمایا تو آپ کی فوج بگڑ گئی اور اکثر افراد نے آپ کی ذات سے گستاخیاں شروع کر دیں۔ بعض نے بڑھ کر جانماز پیروں کے نیچے سے کھینچ لی صفحہ ۳۴۷ نیز زہر دینے والی جعدہ نامی ایک عورت تسلیم کی گئی ہے۔ یہ عورت آپ کی زوجیت میں تھی جس نے آپ نے بوجوہات بیرخی ظاہر فرما کر طلاق دے دی۔ چنانچہ یہی مصنف صفحہ ۳۴۲ پر لکھتے ہیں کہ جب یہ عورت حضرت حسن کو زہر دے کر جناب معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو جناب معاویہؓ نے اس پر لعنت کرنی شروع کی اور بے حد زجر و توبیخ فرمائی۔ پھر جلد ثانی کے صفحہ ۱۶ پر فرماتے ہیں کہ:

"در کشتن امام حسن سائر مسلمانان را واغلب مردمان را اعتماد آن بود کہ معاویہ را تقصیر سے نبودہ واز و ناشی نشدہ بلکہ راضی نیز بآن نبودہ۔"

اس سے بھی بڑھ کر اور لطف ملاحظہ ہو حسن قزوینی صاحب اللہ صاف صاف ارقام کرتے ہیں کہ ہر چند جناب حسن بنی اُمیہ اور جناب معاویہ کو برملا فحش گالیاں دیا کرتے تھے مگر جناب معاویہؓ نے کبھی گالی کا جواب گالی سے نہیں دیا اور باوجود فحش گوئی کے۔

باز ہمان مبلغ را کہ ہر سال می فرستاد کہ ہزار ہزار درہم بود بغیر امعۂ و ہدایات بسیار از ہر قسمے بجہت از فرستاد باز یادتی صفحہ ۱۲	وہی ہزار ہزار روپیہ سالانہ اور ہر قسم کے بیش قیمت تحفے جو حضرت معاویہؓ نے پہلے مقرر فرما دیئے تھے بغیر کسی عوض کے برابر بھیجتے رہے۔

یہ تمام قرائن اس بات پر کافی شاہد ہیں کہ حضرت معاویہؓ ایک وسیع النظر شخص تھے۔ ان کی ہمت اس سے بالاتر تھی کہ مخالف گالیوں سے متاثر ہو کر اس کا وظیفہ بند کر دیں۔ وہ برابر جناب حسن سے بمراعات و تعظیم پیش آتے رہے اور کبھی اپنی بزرگانہ شفقت سے باز نہیں آئے۔ ان کو بقول اثر جناب حسن سے جو کچھ اختلاف تھا وہ محض ملکی۔ ذاتی نہ تھا تو پھر جناب حسن کو زہر دینے میں کیوں کاوش کی ہوگی ملا صاحب کی ایک اور عبارت قابل دید ہے۔ صفحہ ۱۴ جلد ثانی میں گہر ریز ہیں۔

چون ایام وفات معاویہ در رسید یزید را بر بالین خود طلبید و گفت از سہ نفر بر تو مے ترسم وی دانم کہ با تو بیعت نخواہند کرد، یکے عبداللہ بن عمر بن خطاب، دوم پس زبیر سوم حسین بن علی، امام عبداللہ بن عمر پس از دست مدار وا گر اندک ریشہ دوانی باو نمائی واز مال خود باور سدے برسانی او نیز دست از تو برندارد واما عبداللہ بن زبیر پس اگر برادو دست یابی بند ہائے اورا ز ہم جدا کن کہ او ہمیشہ در کمین تو خواہد بود واما حسین بن علی خودے دانی نسبت او بہ پیغمبر خدا و آنکہ او پارۂ تن اوست و از گوشت و خون او پرورید ہ شدت است دمن می دانم کہ اہل اعراق اورا می طلبند و می کشانند بسوئے خود و امید آرند اور برخروج کردن با تو و در آخر باد بیوفائی ے کنند اور انتہا می گدارند و باد یاری نخواہند کرد پس اگر بداو دست یافتی قدر و منزلت او راز پیغمبر مراعات کن و مواخذہ مکن از وبلعت خروج کہ کردہ است و بعلاوہ آن با مانسبت قرابت و رحم دارد و کمال رابطہ خصوصیت و دوستی فیما بین من واو بودہ مبادا اذیتے و آسیبے از تو باو برسد و ملالے و مکروہے بخاطر شریفش رُخ دہد این رابطہ محکم شدہ منقطع گردد۔ الخ۔

جب حضرت معاویہ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے یزید کو اپنے سرہانے طلب کیا اور فرمانے لگے کہ تین آدمیوں سے مجھے ڈر ہے کہ وہ تجھ سے بیعت نہ کریں گے ایک عبداللہ بن عمر دوسرے عبداللہ بن زبیر تیسرے حسین رہے عبداللہ بن عمر ان سے دست بردار نہ ہونا اور اگر تمھیں ان سے کچھ اندیشہ ہو تو کچھ مال بطور حصہ رسد کے ان کو دیتے رہنا۔ اگر تم ایسا کرو گے تو وہ بھی تمہارے قابو میں رہیں گے رہے عبداللہ بن زبیر ان پر اگر تم کو قبضہ مل جائے تو ان کے بند بند کاٹ دینا کیونکہ وہ ہمیشہ تیری گھات میں رہے گا۔ لیکن حسین بن علی کے متعلق تم خود جانتے ہو کہ ان کا تعلق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہے ان کی حضور کے گوشت و خون سے پرورش ہوئی، مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اہل عراق ان کو تم سے لڑنے کے لئے بلائیں گے اور ان کو اُمیدیں دلائیں گے اور آخر میں پھر ان سے کنارہ کش ہو کر بیوفائی پر کمربستہ ہو جائیں گے ان کی کچھ مدد نہ کریں گے تنہا چھوڑ دیں گے۔ لہٰذا اگر تم ان پر قابو پا جاؤ تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت قرابت کی بنا پر نہایت قدر و منزلت کرنا اور اپنے پر خروج کرنے کی وجہ سے ان سے کسی قسم کا مواخذہ نہ کرنا، ان سے علاوہ اس کے ہم سے رشتہ داری اور تعلقات خصوصی بھی ہیں جن کا اقتضا یہ ہے کہ تمہاری وجہ سے ان کو کسی قسم کا صدمہ اور ملال نہ پہنچنے پائے ورنہ اندیشہ ہے کہ یہ تمام تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔

کہیئے اے انصاف پسند قارئین بوقت رحلت جو شخص اس طرح کی وصیت کرے اور اپنے بیٹے کو نشیب وفراز سمجھاتے وقت نہایت مخلصانہ طور پر تاکید فرمائے کہ جناب امام حسین کے ساتھ محبت وحسن سلوک کا برتاؤ کرنا از حد ضروری ہے وہی ذات خود اسی حسین کے بڑے بھائی کو زہر دے کر شہید کردے۔ حاشا وکلا۔ عقل تو کبھی قبول نہیں کرتی۔ تعصب جو چاہے منوالے۔ محققین نے بشد ومد اسکا انکار کیا ہے اور ثابت کردیا ہے کہ حضرت معاویہ نے ہرگز حضرت حسن کو زہر نہیں دلوایا اور یہی اقرب بالصواب ہے۔

''اگر یزید صاحب کو اپنے پدر بزرگوار کی سی سمجھ حاصل ہوتی تو بنی ہاشم سے بیعت لیتے اس قدر کدِ راہ نہ دیتے جس کا نتیجہ آخر کار یہ ہوا کہ امام حسین نے کس مستعدی کے ساتھ بیعت سے انکار کردیا جس کی بدولت واقعہ کربلا پیش آیا'' الخ۔ قارئین ملاحظہ ہو۔ واقعۂ کربلا وہ واقعہ ہے جو شیعی دنیا میں خاص طور پر اہمیت رکھتا ہے۔ اور کچھ زیادہ بعید نہیں اگر کہا جائے کہ محرم میں غم کرنے والوں میں سے بعض ارباب فہم ایسے بھی ہوں گے جو یہ سمجھ کر روتے ہوں کہ ہائے یہ کیا ہوا۔ شیعی مذہب کی بنیاد تو تھی تقیہ پر۔ کربلا کے مضمون نے اس بنیاد ہی کو متزلزل کردیا۔ اب تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ سب سے بڑا متقی وہ ہے جو سب سے بڑا تقیہ باز ہے۔ (دیکھو بحار الانوار) اور نہ اس فقرہ کو اپنی زبان تک لاسکتے ہیں کہ:

''ہر کہ تقیہ ندارد ایمان ندارد''

ہمارے یہاں کی کتابیں تو ہم کو یہ عقیدہ رکھنا لازمی بتاتی ہیں کہ: ''تارک تقیہ مثل تارک نماز گنہگار است'' لیکن اگر تقیہ ایمان کا جزو لاینفک ہوتا تو حضرت امام حسین تقیہ سے منہ نہیں موڑتے اور اگر تقیہ کا تارک مثل تارک الصلوٰۃ بے دین ہے تو امام حسین سب سے پہلے تقیہ پر عمل کرتے۔ ایسے مبصر شیعی حضرات بلاشبہ دل ہی دل میں خار کھاتے ہوں گے کہ جس تقیہ کے بغیر شیعیت کا چلنا محال ہے اسی کو سیدنا امام حسین نے ببانگ دہل باطل فرمادیا۔ دنیا پر ظاہر ہو

باہر ہو گیا کہ اللہ کے بندوں کی بات ان بندوں کے سر کے ساتھ ہوتی ہے۔ رہا یہ امر کہ اگر یزید بنی ہاشم سے بیعت لینے پر مصر نہ ہوتا تو واقعۂ کربلا پیش نہ آتا تو اس کا جواب کچھ ضروری نہیں مگر ایک مضمون ہدیۂ ناظرین کئے بغیر نہیں رہ سکتا ہوں۔ وہ یہ کہ واقعات کربلا کن معاملات کا نتیجہ تھے اس کی تشریح میں بمقابلہ امداد امام صاحب اور ان ہی کے ایک جید عالم کا قول پیش کر کے بتانا چاہتا ہوں کہ شیعی راویان حدیث نے جہاں بہت سا افترا بزرگان دین پر کیا ہے وہاں ایک مضمون یہ بھی نظر آتا ہے کہ معاذ اللہ منہا حضرت امام حسین نے خود یزید کو فتنہ و فساد کرنے پر برانگیختہ کر دیا۔ چنانچہ یہی فاضل قزوینی اپنی اسی کتاب ریاض الشہادۃ جلد ثانی میں اسباب واقعۂ کربلا کا ذکر کرتے ہوئے صفحہ ۱۶ پر لکھتے ہیں۔

عبداللہ بن زبیر زنے داشت کہ دران عصر بحسن و جمال مشہور بود و چون خوبی او بہ یزید رسید نادیدہ عاشق دے گردید، پس انواع حیل و تدابیر نمود تا آنکہ ابن زبیر اورا مطلقہ کرد پس یزید وکالت نامہ بنام ابو موسیٰ اشعری فرستاد تا اور الجہت یزید عقد کند و در روز یکہ وے بحکم وکالت یزید رسید بجانبہ آن زن رفتے عبداللہ بن عمر درعرض در املاقات نمودہ و بعد از اطلاع او نیز ابو موسیٰ را وکیل نمود و چون قدمے چند برفت جناب امام حسین را ملاقات نمودہ بعد از اطلاع آن حضرت نیز اورا وکیل نمود، چون ابو موسیٰ رسید بآن زن گفت چہار کس ترا طالب اند و من آمدہ

عبداللہ بن زبیر کے پاس ایک عورت تھی جس کے حسن و جمال کا اس زمانے میں بہت چرچا تھا یزید کو جب اس عورت کا پتہ لگا تو وہ اس کا ان دیکھا عاشق ہو گیا۔ اور طرح طرح کی تدبیریں کر ڈالیں یہاں تک ابن زبیر نے اس کو طلاق دے دی، یزید نے فوراً ابو موسیٰ اشعری کو اپنا وکیل نکاح بنا کر اس حسینہ کے پاس بھیجا تا کہ وہ یزید کا عقد کرا دیں۔ جس روز ابو موسیٰ کو یزید کا وکالت نامہ پہنچا ابو موسیٰ اس عورت کے گھر روانہ ہو گئے راستہ میں عبداللہ بن عمر سے ملاقات ہو گئی اطلاع حال کے بعد انہوں نے بھی اپنی طرف سے ابو موسیٰ کو وکیل نکاح بنا دیا۔ اور چند ہی قدم گئے ہو نگے کہ حضرت حسین سے ملاقات

ام کہ ترا جہت یکے از آنہا کہ راضی شوی و
رغبت نمائی عقد نمایم، گفت کیا نند گفت
اول خود ابوموسیٰ اگر قبول افتد دوم یزید، سیم
عبداللہ چہارم امام حسین گفت من جوانم و
مال بسیار وارم وتو مرد پیر سال خوردہ وجہ
مناسبتے مرابا تو نیست حال پائے طمع
بیرون نہ وخود را خالی از خرض کن تا درین
۳ نفر با تو شوری کنم، ابوموسیٰ تصدیق
نمودہ گفت ازین خیال در گزشتم اگر دنیا و
لزت لہو معاشرت می خواہی۔ یزید راہ
بخواہ اگر حسن و جمال وتقویٰ نخواہی بہ
عبداللہ بن عمر تن وردہ۔ واگر حسن خلق وحلم
وبردباری فضائل وکمالات حسن ونسب و
ہم نشینی فاطمہ خواہی اینک امام حسین، زن
ساعتے فکر کردو بعد از ان گفت مال و جاہ
دنیا فانی است و جوانی و جمال بہ ضعف
پیری زائل گردد لیکن خدمت اہلبیت
موجب سعادت ابدی است پس ابوموسیٰ
راوکیل نمودتا اور عقد امام حسین درآوردو
آنحضرت اور التصرف نمود وچون این
خبر بشام رفت عداوت یزید بآن حضرت

ہوئی اطلاع حال کے بعد انہوں نے بھی ابو
موسیٰ کو اپنا وکیل نکاح کر دیا غرضیکہ جب ابو
موسیٰ اس عورت کے پاس پہنچے تو کہا اے
عورت تیرے چار طالب ہیں اور میرے
آنے کی غرض یہ ہے کہ انمیں سے جس کسی
کے ساتھ تو راضی ہو میں تیرا نکاح کردوں
عورت نے کہا وہ کون کون لوگ ہیں ابوموسیٰ
نے بتایا کہ اول تو میں خود ہوں اگر قبول
کرے ودوسرے یزید تیسرے عبداللہ بن عمر
چوتھے امام حسین، عورت کہنے لگی میں جوان
ہوں اور میرے پاس مال بھی کثیر ہے اور تم
بڈھے ہو مجھ میں اور تم میں کوئی مناسبت نہیں
ہے تم اپنے خامِ خیال سے باز آؤ تو پھر تین
ان میں بقیہ کے متعلق تم سے مشورہ کروں ابو
موسیٰ نے کہا اچھا میں اس خیال سے
درگزرہوا۔ اگر تو دنیا اور لذت ولہو ولعب کی
طالب ہے تو یزید کے ساتھ نکاح کر اور
اگر حسن و جمال وتقویٰ کی طالب ہے تو
عبداللہ بن عمر کو اور اگر حسن علق وحلم اور
بردباری اور فضائل کمالات حسب ونسب اور
ہم نشینی فاطمہ کی طالب ہے تو پھر حسین موجود
ہیں حسینہ نے تھوڑی دیر سوچنے اور غور کرنے

زیاد شد۔ والیضاً دختر بن عبداللہ بن جعفر کہ خواہر زادہ آنجناب بود بہ جہت یزید خواستگاری کردند و بعد از انعقاد مجلس در حضور راعیانً واشراف قریش و غیرہم مروان بن حکم و حاکم مدینہ بود از جانب معاویہ خطبہ خواندہ و بلند پردازی بسیارے فخر و مباہات زیادہ از حد نمودہ مہر سنگینے از جانب یزید داد پس حضرت امام حسین خطبہ خواندو ختان اور اجواب، شافی کافی دادہ اورا بہ پسر عمش قاسم بن محمد بن جعفر عقد کردو مزرعہ از خود کہ سالے ہشت ہزار اشرفی مداخل آن بود بہ جہت او عطا فرمود پس رنگ مروان سیاہ شد و گفت شمانی ہاشم غدر کردید و ماراارسوا کردید ودست ازعنا و وعداوت خود برنمی دارید حضرت فرمود این بعلت آن بود کہ عائشہ دختر عثمان رابمادرم حسن خواست وہاوندا دید و بہ عبداللہ بن زبیر دادید، ہرچند آن ہمان راا و مطلقہ کرد۔

کے بعد بولی دنیا کا جاہ اور دولت سب مٹنے والی ہے اور جوانی و جمال کو بھی ایک دن بڑھاپا خاک کردے گا۔ اور خدمت اہل بیت موجب سعادت ابدی ہے لہٰذا اس نے ابوموسیٰ کو وکیل کیا تاکہ وہ امام حسین کے ساتھ اسکا عقد کردیں چنانچہ عقد ہوگیا اور امام حسین اس پر قابض بھی ہوگئے جب یہ خبر شام پہنچی تو یزید کی عداوت امام حسین کے ساتھ اور بڑھ گئی۔ منجملہ ان اسباب کے ایک یہ ہے کہ امام حسین کے بھانجے عبداللہ بن جعفر کی لڑکی کو لوگوں نے یزید کی طرف سے پیغام دیا اور بھری مجلس میں جہاں قریش وغیرہ کے سربرآوردہ لوگ موجود تھے مروان بن حکمؓ حاکم مدینہ نے حضرت معاویہؓ کی جانب سے تقریر کی جس میں بہت تسلی اور فخر مباہات کی باتیں تھیں اور یزید کی جانب سے بہت اکافی مہر حضرت امام حسین تمام باتوں کا شافی جواب دیدیا اور اس کا اپنے چچازاد بھائی قاسم بن محمد بن جعفر کے ساتھ عقد کردیا اور از خود ایک جائیداد جس کی سالانہ آمدنی آٹھ ہزار اشرفیاں ہوتی تھیں قاسم کی طرف سے دی، یہ دیکھ کر مروان کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ اور کہنے لگا تم بنی ہاشم نے بڑا دھوکا دیا اور ہم کو بہت رسوا و ذلیل کیا پھر بھی عداوت و عناد نہیں چھوڑتے ہو، حضرت نے فرمایا یہ اس کا نتیجہ ہے کہ عائشہ دختر عثمان کو میرے بھائی حسن نے مانگا تھا اور تم نے ان کو نہیں دیا۔ بلکہ عبداللہ بن زبیر کے ساتھ عقد کردیا حالانکہ انہوں نے بھی اس کو طلاق دیدی۔

نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا ۔ کیا اس روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ معاذ اللہ سیدنا امام حسین نے کربلا کا جہاد ایسے وجوہات کے باعث مول لیا جس کی منشا عورتوں کا وجود نامحمود تھا۔ بعوض فتنہ وفساد کو فرو کرنے کے آتش عداوت کو دیدہ ودانستہ عام خلق اللہ کی مانند تیز کیا۔ عورتوں کا معاملہ زر زمین ۔زن کے بمصداق اس کا باعث ہوا جو امام کی شان سے کوسوں دور ہونا چاہئے۔ جس عورت کی خواہش یزید نے کی تھی اور اس کو حیلہ وتدبیر سے اپنی راہ پر لگا رہا تھا سیدنا امام حسین کا جیسا متقی ومقدس شخص اس معاملہ میں خواہ مخواہ کود پڑا اور اس عورت کو اپنے تصرف میں درلایا۔ پھر اس پر جب اس نے صبر کیا اور خون کا گھونٹ پی کر رہ گیا اور اس نے پھر ایک اور نسبت اپنی ٹھیک کی تو عین مجلس میں پہنچ کر جبکہ اس کے نکاح کا خطبہ پڑھا جا رہا تھا گاؤ خرفرمادیا۔ اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس لڑکی کا عقد اسی مجلس میں اپنے چچیرے بھائی سے پڑھ دیا اور استفسار کرنے پر یہاں تک جرأت کی کہ ہم نے جو کچھ کیا بدل لیا ہے اس امر کا کہ جو بنی اُمیہ نے بنت عثمان کو ہمارے بھائی کی زوجیت میں نہیں آنے دیا تھا۔ کیا امام عالی مقام کا یہی کام ہے کہ اس طرح کی کدورت دل میں لئے رکھے اور موقع بے موقع جوش انتقام کا مظاہرہ کرتا پھرے۔

نفس خویش خون من و تو
فارغ از دین وکیش چون میں وتو

مذہب اور تہذیب تو یہ ہدایت کرے کہ کسی عورت سے جب کوئی شخص تازہ پیام کر رہا ہو تو دوسرے مسلمان کو لازم ہے کہ درمیان میں نہ پڑے اور کسی کی مخطوبہ کو بیچ سے نہ اچک لے کیونکہ یہ فعل حرام وناجائز ہے مگر امام حسین کا سا عالی ظرف ایک عیاش خونخوار سفاک بادشاہ کے سامنے سے اس کی شہرۂ آفاق حسین وجمیل مطلوبہ کو چھین لے اور گویا بھوکے شیر کے منہ سے گوشت کو لے بھاگے تو اس فعل کو شیعی دنیا اچھالتی پھرے اور اپنے امام کی اس واقعہ میں مناقب ومحامد خیال کرے۔ نہیں نہیں یہ ان علماء اور دوست نماء دشمنوں کی

کارروائیاں اور جھوٹے پروپیگنڈے ہیں جن کا صاف مطلب یہ ہے کہ خاندانِ نبوت اور آسمان رسالت کے درخشاں تاروں جگر گوشوں کو دنیا کی نظر میں ذلیل وخوار کیا جائے تا کہ دنیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظمت وتقدس وجلالت تقویٰ بھول جائے اور کفر کا بول بالا ہو۔

ان عقل کے دشمنوں سے کوئی پوچھے کہ ارے او کم بختو اگر ایک حسین عورت نے یزید کے بدلے امام حسین کو پسند کر لیا تو اس میں امام موصوف کی کونسی دینی فضیلت نکلی سیدنا حسین کے مناقب اس سے بدر جہا بڑے ہیں ایسی ایسی فضول بلکہ مخرب اخلاق انسانوں کے الحاق سے ذلت ورسوائی کے سوا اور کچھ نہیں۔

(نوٹ) امداد امام صاحب سے ایک عرض ہے کیوں جناب آپ تو لکھتے ہیں کہ حکومت بنی ہاشم سے جا چکی تھی پرائیویٹ مرفہ الحالی بھی فدک نکل جانے سے باقی نہ رہی تو پھر ایسی مفلوک الحالی میں اتنی وسعت کہاں سے پیدا ہوگئی کہ قاسم بن محمد بن جعفر کے عقد میں آٹھ ہزار اشرفی سالانہ کی آمدنی دولہن کو امام حسین نے عطا فرما دیں۔ یا تو آپ لغو گو ہیں جو امام حسین اور خاندان نبوت کو مفلوک الحال بتاتے ہیں اور مفلس وقلانچ تصور کرانے کی فکر میں ہیں یا جناب کے عالم صاحب ریاض الشہادۃ والے جھوٹے اور لغو گو ہیں جو اتنی بڑی بڑی جائیداد کا قابض امام موصوف کو بتاتے ہیں۔ اُمید کہ جناب کا ''حق پسند'' دماغ ان دونوں شقوں میں سے کسی شق کو قبول فرما کر اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ کا ورد فرمائیں گے۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

انشاءاللہ یار باقی صحبت باقی والسلام

سید صالح حسین عاجز۔ شوق

رئیسِ چھپرہ صفر ۱۳۵۰ھ

شیعہ مؤرخ و محقق علامہ شاکر حسین امروہی

مرزا امراؤ بیگ تخلص مرزا حیرت بیگ دہلوی جو ایک گم نام آدمی جو نہ طبقہ علماء میں نہ محققین میں بلکہ ایک اخبار کا ایڈیٹر ہے اس نے ۲۳ جولائی ۱۹۰۵ء کے کرزن گزٹ دہلی میں ایک مضمون شائع کیا ہے جو درج ذیل ہے۔

''اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ جو عقیدہ یا خیال ہزار یا دو ہزار برس سے کسی قوم میں چلا آتا ہے وہ غلط نہ ہو مثلاً بت پرستی کئی ہزار برس سے دنیا میں رائج ہے اور کروڑہا بندگان خدا اس پر دل سے یقین اور ایمان رکھتے ہیں۔ مگر پھر بھی یہ مسئلہ سراسر غلط ہے لہٰذا اگر کوئی عقیدہ ایسا ہو جس کو صدہا سال سے لوگ مانتے ہوں۔ اور کروڑہا بندگان خدا کا اس پر یقین رہ چکا ہو تب بھی اس میں بہت کچھ تحقیق کی گنجائش ہے اور اس کے متعلق ایک بالتفصیل بحث کرنے کی ضرورت موجود ہے اس اصول متعارف سے فائدہ اٹھا کر ایک مشہور و معروف واقعہ کی جو تیرہ سو برس سے مسلم چلا آتا ہے تحقیق کرنا چاہتے ہیں اگرچہ ہمیں یہ یقین ہے کہ ہمارا طرز استدلال اور تحقیق کو پڑھ کر قارئین چونک پڑیں گے۔ مگر ہم ان سے درخواست کرتے ہیں اگر انہوں نے نہایت صبر اور توجہ سے ہماری اس تحقیق کو پڑھا تو کم از کم ان کو اتنا ضرور فائدہ پہنچے گا کہ عظیم غلط فہمی جاتی رہے گی تیرہ سو برس کے راز سربستہ کا انکشاف ہو جائے گا۔ جس واقعہ پر ہم بحث کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا تعلق حضرت حسینؓ کی شہادت سے ہمیں ایک طولانی اور گہری تحقیق کے بعد اس بات کا پتہ لگ گیا ہے کہ حضرت حسینؓ کربلا میں شہید نہیں ہوئے اس جملہ کو پڑھ کر چونکنے کی کوئی ضرورت نہیں پہلے ہماری تحقیق کو پڑھ لیں اس کے بعد اپنی رائے قائم کریں ہماری تحقیق کا سلسلہ سب سے پہلے سُنیوں اور شیعوں کی حدیثوں سے شروع ہوتا ہے سُنیوں کی حدیثوں کی کتابیں تو اس واقعہ کی نسبت ایک حد تک خاموش ہیں، ہاں کہیں کہیں کنایہ اور اشارے سے کام لیا گیا ہے۔ سُنیوں کی جن احادیث

میں رسول اللہ کی پیشین گوئیاں جو حادثہ کربلا کے متعلق درج ہیں وہ حدیثیں سب کی سب یا تو موضوع ہیں یا ضعیف ہیں اور اگر کسی حدیث کو مرتبہ حسن نصیب ہوا بھی ہے (حالانکہ یہ مرتبہ حدیث کے لئے کوئی اعلیٰ درجے کا نہیں ہے) تو بھی اس حدیث سے کوئی صاف روشنی واقعہ کربلا پر نہیں پڑتی۔ اب رہیں شیعوں کی کتب احادیث ان میں شہادت کے واقعہ کے متعلق متضاد روایتوں کا وہ طومار بے تمیزی جمع کیا ہے جس سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی علیحدہ نہیں ہوتا۔ اس کے بعد ہم تاریخوں پر نظر ڈالتے ہیں تو ان میں بلا کا اختلاف ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس بات کو مانیں اور کس بات کو نہ مانیں۔ مؤرخوں نے جیسا کہ عام دستور ہے۔ مثل بے وقوف بھیڑوں کے ایک دوسرے ایک دوسرے کی تقلید کی ہے۔ مگر کسی بڑے سے بڑے مؤرخ کو بھی یہ بات نصیب نہیں ہوئی کہ بجائے خود روایتوں کے جانچنے کا ایک صحیح معیار قائم کرتا اور تقلید کی پٹی کو آنکھوں سے کھول دیتا جو معیار طبعیات نے گزشتہ تاریخی واقعات کو جانچنے کا قائم کیا ہے اس معیار سے اگر جانچا جائے گا تو شہادت کے متعلق ایک واقعہ کی بھی صحت کا ہونا ناممکن محض ہے۔ یہاں تک تو صحیح ہے کہ حضرت حسین سخت پریشان ہو کر مدینہ سے مکہ تشریف لائے وہاں آپ کے پاس شیعان علیؓ کے دس ہزار دستخطی خطوط بلاوے کے آئے آخر آپ عبداللہؓ بن عباسؓ کے سمجھانے سے بھی باز نہ آئے بال بچوں کو ساتھ لیکر سیدھے شام کی طرف روانہ ہو گئے جب آپ مقام کربلا پر پہنچے تو حُر جو دو ہزار سواروں کا سپہ سالار تھا نمودار ہوا جب حضرت حسین نے دیکھا کہ مجھے سواروں نے گھیر لیا ہے۔ تو آپ نے حُر سے کہا کہ میں تو کوفیوں ہی کے بلاوے پر یہاں آیا ہوں حُر نے جواب دیا کہ آپ جن کے سہارے یہاں آئے تھے وہ آپ کا ساتھ چھوڑ چکے ہیں۔ تو حضرت حسینؓ نے تین شرطیں پیش کیں۔

۱۔ جہاں سے یعنی مکہ سے یا مدینہ جہاں سے آ رہا ہوں مجھے وہاں واپس جانے دو۔

۲۔ مجھے دمشق خلیفہ کے پاس جانے دو۔ تا کہ میں اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ میں دے دوں وہ میرے چچازاد بھائی ہے وہ جو چاہے میرے متعلق فیصلہ کرے۔

۳۔ مجھے اسلامی سلطنت کی کسی ایسی سرحد پر بھیج دیا جائے جہاں کفار سے جہاد ہو رہا ہو۔ تا کہ میں وہاں کفار سے جہاد کرتا ہوا شہید ہو جاؤں۔

حُر نے تینوں شرطیں اپنے گورنر کو لکھ کر بھیج دیں۔ وہاں سے جواب آیا کہ ہم کو منظور نہیں۔ حُر نے اپنے گورنر کا جواب حضرت حسینؓ کو پڑھ کر سنایا۔ اس پر آپ کو بہت صدمہ ہوا۔ اور آپ نے ایک دن کی مہلت مانگی۔ چنانچہ مہلت دے دی گئی شب کو پوشیدہ طور پر حضرت حسینؓ اور حُر کی ملاقات ایک خیمہ میں ہوئی۔ بڑی قیل وقال کے بعد آخری شرط پر دونوں فریق متفق ہو گئے اور یہ امر طے پایا کہ مستورات اور بچوں کو چھوڑ کر دو یا تین آدمی جیسے مناسب سمجھیں۔ ساتھ لیکر قسطنطنیہ کی طرف چلے جائیں آپ کی مستورات کی حفاظت کا میں ذمہ دار ہوں حُر نے کہا اس وقت آپ تنہا اپنے کنبہ کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ اور اگر آپ نے دو ہزار فوج کے مقابلے میں تلوار اٹھائی اور میدان میں مارے گئے تو ایسا قتل بطور خودکشی کے سمجھا جائے گا۔ کیونکہ آپ خلیفہ سے جنگ مدافعت نہیں لڑ رہے بلکہ خلیفہ پر حملہ کرنے آئے ہیں۔ چنانچہ جو کچھ میں کہتا ہوں اُسے گوش گزار کر لیجئے آپ کے اور آپ کے خاندان کے لئے یہی بہتر ہے چنانچہ حضرت حسینؓ نے منظور کر لیا۔ اور آپ حُر سے مستورات کی حفاظت کا عہد لے کر اپنے چند احباب کے ساتھ قسطنطنیہ چلے گئے۔ دوسرے دن حُر چاہتا تھا کہ کسی طرح باقیوں سے لڑائی نہ ہو۔ مگر شمر کسی وجہ سے لڑائی پر تل گیا اور حضرت حسینؓ کی غیر موجودگی میں عبداللہ بن جعفر کے بیٹوں اور آپ کے بھائیوں اور بھتیجوں نے سختی سے مقابلہ کیا۔ اور سب کے سب اس مختصر لڑائی میں کام آئے پھر خلیفہ کی فوج کے سپاہی آئے۔ کل مستورات اور باقی بچ جانے والوں کو بحفاظت دمشق پہنچا دیا۔ خلیفہ نے ان کے ساتھ

ہمدردی کی اور ان کو بہت کچھ دے دلا کر بحفاظت مدینہ پہنچادیا۔ یہ ہماری تحقیق کا نتیجہ ہے جو ہم نے مسلمانوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ ہم نے جو کچھ اس کے متعلق تحقیق کی ہے۔ وہ ابھی محفوظ ہے۔ اسے جلد ہی ہم کتاب کی صورت میں شائع کریں گے"

افسوس کہ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کن روایات کے سہارے مرزا حیرت نے کتاب شہادت شائع کی۔ اور مذہبی جنونیوں نے مرزا حیرت کی اس تحقیق کو غلط انداز میں اپنے غصہ کو مٹاتے ہوئے ضائع کر دی اور مرزا حیرت کے چھاپہ خانے کو بھی نقصان پہنچایا۔ درحقیقت کسی کے ساتھ بھی نقصان پہچانے والا عمل صرف وہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اپنی دلیل و منطق میں کمزور ہوں جن کے لئے کسی بھی شکل میں کوئی جواب دینا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو یہ لوگ اپنی کمزوری کو اس جاہلانہ طریقے سے پوری کرتے ہیں۔ کیونکہ ایسے افراد اپنے مؤقف میں کمزور ہوتے ہیں اور مخالف کے کسی بیان کا جواب دینے سے نابلد ہوتے ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ہر روایت کو اصول درائیت کی کسوٹی پر کستے اور ہر روایت کی تائید یا تردید میں تاریخی شہادتوں کو جمع کرتے۔ اور پھر اس پر جرح کرتے لیکن یہ سب کچھ کیسے کر سکتے تھے۔ یہ سارا کام تو بہت دماغ سوزی کا ہے۔ نہایت دشوار اور صبر طلب ہے۔ بہر حال مرزا حیرت دہلوی نے امام عالی مقام کا قسطنطنیہ چلا جانا کسی کتابی روایات سے ہی اخذ کیا ہوگا ورنہ اس کو کوئی الہامی طاقت حاصل نہ تھی۔ حضرت امام حسینؑ کی درد انگریز شہادت کا افسوس ناک حادثہ جس طرح تاریخ عالم میں عموماً اور تاریخ اسلام میں خصوصاً عدیم المثال سمجھا جاتا ہے اس سے زیادہ تعجب خیز اس واقعہ کی روایتوں کا اختلاف ہے۔ لیکن کسی واقعہ کے فروعات میں اختلافات کا ہونا اسکے وجود کی نفی اور اسکی اصلیت کے بطلان کی دلیل نہیں ہوسکتا۔ واقعات کربلا کے دوران تحریر میں ہم نے مقتل ابو مخنف لوط بن یحییٰ، کبیر ابو جعفر طبری، کتاب امالی شیخ صدوق، بحارالانوار، حیات القلوب، جلاالعیون، (علامہ مجلسی)، عبداللہ بن محمد مقتل ابن شہر آشوب

منہاج الصالح علامہ حلی اسرار الشہادۃ اخوند ملا آقا دربندی کو دیکھا ماثین فی مقتل الحسین مولوی غلام حسین کن توری، بحر المصائب مولوی امداد علی لکھنوی کو دیکھا مگر ان سب میں اس قدر اختلاف پائے کہ اس کے خیال سے بھی دماغ چکراتا ہے۔ عام کتابوں سے قطع نظر کر کے فریقین کی وہ مستند کتابیں جو اسلامی تاریخ کی جان ہیں کوئی لائق سے لائق مورخ بھی کیسے ہی معقول وسائل وذرائع فراہم کرلے مجتہدانہ رائے قائم کرنے کی جرات نہیں کرسکتا ہم نے اس مسئلے پر جہاں تک غور کیا ہے بظاہر اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ بیان واقعات میں کسی راوی سے سہو ہوا یا کسی کے طرز بیان نے واقعہ کی اصلیت کو افراط تفریط سے مسخ کردیا کسی کو راوی کا اصل مدعا سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی کسی نے واقعہ کو پُر اثر بنانے کے لئے مبالغہ سے کام لیا۔ کسی نے شدت احتیاط سے واقعہ نفس الامری کو ہی نامعتبر سمجھا اور اس میں اپنے خیال کے مطابق کمی کردی اور اس وقت تک یہ سب واقعات سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے چلے آئے۔ اور تغیر الفاظ کے ساتھ مفہوم میں ہی تغیر پیدا کرتے رہے۔ افسوس کہ نااہلوں نے اپنی بیہودہ روایات سے صحیح اور غیر صحیح واقعات کو غلط ملط کردیا۔ لغو قصے، کہانیاں اِدھر اُدھر سے لے کر خود وضع کر کے بھر دئے ان لوگوں نے محض ایسے واقعات اپنی طرف سے بیان کئے جن سے سامعین کے دل پر چوٹ لگے اور گریہ آور ہوں۔ ذاکرین نے صرف رونے رلانے کو مدنظر رکھ کر واقعات کی صحت وغیر صحت کو پس پشت ڈال دیا۔ مثلاً ''اسرار الشہادہ'' ایک مشہور عالم اخوند ملاں آقا دربندی کی مؤلفہ ہے۔ فاضل موصوف نے اپنی اصل کتاب میں فوج کوفہ کی تعداد چھ لاکھ سوار اور دو کروڑ پیادے لکھ دی۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز لطیفہ تو یہ ہے کہ آخوند مذکور خود نقل کرتے ہیں کہ میں نے کسی زمانہ میں کسی عالم کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ یوم عاشورہ بہتر (۷۲) گھنٹے کا طولانی تھا۔ میں اس وقت متعجب ہوا تھا۔ اور یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی تھی مگر اب جب میں تمام واقعات روز عاشورہ پر غور کرتا ہوں تو مجھے اطمینان ہو

جاتا ہے کہ وہ نقل صحیح تھی کیونکہ یہ تمام واقعات جو اُس روز رونما ہوئے بغیر اس قدر مدت کے پورے ہو ہی نہیں سکتے تھے۔ حالانکہ در حقیقت ایسا نہیں ہے۔

صرف ایک کوفہ شہر سے لاکھوں سپاہی کیونکر میدان جنگ میں پہنچ سکتے تھے. نہ کوفہ اتنا بڑا شہر تھا جیسے فی زمانہ لندن و پیرس ہیں. اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر کسی سلطنت یا ایسے شخص سے مقابلہ کی ضرورت ہوتی جس کے ساتھ بڑا لشکر ہوتا تو پھر اسی قدر فوجوں کی فراہمی ضروری سمجھی جاتی ہے. لیکن جب عامل کوفہ کو یہ معلوم تھا کہ حسینؓ کے ساتھ بہت تھوڑے آدمی ہیں کوئی جن کے بھروسہ پر وہ ادھر آ رہے ہیں۔ اب وہ ان کا ساتھ نہیں دیں گے۔ تو اسے دغدغہ اور کھٹکا ہی کیا رہ گیا تھا۔ دوسرا نہ گورنران صوبہ جات کے نام فوجوں کی فراہمی کے احکام کا اجرا کسی کتاب سے پایا جاتا ہے۔ نہ ہمارے پاس اس کے متعلق کوئی تاریخی شہادت موجود ہے فی زمانہ مستقل اور دوامی فوجیں متعدد چھاونیوں میں ہر وقت حاضر اور تیار رہتی ہیں۔ ذخائر حرب سامان رسد اور بار برداری کا انتظام اعلیٰ پیمانے پر ہے۔ صغیہ حرب کی ہر اک شاخ کا اہتمام ایک مستقل محکمہ کی نگرانی میں ہے ذرائع آمدورفت کی سہولت کے واسطے ریلیں اور جہاز موجود ہیں۔ فوری احکام اور خبر رسانی کیلئے برقی تاروں کا جال پھیلا ہوا ہے. تاہم کسی خاص مقام پر فوجی اجتماع میں طرح طرح کی دشواریاں حائل اور صدر راہ ہوتی ہیں۔ اور باوجود اس قدر آسانیوں کے فی الفور جنگی نقل وحرکت نہیں ہوسکتی. نہ سامان حرب، رسد اور بار برداری کا انصرام ہوسکتا ہے. جس زمانہ میں یہ وسائل و ذرائع تھے ہی نہیں یہ سب کچھ کیونکر ممکن تھا۔ بیس یا پچیس روز یا مہینہ سوا مہینہ میں لاکھوں سوار اور پیادے معہ سامان رسد کے میدان جنگ میں پہنچ جاتے۔ اس قدر وسیع پیمانے پر فوجی انتظام کسی طرح ممکن نہیں ہوسکتا. واقعہ کربلا کے متعلق اور بھی دو باتیں غور طلب ہیں اول یہ کہ ۶۱ھ ہجری دوسرے سنہ عیسوی میں کونسا مہینہ تھا اور تاریخ کیا تھی دن کیا تھا عموماً تاریخوں میں اس روز

گرمی کا بڑی شدت سے بیان کیا جاتا ہے۔ جیسے مئی یا جون کا مہینہ پایا جاتا ہو. حالانکہ بقاعدہ ریاضی یورپین مورخ اکتوبر کا مہینہ لکھتے ہیں: جس میں سردی شروع ہو جاتی ہے. اور حدت و تمازت آفتاب اور لو کا مہینہ گزر جاتا ہے. گویا ۱۰ محرم ۶۱ ھ ہجری بمطابق ۱۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء عیسوی ہے۔ اور بدھ کا دن بنتا ہے۔

(انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جلد نمبر ۱۳ طبع یازدہم میں بھی اسی تاریخ کو تسلیم کیا گیا ہے)

کس قدر حیرت اور افسوس ہے. کہ فاضل دربندی جیسا باخبر شخص اغراق کی حد سے بھی گزر جائے اور مہابھارت کے افسانے کو بھی مات کر دے دنیا میں کسی پلیٹ فارم پر کسی جلسہ میں کسی مقرر کو اپنے خیالات کے اظہار میں اتنی آزادی حاصل نہیں. جتنی ذاکرین کو ہے. انہیں صاحب حس لوگوں کی خاموشی سے پوری پوری مدد ملی ہے اور وہ روز بروز بے اختیار اور دلیر ہوتے گئے. اور یہی خود سری اور غلط بیانی آخر کار واقع خوانوں کی ایک مستند شان ہو گئی محتاط اور سلیم العقل اور صاحب حس کے خیال میں آئی ہوئی یا سنی سنائی باتوں کا اُگل دینا کافی نہیں بلکہ ان پر غور کرنا اور سمجھنا ضروری ہے۔ اور یہی حال مصنفین کا ہے۔ عوام کو تو جانے دو جو لوگ اہل علم کے طبقہ میں شمار کیے جاتے ہیں وہ بھی اِسی لکیر کو پیٹتے رہے ہیں۔ اب رہے شاعر تو ان کا اصول یہ ٹھہرا جو بات عام طور پر مشہور ہو خواہ وہ سچی ہو یا غلط اس کو نظم کر دیں نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ایک صحیح واقعات کے متلاشی کے لئے یہ امر کس قدر حیرت افزا اور پریشان کن ہے۔ کہ واقعات کربلا (جن کو تاریخ اسلام میں بوجہ تعلق خاندانِ رسالت ایک خاص وقعت واہمیت حاصل ہے) تاریخ عالم کے تمام سلسلہ میں سب سے زیادہ مختلف الروایات ہے. جس مورخ نے جس روایت کو اپنے خیال میں معتبر سمجھا لکھ دیا تمام اختلافات کو دکھلا کر تنقید و تنقیح کی زحمت گوارانہ کی تا کہ جو روایت اصول درایت پر ٹھیک اترتی ہو وہی قول فیصل سمجھی جاتی افسوس کہ ہم بھی اس عظیم الشان مُہم کا بیڑا اٹھانے سے قاصر ہیں اور تمام اختلافی روایتوں کی جرح و تعدیل سے معذور ہیں کیونکہ اس کام کے لئے بہت بڑے سامان

اور بڑی فرصت کی ضرورت ہے۔اور قدرت نے ہم کو ان دونوں نعمتوں سے محروم رکھا ہے۔
یہ خیال ہی کس قدر رکیک اور بے معنی ہے. کہ مصائب، فضائل یا واقعات شہادت صحیح ہوں یا
موضوع ضعیف ہوں یا مشکوک سب کا بیان کرنا جائز اور بہر حال موجب ثواب ہے۔کیونکہ
اس کی علت نمائی جذباتِ غم کو ہیجان میں لاتی ہے. ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اس ادعا کا مفہوم کیا
ہے. اور فرق ان کا بیان باعثِ اجر جزیل ہوسکتا ہے جن کی صحت پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہو۔لیکن
جو روایتیں ضعیف یا مشکوک یا موضوع ہوں. اور روایتاً درایتاً صحیح نہیں مانی جاسکتی ہوں. ان
کے بیان کا کون سی شریعت فتویٰ دے سکتی ہے؟ غلط اور موضوع ہونے کا مفہوم کیا ہے۔یہی ہے
نہ کہ وہ جھوٹ ہے؟ بہتان ہیں اور افترائے محض ہیں۔کیا عقلاً نقلاً کوئی ایسی دلیل اور وجہ موجود
ہے۔جس سے کذب وافتراء کے جواز کا فتوی دیا جاسکے۔سوچیے! کس قدر سنگین جرم ہے۔

کتاب کافی شیخ کلینی، تفسیر عیاشی کتاب امالی بوعلی طوسی وغیرہ ہم بہ تغیر الفاظ
جناب رسول خدا اور جناب امیر سے مروی ہے کہ ''جو شخص رسول خدا اور آئمہ خدا پر برابر دیدہ
دانستہ افترا بندی کرے اور جو بات انہوں نے نہیں فرمائی یا جو فعل انہوں نے نہیں کیا اس کو ان
سے منسوب کرے تو اسکا ٹھکانہ جہنم ہے۔

خادمِ قوم وملت شاکر حسین امروہوی

جے پور ہند محرم ۱۳۶۱ھ

شیعہ عالم، علامہ سید شرف الدین موسوی

ہمارے معاشرے میں مسلمانوں کے اندر نفرت اور فرقہ واریت پھیلانے کے لئے جو طریقہ کار اپنایا گیا اس طریقہ کار نے فرقوں کے اندر ایک ثقافتی مہم کو جنم دیا ہے۔ جس کی مثال اہلِ تشیع سے تعلق رکھنے والوں میں اپنے آپ کو مومن کہلانے کی ثقافت ہے۔ یعنی خود کو دین کے اعلیٰ و ارفع درجہ پر فائز جاننا اور دیگر مسلمانوں کو کم درجہ پر سمجھنا ہے۔ بعض روایت کے تحت اسلام حرف زبان سے اقرار کرنے کو کہتے ہیں۔ جبکہ ایمان دل میں اعتقاد کے ساتھ اعضاء و جوارح کے عمل کو کہا جاتا ہے۔ اس تفسیر کے تحت بہت سے اہل تشیع جو اپنے آپ کو مومن کہتے ہیں۔ وہ ایمان کے دائرے سے خارج ہیں۔ خود کو مومن کہنا اور دوسروں کو مسلمانوں کہنا یہ قرآن اور روایات سے اختلاف ہے۔ مذکورہ وجوہات کی بنا پر ہم اپنے آپ کو مسلمان کہنا زیادہ پسند کرتے ہیں لیکن اسکا مطلب یہ بھی نہیں کہ ہم اپنے مکتب شیعہ پر یقین نہیں رکھتے یا اس سے وابستگی کو اچھا نہیں سمجھتے۔ بلکہ ہم اپنے مکتب پر یقین محکم اور اس سے وابستگی پر فخر کرتے ہیں لیکن اس مکتب کی خوبیوں پر جتنا ناز ہے۔ اُتنا ہی امریکی سُنڈیوں اور مذہب خور دیمکوں کی طرف سے اس پر لگائے گئے زخم اور گرد و غبار پر افسوس بھی ہے۔ زیر نظر مضمون ہم انتہائی مؤدبانہ انداز میں کسی کو بھی موردالزام ٹھہرائے بغیر اپنے مکتب میں داخل ہونے والی خرابیوں کے بارے میں کچھ باتیں تحریر میں لانا چاہتے ہیں۔ مذہب کے حوالے سے پاکستان اور ہندوستان دنیا کے دیگر ممالک کی بہ نسبت اسلامی روایات کا پاس رکھنے والے ملک ہیں۔ یہاں مذہبی شعائر کی ادائیگی میں جو جو آزادی حاصل ہے۔ ایسی آزادی دنیا کے کسی ملک میں نہیں ملے گی۔ حتیٰ کہ ایران میں بھی ایسی آزادی میسر نہیں جس کا بھی جو دل چاہے مذہب کے نام پر کر گزرے اور کوئی روک ٹوک کرنے والا موجود نہیں۔ ہمارے

مخاطب وہ جہلاء نہیں ہیں جو اپنی دانش مندی اور دانش وری کے لباس میں تمام فرسودہ خرافات اور غلط روایات کو تحفظ فراہم کر رہے ہیں۔ ہمارے مخاطب صرف وہ افراد ہیں۔ جن کے دل میں دین و مذہب کے خلاف خرافات اور غلط روایات داخل کرنے والوں کے لئے نفرت موجود ہے۔

کوئی فرد یا گروہ اپنے کسی مقتدا (ائمہ) کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر فوقیت دے یا برابری پر لے جائے یا نعوذ باللہ عبادت اور بندگی اور کمال وصفات میں خدا کے برابر کر دے تو سمجھ لیں یہ اہل باطل میں جو دین کو مٹانے کیلئے دین کو استعمال کرتے ہیں۔ اور مقام نبوت کو گرانے کے لئے اہل بیت کا نام استعمال کرتے ہیں۔ لہٰذا ہر وہ عمل جس کی سند ایک غیر عقلی غیر منطقی ہو ایسی تقلید کی اسلام نے سختی سے مخالفت کی ہے۔

آیت اللہ سید محمد باق الصدر اپنے درس قرآنی میں دور جاہلیت کی بت پرستی کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ہر قبیلہ و گاؤں کے لوگ بت پرستی کے وقت میں گھر سے نکلتے وقت اپنے اپنے بت کو چومتے اور واپسی پر سب سے پہلے اس بت کی زیارت کرتے تھے اور چومتے تھے۔ آج کل ہمارے مکتب تشیع سے تعلق رکھنے والے بھی ائمہ اطہار کو دنیاوی دولت و ثروت بانٹنے والی ہستیاں قرار دیتے ہیں۔ اور بعد میں ان کی گمراہی و پستی کی حالت زار یہاں تک پہنچی ہے کہ انہوں نے عظیم ہستیوں کو چھوڑ کر ان سے منسوب حیوانات، پرچموں، اور میناروں سے حاجتیں مانگنے لگے ہیں اہل تشیع کی پہلی کتاب ''اصول کافی'' میں پہلا باب عقل و جہل کے نام سے معروف ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ جس مذہب کی روح اور جان عقل پر قائم ہو وہاں ایک حیوان جو کہ دیگر حیوانوں میں اگر چہ اپنی مناسبت سے بلندی و برتری رکھتا ہو لیکن وہ حیوانیت سے نہیں نکل سکتا۔ وہ حیوان ہی رہے گا۔ اگر ایک انسان عاقل اپنے نفع و نقصان کو اپنی عقل کے استعمال کے ذریعے حل کرنے کی بجائے ایک حیوان کے سامنے خاضع و خاشع ہو جائے قرآن کریم نے سورہ اعراف آیت نمبر ۷۹ میں اُسے حیوان یا اُس سے بھی

بدتر کہا ہے۔ ''ان کے پاس دل تو ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں۔ اور ان کی آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں۔ وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔ یہی لوگ تو (حق سے) غافل ہیں۔

وہ اس لئے کہ کوئی انسان کسی حیوان کے سامنے خاضع و خاشع نہیں ہو سکتا اس سے بھی زیادہ تعجب خیز اور مضحکہ خیز بات جو ایک عورت کو اپنے جوان بیٹے کی موت پر بھی ہنسا دے۔ وہ یہ کہ اس حیوان کو اشرف مخلوقات بلکہ مسجود و ملائکہ پر بھی فضیلت دیتا ہے۔ اس وقت دنیا میں بہت سے عالم و زاہد جو اپنے لقمۂ حیات کی خاطر رائج بہت سی خرافات کے سامنے خاموشی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ انہی کی ترغیب پر اس حیوان کے لئے سینکڑوں مربعے زرخیز زمین وقف ہیں۔ اس کے بارے میں نقد و تنقید کی زبان کھولنے والے کی کم از کم سزا ناروا تہمتیں اور افترا بندی ہے اور زیادہ سے زیادہ جان سے مارنے کی دھمکی ہے۔؟ اس حیوان سے مراد سواری امام حسین ہے۔ جس کو مقبول عام لفظوں میں ذوالجناح کے نام سے معروف کیا جاتا ہے۔

سواری امام حسین دنیا بھر میں اہل تشیع سے تعلق رکھنے والوں سے ہٹ کر اس خطے کے اہل تشیع نے امام حسین کے نام سے منسوب ایک گھوڑے کو جو مقام و منزلت دی ہے۔ اور اسے خاص نام دولجناح سے نوازا ہے اسکے بارے میں عقل و شریعت، قرآن و سنت اور فقہائے عظام کے رسالہ عملیہ کسی بھی جگہ کوئی کمزور سند بھی نہیں ہے۔ اس سواری کے بارے میں چند زاویوں سے بحث و گفتگو کرنے کی ضرورت ہے۔

ا۔ تاریخی تناظر:۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حالت سفر یا جنگ میں دشمن سے نبرد آزمائی کے وقت ایک سواری کا ہونا فریق مخالف کے مقابلے میں ایک طاقت و قدرت سمجھا جاتا ہے۔ جو کہ سب کو میسر نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے میدان جنگ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ ا۔ پیادہ فوج۔ ۲۔ سوار والی فوج۔ جب ہم تاریخ و مقاتل پڑھتے ہیں تو امام حسین کی سواری

کے بارے میں مختلف ذکر ملتے ہیں۔ لیکن یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ امام حسین کے حالت سفر جس کا آغاز مدینہ سے ہوا اور کربلا پہنچنے تک کسی ایک خاص سواری کے نام کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ لیکن صبح عاشور سے شہادت امام حسین چند لحات کے بعد آپ کی سواری کا ذکر آتا ہے۔ صبح عاشور جب امام اپنے چند اصحاب کے ساتھ لشکر سے خطاب کرنے کے لیے تشریف لے گئے تو آپ اونٹ پر سوار تھے۔

۲۔ دوالجناح دو کلموں سے مرکب ہے۔ ایک ذو اور دوسرا جناح ذو عربی میں صاحب کو کہتے ہیں۔ اور جناح پر یا بازو کو کہتے ہیں۔ دوالجناح یعنی صاحب پر اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ سواری صاحب پر (اڑنے والی) تھی اور اس نام سے امام کی سواری کا ذکر تاریخی مقاتل میں کہیں بھی نہیں ملتا۔ لہٰذا ایسا گھوڑا جو صاحب پر ہو اور اڑنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ نہ صرف کربلا بلکہ کسی بھی جنگ میں ایسی سواری کا کوئی ذکر نہیں۔ ممکن ہے کہ ایسی سواری کا ذکر طلسم ہوشربا قسم کے جھوٹے قصوں اور غلیظ کہانیوں میں کہیں ملتا ہوگا۔

۳۔ مقام و منزلت:۔ ہمارے اس خطہ یعنی پاک و ہند کے گوشہ و کنارے میں اہل تشیع دسویں محرم الحرام کو ایک گھوڑا جس پر تیر کمان لگا ہو تلوار اسکی زین پر رکھی ہو اور زین خون آلود ہو اس طریقہ سے سجا کر ماتم داری میں لاتے ہیں۔ ہمارے خطے میں جو مقام و منزلت اس گھوڑے کو دی جاتی ہے وہ مافوق العقل و شریعت بعض اس کی سند میں مختلف منطق پیش کرتے جو اپنی جگہ مکڑی کے جال سے بھی کمزور ہے۔ بعض لوگ اس گھوڑے کو اپنے عقائد کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ جدید تحقیق سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ جانور انسان کی زبان سمجھنے سے قاصر ہیں۔ لیکن بعض افراد ایسے ہیں کہ حیوان کے کان میں منہ رکھ کر اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں۔ اگر یہ مذہب کا مذاق اُڑانا نہیں تو پھر کیا ہے؟

۴۔ تاریخ اسلام سے پہلے اور بعد میں والی جنگوں میں اس بات کا ذکر ملتا ہے کہ پرچم

سیاہ ہمیشہ دور جاہلیت میں نا مناسب اور نفرت انگریز جگہوں پر نصب ہوتا رہا ہے۔اس طرح اسلام کے بعد جب مشرکین اسلام کے خلاف جنگ کے لئے نکلتے تھے تو انکا پرچم سیاہ ہوتا تھا اور پرچم سیاہ سیاہ لشکر مشرکین کی پہچان ہوتی تھی۔ یہ پرچم جو آج کل پرچم عباس کے نام سے معروف ہے یہ نسبت حقیقی سے عاری ہے۔اہل بیت نے مدینہ سے واپسی تک کوئی پرچم بلند نہیں کیا حتیٰ کہ اسکے بعد بھی کسی امام نے اس پرچم کو اپنے گھر پر نہیں لگایا۔

اگر کسی کو کوئی تاریخی سند ملے تو ان سے گزارش ہے کہ صفحہ قرطاس پر لائے پرچم صرف حکومتوں اور سیاسی احزاب کا ہی ہوتا۔اہل بیت کے بعد سید الساجدین نے کوئی پرچم بلند نہیں کیا اسی طرح جب کسی ملک میں کوئی عظیم شخصیت وفات پاتی ہے یا کوئی حادثہ رونما ہوتا تو وہ اپنا پرچم کچھ دنوں کے لئے سرنگوں کر دیتے ہیں۔لیکن ہمارے ہاں اس کے برعکس ہوتا ہے۔حادثہ کربلا کا دن جیسے جیسے قریب آتا شیعہ اس پرچم کو اُتنا ہی بلند کرتے چلے جاتے ہیں۔گویا اس پرچم کا اہل بیت سے کوئی تعلق نہیں۔لہٰذا یہ پرچم مشرکوں،مفسدوں اور ظالموں کا ہے اسی لئے دین ومذہب کا مذاق اڑانے والے بھی اپنا مفاد حاصل کرنے کی خاطر اس پرچم کو اپنے گھر کی چھت پر بلند کرتے ہیں۔سمجھدار انسان بہ خوبی جان سکتا ہے ایک جھنڈا جو خود کھڑا نہیں ہوسکتا وہ کیسے انسانوں کی حاجتیں پوری کرے گا۔یہ جھنڈا جو سریوں اور سیمنٹ سے بلند ہوا ہے اگر چہ یہ گر جائے تو دوبارہ کھڑے ہونے میں اُن وسائل اور ساز وسامان کا محتاج ہے تو پھر ایک عاقل انسان اس سے جا جا کر حاجتیں طلب کرے تو کیا یہ مضحکہ خیز بات نہیں؟ اس پرچم کے پرچار کرنے والے اگر کوئی دلیل رکھتے ہیں تو اپنے قلم اور بیان سے واضح کریں کہ اسکے نیچے صندوق کیوں رکھتے ہیں؟ اس جھنڈے کا اسلام اور حضرت عباس سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔اس پرچم کو حضرت عباس سے منسوب کرنا در حقیقت اصل صاحب پرچم (امام حسین) کو دو درجہ نیچے لانا ہے۔یہ پرچم اپنی لمبائی کے لحاظ سے اس وقت

ایک مضحکہ خیز صورت اختیار کر چکا جو کسی تفصیل کا محتاج نہیں موجودہ پرچم اتنا بلند اور وزنی ہے کہ اسے کئی افراد اٹھاتے ہیں۔ بعض جگہوں پر لٹا کر لے جاتے ہیں یہ مضحکہ خیز صورت مکتب شیعہ کے نگہبان علماء کی وجہ سے ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ اپنے مفاد کی خاطر اس پر آواز نہیں اٹھاتے اور خاموش رہتے ہیں۔ قارئین کرام اسکے علاوہ سینکڑوں دلائل موجود ہیں غور اور فکر کرنے والوں کے لئے۔

بدقسمتی سے مکتب شیعہ کے اندر سے ہمیں قرآن سے دور کرنے کے لئے سب کے پسندیدہ اور مقبول ترجمہ وتفسیر (مولوی فرمان علی کا) نے بہت کردار ادا کیا ہے۔ ان تفاسیر میں قرآن کریم کے نام سے جو روایات ملتی ہیں سب کی سب ضعیف یا بالکل جھوٹی ہیں۔ جو کہ کسی بھی عقل ونقل سے موزوں نہیں بنتیں۔ قرآن کریم کو اپنے مقصد کے لئے استعمال کرنا در حقیقت دشمنان اسلام کا کام ہے۔ جو کسی طرح بھی جائز نہیں ہوسکتا۔ یہ تمام مفسر ومترجم اہل بیت کی شان میں غلو کرتے ہوئے جو روایتیں بھی پیش کرتے ہیں وہ عقلِ انسانی کو حیران کر دیتی ہیں۔ اسی طرح ایک عرصہ سے ایک خود ساختہ حدیث کی تلاوت کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ اس حدیث کا نام حدیث کساء ہے۔ اسکی تلاوت کرنا کہیں سے ثابت نہیں ہے۔ محقق اور ماہر علم آیت اللہ علامہ سید مرتضٰی عسکری نے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں اس حدیث کو اسناد فرقین سے ثابت کرنے بعد فرمایا کہ تمام روایات کے مطابق اس واقعہ کے وقوع کی جگہ حضرت ام سلمہؓ کا گھر ہے۔ جبکہ حدیثِ کساء میں اس واقعہ کو حضرت فاطمہؑ کے گھر بتایا جاتا ہے۔ اس لئے یہ حدیثِ ان تمام روایات سے متصادم ہے اور اس کی سند اور متن درست نہیں۔ اسی طرح دور حاضر کے فقیہ ومجتہد آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ نے حدیث کساء کے متعلق سوال وجواب میں فرمایا ہے۔ اس حدیثِ کے ناقل ”حاجب کتاب عوالم“ ہے جو غیر مستند اور نا قابل اعتماد ہیں۔ اب آپ سوچیں اس غیر مستند اور خود ساختہ واقعہ کو کلام اللہ کی

جگہ پڑھنا۔ اسلام دشمنی نہیں؟ یقیناً ایک دانشور جب کسی واقعہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ واقعہ جس سن میں وقوع پذیر ہوا ہو اس سن میں موجود افراد یا اس کے قریب ترین افراد کے بیان کو دیکھے یا اس وقت کی کتب سے سند حاصل کرلے واقعہ کربلا سب جانتے ہیں کہ ۶۱ ہجری میں وقوع پذیر ہوا اس لئے اس واقعہ کے بارے میں پہلے پہل لکھی گئی تاریخ یا مقاتل میں کونسی کتابیں ہیں؟ یہ قصے اور کہانیاں جو اس وقت رائج ہیں۔ کتنے سال بعد لکھی گئی کتابوں سے لئے گئے ہیں۔ اس پر کس حد تک اعتبار کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ اس کی سند نہیں ہے یہ سینہ بہ سینہ، زبان بہ زبان نقل ہوتے آئے ہیں۔

واقعات کربلا میں جو مواد پیش کیا جاتا ہے اس کا زیادہ تر حصہ من گھڑت قصوں اور افسانوں پر مشتمل ہے۔ آج ہمارے خطے میں واقعات کربلا خصوصاً مفاد پرستوں کے ہاتھوں میں یرغمال ہیں جو اس سے خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ انکے مقابل امت مسلمہ وہ لوگ جو تاریخ اسلام کے ان تمام واقعات کو مسخ کرنے کے حالات سے واقف ہونے کے باوجود چشم پوشی اختیار کئے ہوئے ہیں گویا انہوں نے مفاد پرستوں سے سمجھوتہ کر رکھا ہے۔ کہ تم لوگ اپنا کام کیے جاؤ اور ہمیں اپنے کام میں مصروف رہنے دو۔ نہ ہم تمہارے خلاف کچھ بولیں گے اور نہ تم ہی ہمیں کچھ کہو۔ واقعات کربلا اور حالات امام حسین سے متعلق سوالات کے جواب دینے میں عقل وشعور کی بجائے گالی گلوچ اور ڈنڈے سے کام لیا جاتا ہے۔ کیا یہ ایک المیہ اور لمحہ فکر نہیں ہے؟ اس کی سب سے بڑی وجہ مستند کتب کی عدم دستیابی ہے اور امام حسین کے متعلق تحقیقی روش اپنانے میں کوتاہی ہے۔ اس موضوع پر ملک میں سیمینار اور مذاکرات کے انعقاد کی کمی ہے۔

ہم نے جو کچھ لکھا اس کی خاطر ہمیں کوئی چاہے ہمارے مرنے کے بعد لعنت کرے یا طلب مغفرت کرے دونوں صورتوں میں یہ ہمارے حق میں مفید ہوگا۔ وہ قارئین جو ہمارے اس مضمون سے اتفاق کرتے ہیں۔ اس سے درخواست ہے کہ یہ پیغام دوسروں

تک ضرور پہنچا دیں اور وہ قارئین جو اس مضمون کے مواد سے ناراض ہوں تو وہ اپنے غم وغصہ کا مظاہرہ کرنا چاہتے ہوں وہ تنہا صرف میری ذات کو اپنے عتاب اور سرزنش کا نشانہ بنائیں کیونکہ کسی کی طرف سے کوئی اصرار نہیں تھا۔ یہ چند سطور میں نے ازخود اپنا عقلی وشرعی فریضہ جانتے ہوئے تحریر کیں ہیں۔ رب العالمین ہمیں ہدایت دے۔

سید شرف الدین موسوی۔ پاکستان۔

۱۳۶۹ھ

خواجہ الطاف حسین

مسدس مدوجزر اسلام اول ۱۲۹۶ھ میں چھپ کر شائع ہو تھا، اگر چہ اس نظم کی اشاعت سے شاید کوئی معتد بہ فائدہ سوسائٹی کو نہیں پہنچا مگر چھ برس میں جس قدر قبولیت و شہرت اس نظم کو اطراف ہندوستان میں ہوئی۔ وہ فی الواقع تعجب انگیز ہے (نظم بالکل غیر مانوس تھی اور مضمون اکثر طعن و ملامت پر مشتمل تھے۔ قوم کی برائیاں چن چن کر ظاہر کی گئی تھیں۔ اور زبان سے تیغ دسنان کا کام لیا گیا ہے۔) تعصب عموماً کلمہ حق سننے سے مانع ہے قوم کی حالت تباہ ہے علم کا خاتمہ ہو چکا ہو چکا ہے۔ دین کا صرف نام باقی ہے۔ اخلاق بگڑ چکے ہیں۔ تعصب کی گھنگھور گھٹا تمام قوم پر چھائی ہوئی ہے۔ رسم ورواج کی بیڑی ایک ایک کے پاؤں میں پڑی ہے۔ جہالت اور تقلید سب کی گردن پر سوار ہے۔ علماء جن کو قوم کی اصلاح میں فکر مند ہونا چاہیے ہے۔ زمانے کی ضرورتوں اور مصلحتوں کی وجہ سے چپ سادھے بیٹھے ہیں۔ غافل اور لاپرواہ ہیں جھوٹی تاویلات کے ذریعے روایتوں کو مبہم انداز میں شریعت بتانا مرثیہ خوانی اور واعظوں کے جھوٹے ڈھکو سلے سنے تو خود سے شرم آنے لگی۔ دم گھٹنے لگا۔ دل و دماغ میں تلاطم پیدا ہونا کچھ عجب نہ تھا۔ نام کی مسلمانی نے آ کر ملامت کی اور غیرت دلائی۔ کہ حیوان ناطق ہونے کا دعویٰ کرنا اور خدا کی دی ہوئی زبان سے کچھ کام نہ لینا بڑے شرم کی بات ہے۔ ہر چند لوگ اس طوفان بے تمیزی کے خلاف بہت کچھ لکھ چکے ہیں اور کچھ لکھ رہے ہیں۔ مگر نظم جو کہ بالطبع سب کو مرغوب ہے۔ اور خاص کر عرب کا ترکہ اور مسلمانوں کا موروثی حصہ ہے قوم کو بیدار کرنے کے لئے اب تک کسی نے نہیں لکھی۔ اسی لیے مسدس کی بنیاد ڈالی اس میں تاریخی واقعات ہیں۔ جو آج کل قوم کی حالت ہے اس کا صحیح صحیح نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اگر دیکھیں اور پڑھیں اور سمجھیں تو ان کا احسان ہے ورنہ کچھ شکایت نہ

ہو گی۔ پڑھئے! اور عبرت حاصل کیجئے۔

خواجہ الطاف حسین حالی (۱۳۰۳ھ)

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق	زبان اور دل کی شہادت کے لائق
اس کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق	اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
اُسی پر ہمیشہ بھروسہ کرو تم	اسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم
اسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم	اسی کی طلب میں مرو گر مرو تم
مبرا ہے شرکت سے اس کی خدائی	نہیں اس کے آگے کسی کو بڑائی
گھٹا سر پہ ادبار کی چھا رہی ہے	فلاکت سماں اپنا دکھلا رہی ہے
پر اس قوم غافل کی غفلت وہی ہے	تنزل پہ اپنے قناعت وہی ہے
اندھیرا تواریخ پر چھا رہا تھا	ستارہ روایت کا گہنا رہا تھا
درایت کے سورج پہ ابر آ رہا تھ	شہادت کا میدان دھندلا رہا تھا
مورخ جو ہیں آج تحقیق والے	محقق کے ہیں جن کے آئین نرالے
جنہوں نے ہیں عالم کے دفتر کھنگالے	زمین کے طبق سر بسر چھان ڈالے
گروہ ایک جویا تھا علم نبی کا	لگایا پتا جس نے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذب خفی کا	کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا
کیے جرح و تعدیل کے وضع قانون	نہ چلنے دیا کوئی باطل کا فسوں
کیا فاش راوی میں جو عیب پایا	مناقب کو چھانا مثالب کو بتایا
مشائخ میں جو قبح نکلا جتا یا	ائمہ میں جو داغ دیکھا بتایا
طلسم ورع ہر مقدس کو توڑا	نہ ملاں کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا
یہ اے قوم اسلام عبرت کی جا ہے	کہ شاہوں کی اولاد در گدا ہے
نہیں مانگنے کا طریق ایک ہی یاں	گدائی کی ہیں صورت نت نئی یاں

نہیں حصر کنگلوں پہ گدیہ گری یاں
کوئی دے تو منگتوں کی ہے کیا کال یاں

بہت ہاتھ پھیلائے زیر ردا ہیں
چھپے اُجلے کپڑوں میں اکثر گدا ہیں

بہت آپ کو کہہ کے مسجد کے بانی
بہت بنکے خود سید خاندانی

بہت سیکھ کر نوحہ و سوزخوانی
بہت مدح کر کے رنگین بیانی

گویّے انہی کے نورِ نظر ہیں
ڈفالی بھی لے آئے کچھ مانگ کر ہیں

بہت آستانوں کے خدام بن کر
پڑے مانگتے کھاتے ہیں در در

کہیں باپ دادا کا ہیں نام لیتے
کہیں روشناسی سے ہیں کام لیتے

کہیں جھوٹے وعدوں پہ ہیں دام لیتے
یونہیں ہیں وہ دے دیکے دمِ دام لیتے

بزرگوں کے نازاں ہیں جس نام پر وہ
اُسے بیچتے پھرتے در بدر وہ

بہت لوگ پیروں کی اولاد بن کر
نہیں ذات والا میں کچھ جن کے جوہر

بڑا فخر ہے جن کو لے دے کے اس پر
کہ تھے ان کے اسلاف مقبولِ داور

کرشمے ہیں جا جا کے جھوٹے دکھاتے
مریدوں کو ہیں لوٹتے اور کھاتے

کہیں مکر کے گرو سکھاتے ہیں ہم کو
کہیں جھوٹ کی لو لگاتے ہیں ہم کو

خیانت کی چالیں سمجھاتے ہیں، ہم کو
خوشامد کی گھاتیں بتاتے ہیں ہم کو

کہیں پائیں خدمت تو بے عزتی کی
جو روٹی کمائیں تو بے حرمتی کی

امیروں کے بنتے ہیں جب یہ مصاحب
تو جاتے ہیں ہو کر حمیت سے تائب

خوشامد میں ہم کو قدر ہے حاصل
کہ انسان کو ہر طرح کرتے ہیں مائل

کہیں احمقوں کو بناتے ہیں عاقل
کہیں ہوشیاروں کو کرتے ہیں غافل

کمال ان میں رہتے ہیں باقی نہ جوہر
نہ عقل ان کی ہادی نہ دین ان کا رہبر

نہ دنیا میں ذلت نہ عزت کی پروا
عقبیٰ میں دوزخ نہ جنت کی پروا

نہ مظلوم کی آہ و زاری سے ڈرنا
نہ مفلوک کے حال پر رحم کرنا

پریشان اگر قحط سے اک جہاں ہے
تو بے فکر ہیں کیونکہ گھر میں سماں ہے
اگر باغ امت میں فصلِ خزاں ہے
تو خوش ہیں کہ اپنا چمن گل فشاں ہے
نہ حق کوئی دنیا پر اُن کا دین پر
خدا کو وہ کیا منہ دیکھائیں گے جاکر
روایات پر حاشیہ ایک چڑھانا
قسم جھوٹے وعدوں پر سو بار کھانا
اگر مدح کرنا تو حد سے بڑھانا
مذمت پے آنا تو طوفان اُٹھانا
یہ ہیں جادہ پیمائے راہ طریقت
مقام ان کا ہے ماورائے شریعت
انہیں پر ہے ختم آج کشف وکرامات
ان ہی کی قبضہ میں بندوں کی قسمت
بڑے جس سے نفرت وہ تقریر کرنی ہے
جگر جس سے شق ہوں وہ تحریر کرنی ہے
گنہگار بندوں کی تحقیر کرنی
مسلمان بھائی کی تکفیر کرنی
یہ ہے عالموں کا ہمارے طریقہ
یہ ہے ہادیوں کا ہمارے سلیقہ
کوئی مسئلہ پوچھنے ان سے جائے
تو گردن پہ بارِ گراں لے کے آئے
اگر بدنصیبی سے شک اس میں لائے
تو قطعی خطاب اہل دوزخ کا پائے
اگر اعتراض اس کا نکلا زبان سے
تو آنا سلامت ہے دشوار واں سے
کبھی وہ گلے کی رگیں ہیں پھیلاتے
کبھی جھاگ پر جھاگ ہیں منہ پہ لاتے
کبھی خوک اور سگ ہیں اُس کو بتاتے
کبھی مرانے کو عصا ہیں اٹھاتے
عقائد میں حضرت کا ہم داستاں ہو
ہر اک اصل میں فرح میں ہم زبان ہو
حریفوں سے ان کے بہت بدگماں ہو
مریدوں کا اُن کے بڑا مدح خواں ہو
اگر ایسا نہیں ہے تو مردود دیں ہے
بزرگوں سے ملنے کے قابل نہیں ہے
سدا اہلِ تحقیق سے دل میں بل ہے
حدیثوں پہ چلنے میں دیں کا خلل ہے
فتاووں پہ بالکل مدارِ عمل ہے
ہر اک رائے قرآں کا نعم البدل ہے
کتاب اور سنت کا ہے نام باقی
خدا اور نبی سے نہیں کام باقی

جہاں مختلف ہوں روایات باہم ۔ کبھی ہوں نہ سیدھی روایت سے خوش ہم
جسے عقل رکھتے نہ ہرگز مسلم ۔ اُسے ہر روایت سے سمجھیں مقدم
سب اس میں گرفتار چھوٹے بڑے ہیں ۔ سمجھ پر ہمارے یہ پتھر پڑے ہیں
کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر ۔ جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر ۔ کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں ۔ پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں ۔ اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں ۔ شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے ۔ نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے
وہ دیں جس سے توحید پھیلی جہاں میں ۔ ہوا جلوہ گر حق زمین و زماں میں
رہا شرک باقی نہ وہم و گماں میں ۔ وہ بدلا گیا آ کے ہندوستان میں
تعصب کہ ہے دشمن نوع انسان ۔ بھرے گھر کیے سینکڑوں جس نے ویراں
ہوئی بزم نمودار جس سے پریشان ۔ کیا جس نے فرعون کو نذر طوفان
گیا جوش میں ابولہب جس کے کھویا ۔ ابوجہل کا جس نے بیڑا ڈبویا
وہ یاں اک عجب بھیس میں جلوہ گر ہے ۔ چھپا جس کے پردے میں اس کا ضرر ہے
بھرا زہر جس جام میں سر بسر ہے ۔ وہ آب بقا ہم کو آتا نظر ہے
تعصب کو اک جزو دین سمجھتے ہیں ہم ۔ جہنم کو خلد بریں سمجھتے ہیں ہم
ہمیں واعظوں نے یہ تعلیم دی ہے ۔ کہ جو کام دینی ہے یا دنیاوی ہے
مخالف کی ریس اس میں کرنی بری ہے ۔ نشان غیرت دین حق کا یہی ہے
مخالف کی الٹی ہر اک بات سمجھو ۔ وہ دن کو کہے دن تو تم رات سمجھو
قدم گر رہ راست پر اُس کا پاؤ ۔ تو تم سیدھے راستے سے کترا کے جاؤ

پڑیں اس میں جو دقتیں وہ اٹھاؤ — لگیں جس قدر ٹھوکریں اس میں کھاؤ
جو نکلے جہاز اس کا بھنور سے — تو تم ڈال دو ناؤ اپنی اندر بھنور کے
تمہیں فضل ہر علم میں برملا ہے — تمہاری جہالت میں بھی اک ادا ہے
کوئی چیز سمجھو نہ بُری تم — رہو بات کو اپنی کرتے بڑی تم
حمایت میں ہو جبکہ اسلام کی تم — تو ہو ہر بدی اور گناہ سے بری تم
مخالف کا اپنا اگر نام لیجئے — تو ذکر اس کا ذلت سے خواری سے کیجئے
کبھی بھول کر اس میں طرح نہ دیجئے — قیامت کو دیکھو گے اس کے نتیجہ
گناہوں سے ہوتے ہو گویا مبرا — مخالف پہ کرتے ہو جب تم تبرا
بدی سے نہیں مومنوں کو مفرت — تمہارے گناہ اور اوروں کی طاعت
رہے اہل قبلہ میں جنگ ایسی باہم — کہ دین خدا پر ہنسے سارا عالم
کرنے کوئی اصلاح کا گر ارادہ — تو شیطان سے اس کو سمجھو زیادہ
تو پڑتی ہیں نگاہیں غضب کی — کھٹکتا ہے کانٹا سا نظروں میں سب کی
جہاز ایک گرداب میں پھنس رہا ہے — پڑا جس سے جوکھوں میں چھوٹا بڑا ہے
نکلنے کا رستہ نہ بچنے کی جا ہے — کوئی ان میں سے سوتا کوئی جاگتا ہے
کوئی ان سے پوچھے کہ اے ہوش والو — کس امید پر تم کھڑے ہنس رہے ہو
بچو گے نہ تم اور نہ ساتھی تمہارے — اگر ناؤ ڈوبی تو ڈوبیں گے سارے
بُرا شعر کہنے کی گر کچھ سزا ہے — عبث جھوٹ بکنا اگر ناروا ہے
تو وہ محکمہ جس کا قاضی خدا ہے — مقرر جہاں نیک و بد کی سزا ہے
گنہگار واں چھوٹ جائیں گے سارے — جہنم کو بھر دیں گے شاعر ہمارے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حمد و نعت

اے تاریکی اور نور کے خالق سب تجھے جانتے ہیں اور سب تجھ سے واقف ہیں. تمام سیاروں، ستاروں اور کرہوں میں تیرا جلال تاباں ہے. شریر تیری وحدت اور یکتائی کے نور میں تاریکی پیدا کرنا چاہتے ہیں مگر انکی زمینی اور کمزور کوششیں فضا تک بھی نہیں جاسکتیں. تیرے حضور پہنچنا تو در کنار ہم کیا ہماری حقیقت کیا.؟ تیری ذات حقیقت میں مستغنی ہے. تجھے نہ کسی کی عبادت کی پروا ہے اور نہ نیکی کی تو سب کا خالق اور سب تیرے بندے ہیں جو سیدھا راستہ تو نے بتایا ہے وہ ہمارے ہی فائدہ کے لئے۔ تیری ذات سب باتوں سے مستغنی ہے. سچ ہے کہ تیرا راز کوئی نہیں سمجھ سکتا. اگرچہ تو نے انسان کو اشرف الخلوقات بنایا ہے. مگر اس شرف پر بھی وہ تیرے لاانتہاء جبروت اور جلال کے مقابلہ میں ایک ذلیل رینگنے والے کیڑے سے زیادہ نہیں ہے. جب یہ حالت ہے پھر بھلا تیری ہستی کا کیا پتہ لگا سکتا ہے۔ تیری پاک ذات ہمارے وہم وخیال سے بہت ہی ارفع و اعلیٰ ہے۔ پھر ہماری زبان کے محدود اور تنگ الفاظ کیونکر تیری بے مثال اور کامل صفات کا احاطہ کرسکتے ہیں۔ سب اپنی اپنی فہم وفراست سے تجھے تلاش کرتے ہیں اور ہر تلاش کرنے والے کو تو مل جاتا ہے جو تیری طرف دیکھتا ہے تو بھی اپنی مقدس نظریں اسکی طرف اٹھاتا ہے اور اسکا بیڑا پار ہوجاتا ہے. پکارنے والے کی آواز سنتا ہے اور اسکا جواب دیتا ہے. مگر تیرے جواب. نظر اور آواز کی ماہیت کوئی بھی نہیں جانتا جو تو نے بتا دیا ہے اس سے زیادہ ہمیں کسی شئے کا علم نہیں. ہمارے علوم قدیمہ اور جدیدہ جب تیری مخلوق انسان کے رازوں کا پتہ نہیں لگا سکے تو تیری ذات کا انہیں وہم بھی نہیں آسکتا۔ علوم جدیدہ کے ماہر اقرار کرتے ہیں کہ انسان کی ذات میں جو جو ہر روز ازل سے رکھے گئے ہیں انکا ایک ہزارواں حصہ بھی تحقیق نہ کرسکے اور ابھی انسان کی کامل تحقیق کے لئے ہزارہا سال

چاہئیں۔ جل جلالہ وعم نوالہ بڑی ہے، شان تیری اور عام ہے فیض تیرا، اے میرے خالق اکبر تو نے جہاں تک ہماری زبان میں ہم سے کلام کیا ہے اسکے سمجھنے میں بھی ہم پورے قادر نہیں ہیں ہم نے تیرے ہی سکھانے کے بموجب ملائکہ، عرش. آسمان اور قیامت کا نام سنا مگر اُن کی پوری معرفت سے ہم واقف نہیں نہ ہمارا فکر و غور اور نہ تجربہ علمی ہمیں اُن کی ماہیت تک رہنمائی کرتا ہے ہاں جسے تو بتادے وہ جان جاتا ہے. اور جسے تو سمجھادے وہ سمجھ جاتا ہے وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ (سورۃ البقرہ:۱۱۴) ہونا تیرے ہی لئے سزاوار ہے۔ سب تیری خالص اور بے لوث پرستش کا دعویٰ کرتے ہیں مگر اپنے ذاتی اغراض اور نفسوں کی پوجا کرتے ہیں تیری ان صریح اور روشن بخششوں اور نمایاں فیضوں پر بھی تجھے بھلا دیا ہے اور اس پر بزعم خود تیرا تقرب ڈھونڈتے ہیں اور تیری معرفت سے بہرہ اٹھانا چاہتے ہیں تیری توحید آفتاب سے زیادہ روشن ہے. کور نظر اور کور باطن اس روشنی اور کامل نور کے سرچشمہ سے فیض حاصل نہیں کرتے، آسمان سے تو آواز دیتا ہے فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورۃ البقرہ:۲۲) (یعنی اللہ کے برابر کوئی نہ ٹھہراؤ اور تم جانتے ہو۔

مگر اس مقدس آواز کو سننے کے لئے بدنصیبوں نے اپنے کانوں میں روئی بھر رکھی ہے یا جو سُن چکے ہیں انہیں اس حکم کی بجاآوری شاق گزرتی ہے. اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (سورۃ البقرہ:۲۵۵) بیشک اور لاریب تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو حی اور قیوم ہے. تیری شہادت تیری ہی عبادت پر تیرے غیر کی پرستش کرنے والوں کے لئے ایک زبردست تازیانہ ہے کاش وہ سمجھیں. شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ (سورۃ آل عمران:۱۸) تو نے اپنی توحید کے گواہوں کا مرتبہ اپنے سے تیسرے درجہ پر رکھا ہے اس شہادت کی لذت وہی دل جانتے ہیں جنہیں شمہ برابر بھی تیری معرفت حاصل ہو چکی ہے حقیقت میں جسنے تجھے پہچان لیا وہی اہل علم ہے ورنہ تجھے نہ پہچاننے والا سو جاہلوں کا ایک جاہل ہے. سچ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (سورۃ آل عمران:۱۸) عبادت تیرے ہی لئے سزاوار ہے. جب دنیا میں فسق و فجور کی انتہا ہو گئی جب تیری پرستش کا نور تیری نافرمان مخلوق کی نظروں میں تیرہ و تار ہو گیا تو نے ایک برگزیدہ

نفس کو اپنی مخلوق میں سے چن لیا اور اسکی زبان میں یہ گویا ہوا۔ قُلْ یٰٓاَهْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِکَ بِهٖ شَیْئًا (سورۃ آل عمران:۶۴) اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فخر انبیاء کی غایت وبعثت یہی تھی کہ ان لوگوں کو جو صاحب کتاب ہونے کا دعوے کرتے ہیں محض اَن دیکھے اللہ تعالیٰ کی پرستش کے لئے بلایا جائے کیونکہ سب سے پہلے ان ہی کا حق ہے۔اے ذوالجلال رب تونے بتادیا کہ اسلام کی یہ غرض وغایت ہے کہ لوگ تیری معرفت کا نور حاصل کریں اور کل باطل معبودوں سے کنارہ کر کے تیری اکیلی اور ان دیکھی ذات کی طرف اپنا رُخ کرلیں۔تیری ذات کسی کی عبادت اور تجھے قادرِ مطلق سمجھنے سے بالکل مستغنی ہے۔مگر تو کریم ہے رحیم ہے۔ یہ تیری بخشش ہے کہ تو محض ہمارے تزکیہ نفس کے لئے ہمیں اپنی طرف بلاتا ہے اور ہم ہی میں سے ایک بندہ کو اپنے کام کے لئے چُن لیتا ہے۔یہ تیری خالق ہونے کی دلیل ہے کہ ہر کام کی نسبت تو اپنے ساتھ کر لیتا ہے اور شایاں بھی یہی ہے کہ کل کام تیری ہی طرف ہی رجوع کئے جائیں۔جس دل میں تونے اپنی معرفت کا نور بھر دیا ہے وہ تیرے جلال کو دیکھ سکتا ہے۔خودغرضی، زمینی کشمکش اور ناصواب عقل آرائی سے تیرے راز اور توحید کے سرچشمہ کا پتہ نہیں لگ سکتا۔جنہوں نے تجھے تلاش کرنے میں اپنی عقل پر تکیہ کیا اور اپنے زمینی علم کے اصول موضوعہ سے تیری معرفت پر قبضہ کرنا چاہا وہ کوسوں اور راہ حق سے دور پھینک دیئے گئے اور اخیر میں ایسے تاریک گڑھے میں گرے کہ صداقت کا آفتاب جو فروتنی کے افق پر چمکا کرتا ہے ان کی نظروں سے غائب ہوگیا۔کیا منطقیوں کے اصطلاحی اور فرضی الفاظ تیری کنہ تک پہنچ سکتے ہیں۔کیا خودغرض اندھے کے قدم ٹھیک راہ پر چل کے تیرا راستہ تلاش کر سکتے ہیں؟نہیں ہرگز نہیں۔

اے ذوالجلال رب تیری شان بلند ہے۔جس نے تجھے پالیا اُسے سب کچھ مل گیا اور جو تجھ سے محروم ہوگیا تمام جہان کا مجازی حاکم بن کے بھی اسے کچھ حاصل نہ ہوا۔ تیری مخلوق نے تیرے سوا سینکڑوں معبود بنا لئے ہیں اور تجھے بالکل بھول گئی ہے۔ بت پرستی، نباتات پرستی، جمادات پرستی، چونہ، پتھر، اینٹ، اور گارے کی پرستش عام ہو رہی ہے۔اور پھر ان معبودوں کے علاوہ اپنی غرضوں

اور اپنے نفسوں کو لوگوں نے علیحدہ معبود بنالیا ہے اور علی الصبح اُٹھ کے سب ان کے آگے سجدے کرتے ہیں اور اپنے زعم باطل میں پھر بھی اپنے کو خدا پرست کہے جاتے ہیں. اگرچہ نہایت زور نہایت متانت اور بے انتہاء انقطاعی لہجہ میں تیرہ سو برس ہوئے یہ آواز آچکی ہے. وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـئًـا (سورۃ النسآء: ۳۶) اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اسکے ساتھ نہ ملاؤ اس آسمانی آواز سے کم ہیں جنھوں نے فائدہ اٹھایا اور بہت ہیں جو صُم بکم بنے رہے آہ! اے اشرف المخلوقات تو نے ہی اپنے رب کو بھلا دیا اور پھر سعادت کی خواہش رکھتی ہے حیف خدا کا بندہ اور خدا کو بھول جائے مرجانے کی جگہ ہے اس بندہ خدا کو جو اپنے خالق کو چھوڑ کے غیر خدا کی پرستش کرے آسمانی آواز یہ کہہ رہی ہے کہ کسی شئے کو معبود برحق کا شریک نہ بناؤ مگر یہاں تو گنگا اور بھی اُلٹی بہنے لگی کہ شرکت وغیر شرکت کو بالائے طاق رکھ کے خدا ہی کو بیچ میں سے اڑا دیا اور نباتات. جمادات اور حیوانات پر گردن اطاعت خم کردی. ایک جنون ہے کہ سب پر چھا رہا ہے. اور ایک دیوانگی ہے جس نے سب کے دماغ مختل کر رکھے ہیں. ہر ایک شخص کے جنون میں ایک نیا رنگ ہے. اسی رنگ نے اسکے لئے ایک علیحدہ معبود قائم کردیا ہے. اور ہر پتھر اور لکڑی، درخت وغیرہ کی پرستش ہورہی ہے اور اُدھر کمزور انسان کو رہنما مشکل کشا اور شفیع بنالیا ہے. تو جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے روحانی مرتبہ مرحمت فرمائے مگر ایک انسان دوسرے انسان کے متعلق صرف اسی قدر جان سکتا ہے کہ نیک ہے۔ اس بے بضاعتی اور لاعلمی پر بھی اشخاص نامعلوم العاقبت کی پرستش کی جاتی ہے اور انہیں اپنا حاجت روا بنایا جاتا ہے قلوب کی معرفت کے نور سے محرومی انسان کے لئے ہلاکت کا سامان مہیا کردیتی ہے. مگر ہائے رے جنون کہ اس صریح ہلاکت کو حیات جاودانی اور اسکے خاتمہ کو نجات ابدی تصور کیا جاتا ہے. اے عرش وکرسی کے مالک تیری مقدس صدائیں تو اس بے حقیقت سیارے یعنی دنیا میں بارہا گونج چکی ہیں اور تو موسیٰ عیسیٰ اور برگزیدہ بندوں کی زبان سے اپنی مخلوق کے ساتھ یہ کلام کرچکا ہے يٰبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (سورۃ المائدہ: ۷۲) اللہ کی بندگی کرو. جو رب ہے. میرا اور تمہارا بیشک جس نے

اللہ کا شریک بنایا اللہ نے نجات ابدی اس پر حرام کردی اسکا ٹھکانا دوزخ یعنی دائمی محرومی ہے اور گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں یہ بالکل سچ ہے اور ہم اسپر سر جھکاتے ہیں وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ وَاحِدٌ عبادت سوائے تیرے اے معبود برحق کسی کی بھی زیبا نہیں ہے. اور نہ کسی کے لئے رکھی گئی ہے. غضب تو یہ ہے اے پروردگار ہر انسان اسے اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ غیر خدا کی قدرت میں کچھ بھی نہیں ہے اگر نباتات ہے تو بے حس اور بے شعور ہے اور اسکا درجہ انسان سے کہیں گرا ہوا ہے اگر جمادات ہے اسکی بھی یہی کیفیت ہے اور انسان ہے وہ عاجز اور مجبور ہے کوئی انسان اپنی بھلائی اور بُرائی پر مطلق قدرت نہیں رکھتا. پھر وہ دوسروں کی خداوند تعالے کے مقابلہ میں کیا مدد کر سکتا ہے. زندگی میں وہ دوسروں کا محتاج رہا مرنے کے بعد تمام جہاں کی قوت اس میں کیونکر آ گئی. ایسے لوگوں کے لیے کیا اچھا فیصلہ اے میرے رب نہایت سادہ اور پر مغز الفاظ میں تو نے کیا ہے قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا (سورۃ المائدہ: ۷۶) تم کہو کہ اللہ کو چھوڑ کر کیا ایسی چیز کی پرستش کرتے ہو جسکے قبضہ میں تمہاری بھلائی اور بُرائی مطلق نہیں ہے. اس سے زیادہ جنون اس سے زیادہ حماقت اور اس سے زیادہ بدبختی ایک اشرف المخلوقات کی کیا ہوگی کہ وہ خدا کو چھوڑ کے اس چیز کا سہارا ڈھونڈنے لگے جو اسکے بُرے اور بھلے کی بالکل مالک نہ ہو. انسان بجائے خود کائنات کا لب لباب ہے. اسکی بزرگی کا اگر خفیف سا بھی اندازہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے جلال سے کلیجہ کانپنے لگتا ہے. ہائے افسوس وہی انسان اپنی بزرگی سے گناہ کر کے ایسی ذلت وخواری کی راہ اختیار کرے جس سے زیادہ ذلت اور رسوائی ممکن نہ ہو. یعنی غیر خدا کی پرستش. اے آفتاب کو مشرق سے مغرب لیجانے والے اللہ ہم تیری حمد کرتے ہیں اور تیری تعریف میں بیخود ہیں تو نے ہمیں خاتم النبیین کی امت میں پیدا کیا. اور یہ توفیق دی کہ تیرے کل برگزیدہ بندوں کو نیک اور صادق الوعد سمجھیں. تو نے ہمیں یہودیوں میں پیدا نہیں کیا جو تیرے کلمہ اور روح القدس یعنی مسیح کی توہین کرتے ہیں۔ تو نے ہمیں نصرانی نہیں بنایا جنہوں نے ایک برگزیدہ بندے حضرت مسیح کو خدا بنا دیا اور تیرے محبوب کی تکذیب کی تو نے ہمیں ایسی امت میں پیدا کیا جو نہ صرف تیرے ان راستباز بندوں کے دل سے معتقد ہیں

جو بنی اسرائیل میں سے اپنے کام کے لئے تو نے چن لئے تھے. بلکہ دنیا کے نذیروں اور بشیروں کو مانتی اور ان پر اعتقاد رکھتی ہے یہ انعام تیرا ہم کیونکر بھلا دیں ہمارا رونگٹا رونگٹا تیرے احسانوں سے جکڑا ہوا ہے جتنے مذہب دنیا میں پیدا ہوئے اے رب الافواج سب کا ایک ہی اصول تو نے قرار دیا ہے اور وہ سب مذہب یہی تعلیم کرتے رہے کہ ایک ہی خدا کی پرستش کرو مگر انکے ماننے والوں نے اپنی ذاتی اغراض کو مدنظر رکھ کے تیری پاک اور ستھری تعلیم کو اپنے خیالات باطلہ میں ایسا گڈمڈ کر دیا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہونا مشکل ہے. تو خود فرما چکا ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (سورۃ الانبیاء:۲۵) اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول تجھ سے پہلے جو یہ نہ کہتا ہو کہ سوائے ایک ان دیکھے خدا کے اور کسی کی پرستش نہ کرو اس سے زیادہ مذاہب قدیم کی بزرگی اور کیا ہوگی اور اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی غایت ہر رسول کے بھیجنے میں صاف اور صریح الفاظ کے ساتھ اور کیا ہو سکتی ہے. بدقسمت ہیں وہ لوگ جو توحید کو چھوڑ کے دوسرے مقاصد کی پیروی کرنے لگے اور اپنے ساختہ و پرداختہ اصول موضوعہ پر ایسے مفتون و فریفتہ ہوئے کہ مقصد عالی ان کے ہاتھ سے جاتا رہا ہم یہود اور نصاریٰ کو کیا روئیں خود ہم ہی میں جو خیر الامم ہونے کا دعوے کرتے ہیں. ہزاروں پرستش گاہیں نکل آئیں اور لاکھوں باطل معبود بن کے کھڑے ہو گئے جو سر تیرے حضور جھکنے کے لئے بنایا گیا تھا وہ چونے گارے اور اینٹ پتھر کے آگے جھکنے لگا. جو پیشانی تیری چوکھٹ پر گھسنے کے لئے بنائی گئی تھی وہ فرضی پیروں اور شہیدوں کی قبروں پر ٹکنے لگی. جو گھٹنے تیرے حضور جھکتے وہ پچھیوں کے ڈھانچوں کے آگے جھکنے لگے. کوئی شخص ایک مجبور اور عاجز انسان کے ہاتھ میں ہاتھ دے کے تمام بداعمالیوں اور فسق و فجور سے اپنے کو بری سمجھتا ہے اور کوئی شخص کسی کے مرنے جینے پر اپنی نجات کا مدار جانتا ہے اور کسی نے فرضی شہادت پر رونا تیری عبادت کے مقابلہ میں اعلیٰ درجہ کی عبادت تصور کر لیا ہے. کیا ہم وہ نہیں ہیں کہ ہماری بداعمالی پر زمین و آسمان روئیں حقیقت میں تو نے بڑی فرصت دے رکھی ہے اور ہماری ڈھیلی ڈوری چھوڑ رکھی ہے. ورنہ ہمارے اعمال تو ایسے ہیں کہ آفتاب کے کرہ کی پوری آگ ہم پر برسا دی جائے اور چاند

مع کل سیاروں اور ستاروں کے پارہ پارہ ہو کے ہم پر گر پڑیں۔اور ہمیں رائی سے کائی بنا دے۔ہوا اپنے کل ذرے پانی کے ہم پر برسا دے اور تو اے ذوالجلال رب اپنے پورے قہر سے اس چھوٹے سے سیارے یعنی ہماری دنیا پر نازل ہو۔اور اپنے فرشتوں کو حکم کرے کہ وہ اپنی پوری قہر انگیز قوت سے ہماری زمین کا طبقہ ہی الٹ دیں۔اے جبار و قہار پھر بھی ہمارے گناہوں کا پورا بدلہ نہ ہو جو کچھ تو نے فیصلہ ان شریروں کے لئے کیا ہے بیشک ان کے لئے وہی زیبا ہے۔ اُحْشُرُ واالَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَھُمْ وَمَا کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَاھْدُ وْھُمْ اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِیْمِ (سورۃ صٰفٰت:۲۲تا۲۳) تو حکم دیگا کہ ان گنہگاروں کو مع ان کے ساتھیوں کے جمع کرو۔اور جنکی یہ اللہ کے سوا پرستش کرتے تھے ان سب کو دوزخ یعنی دائمی محرومی کے راستہ پر چلاؤ یہ تیرا اوّل درجہ کا رحم و کرم ہے کہ اتنے عرصہ تک تو نے ہمیں مہلت دی اور ہماری اس بداعمالی کا فیصلہ آخرت پر چھوڑا۔اس سے زیادہ شوم طالع اور کون ہوگا جس نے تیری خالص عبادت کو تو اپنی ابدی اور روحانی نجات کا ذریعہ نہیں بنایا مگر ایک بزرگ کے خون کو اور اُس پر آنسو بہانے کو اپنی ابدی نجات کا پورا ذریعہ سمجھ لیا تو نے اپنی پاک کتابوں میں کہیں بھی اسکا ارشاد نہیں کیا یہی لوگ بیشک مقہور بارگاہ صمدی ہیں۔ان کی صورتیں اس لعنتی عقیدے سے دنیا ہی میں مسخ ہوگئی ہیں۔اور شیطان نے ان پر پورا قبضہ کر لیا ہے۔حالانکہ تیرا فیصلہ صریح اور ناطق ہے جہاں تو خود اپنے پورے خداوندی دبدبہ سے ارشاد کرتا ہے۔ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْ ہُ وَکِیْلاً (سورۃ المزمل:۹)

مشرق اور مغرب کا رب اسکے سوا کسی کی بھی بندگی یا پرستش جائز نہیں ہے اپنا وکیل اُسی کو بنانا چاہیے یعنی روحانی نجات وغیرہ طلب کرنے کے کام سب اسی کو سونپ دینے زیبا ہیں۔ اس سے بہتر وکیل اور کون بن سکتا ہے اور ابدی نجات بغیر اسکی وکالت کے کیونکر نصیب ہو سکتی ہے۔ بیشک اے میرے خالق تو ہی ہر چیز کا مالک ہے۔سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی حقیقی مالک کسی چیز کا نہیں ہے۔اگر دنیا میں کوئی چیز کسی کی ملک ہے بھی تو وہ اُسکا عارضی مالک ہے۔جب یہ بات مسلم ہو چکی تو ہم سے زیادہ بدقسمت کون ہے جو مالک کو چھوڑ کے مملوک کی پرستش کرنے لگے اللہ تعالیٰ کے صریح الفاظ یہ ہیں.

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَالَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (سورۃ البقرہ:۱۰۶) کیا تجھے معلوم نہیں کہ زمین وآسمان کی سلطنت اللہ ہی کی ہے اور تمہارا اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں ہے. اس کے خلاف جن بدبختوں نے پیر شہید ولی اور مجذوبوں کو اپنا ولی اور نصیر بنالیا اور تعزیہ کی کھپ چیوں کو اپنا مشکل کشا جاننے لگے ان کو سوائے ابدی محرومی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوسکتا. اے رب الافواج جب تو نے عذاب اور بخشش صرف اپنے ہی ہاتھ میں رکھی ہے اور پھر شریر النفس اور نابنجار قوم عذاب و بخشش کا اختیار ایک عاجز بندے کے ہاتھ میں دیدے اسوقت اسکا ٹھکانہ ابدی مایوسی کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے. تو ان سب کی عبادتوں اور نافرمانیوں سے بالکل مستغنی ہے. عالم کے پیدا کرنے کی غایت اپنی مخلوق کی بہتری کے سوا اور کچھ نہیں ہے آسمانی آواز میں جو نور معرفت میں ڈوبی ہوئی ہے اپنے بندہ محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان میں یوں کلام کرتا ہے. وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا. (النسآء:۱۳۱) انکار کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ آسمان وزمین کی ہر چیز کا مالک تو اللہ ہی ہے جو غنی بھی ہے اور حمید بھی ہے. ازلی بدنصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے چند پیروں اور شہیدوں کو آسمان اور زمین میں اپنا ولی کھنگڑ بنا رکھا ہے اُن ہی کا شب وروز ذکر ہے اور اُن ہی کے ذکر کو اپنی نجات کا بڑا ذریعہ جانتے ہیں مرنے جینے اور شادی بیاہ پر ان ہی کا ذکر ورد زبان ہے حالانکہ زمین وآسمان کے بیچ میں ایک ذرہ پر بھی اُن کا قبضہ نہیں ہے جسکی شہادت اے میرے خالق تو خود دے چکا ہے. گو یہ ازلی بدنصیب تیری شہادت سے ناک بھوں چڑھاتے ہیں. لیکن دنیا کے کونہ کونہ میں اب بھی تیری یہ مقدس آواز گونج رہی ہے.

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّ مَالَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ. (سبا:۲۲) اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی زبانی باتیں کرتا ہے اور ارشاد کرتا ہے کہ تم کہہ دو کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے جنکی تم تعظیم کرتے ہو اور تم نے انھیں اپنا مشکل کشا بنا رکھا ہے. وہ آسمانوں میں اور زمین میں ایک ذرّہ کے مالک نہیں

ہیں اور نہ اُن کا اِن دونوں میں کچھ ساجھا ہے۔ اور نہ اسکا کوئی ان پیروں، شہیدوں اور ولیوں سے مددگار ہے۔ اس آسمانی فیصلہ کن آواز پر بھی جس شخص یا قوم نے چند عاجز انسانوں کو اپنا وکیل ونصیر تصور کر لیا اور نہ صرف زمین وآسمان بلکہ عرش پر بھی قبضہ کرا دیا۔ ان سے زیادہ جہنم کا حقیقی وارث کون ہوسکتا ہے۔ واقعی سخت رونے کا مقام ہے ایسی بدنصیب قوم پر جس نے اپنے خالق کو معطل کر کے اسکی پوری قدرتوں کا مالک اپنے فرضی پیشوا اور اسکے نہایت عاجز بندہ کو بنا دیا اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِیْبُوْنَ ٥ وَنَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ (الصّٰفّٰت: ۷۵-۷۶) ہمیں نوح نے پکارا تھا ہم تو پکار ہی پر پہنچنے والے ہیں ہم نے اسے یعنی نوح کو اور اسکے اہل کو کرب و بلا سے نجات دے دی۔ اس کے مقابلہ میں ایک فرقہ اپنے پیر کی نسبت یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ نوح کی کشتی ☆ کو ڈوبنے سے اُس نے بچا لیا تھا۔

☆ فی المنتخب انہ کان جنی جالسا عند رسول اللّٰہ یسلہ من قضا یا مشکلة ادا قبل امیر المؤمنین علی بن ابیطالب فتصا غر الجنی حتی صار کا لعصفور ثم قال اخبرنی یا رسول اللّٰہ قال ممن فقال من ھذا الشاب المقبل قال النبی ماذاک فقال الجنی اتیت سفینتہ نوح علیہ السلام لاغر قھا یوم الطوفان فلما تناو لتھا ضربنی ھذا قطع یدی ثم اخرج یدہ مقطوعة فقال النبی ھذا اخی علی بن ابیطالب۔

یعنی منتخب میں آیا ہے کہ ایک جن حضور انور کی خدمت میں حاضر تھا اور کچھ مشکل مسائل حضور سے دریافت کرتا تھا کہ ناگاہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جوں ہی جن کی نظر حضرت علی پر پڑی مارے خوف کے چڑیا بن گیا اور حضور انور سے دریافت کرنے لگا کہ یا حضرت مجھے آگاہ کیجئے حضور نے ارشاد کیا کہ کس کے حال سے۔ اس نے کہا کہ اس نوجوان کے حال سے جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہے۔ حضور انور نے اسکی یہ حالت دیکھ کر ارشاد کیا کہ تیرے خوف کا سبب کیا ہے اُس جن نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا نے نوح کی امت پر طوفان بھیجا تھا۔ اور نوح کو ایک کشتی ملی تھی تا کہ نوح معہ اپنے اہل کے غرق نہ ہوں اس وقت میں نے یہ چاہا کہ نوح کی کشتی کو غرق کر دوں جب میں نے اپنا ہاتھ کشتی غرق کرنے کے لئے دراز کیا تو اس جوان نے ایک ایسی تلوار میرے ہاتھ پر ماری کہ کٹ کر گر پڑا پھر اس جن نے کٹا ہوا ہاتھ حضور انور کو دکھایا حضور نے ارشاد کیا اے جن۔ یہ میرا بھائی علی ابن ابی طالب ہے۔

حالانکہ وہ پیر طوفان نوح کے کئی ہزار برس کے بعد پیدا ہوا تھا۔ اے رب العرش تیری ہی ذات غیب داں ہے۔ اپنی جانوں پر تیری نافرمان مخلوق نے کیا کیا غضب برپا نہیں کیا کہ تیری ایک ایک صفت کو

جو صرف تیری ہی ذات کے لئے خصوصیت رکھتی ہے اپنے پیروں اور شہیدوں کو بہت فیاضی سے بخشد یا اور تیرے جلال اور جبروت کا مطلق خیال نہ کیا. اور پھر مونہہ پر ہاتھ پھیر کے اپنے کو خیر الامم شمار کرنے لگے مثلاً ایک گروہ نے تیری غیب دانی کی صفت تیرے ایک عاجز ☆ بندے کو بخشدی اور فخر کیا کہ اس بے ایمانی سے وہ نجات ابدی کا مستحق ہوگیا.

☆ فی الخرائج ان علی ابی طالب کا ن فی الرجته وھی محلة بالکوفة فقام رجل فقال یا امیر المؤمنین انا من رعیتک واھل بلادک قال لست من رعیتی ولا اھل بلادی وان ابن الاصفر بعثک مسائل الیٰ معاویة و ھوا رسلک الی قال الرجل صدقت یا امیر المؤمنین ان معاویة ارسلنی الیک فی خفیة وانت قد اطلعت علی ذلک ولا یعلمھا غیر اللّٰہ فقال امیر المومنین سل عن ابنی الحسن فاتاہ فقال الحسن جئت سل کم الحق والباطل ذکم بین السماء والارض وکم بین المرشق والمغرب وما قوس قزح وما المخنث وما عشرة اشیاو بعضھا اشد من بعض قال الرجل نعم یا ابن رسول اللّٰہ قال الحسن بین الحق والباطل اربع اصابع فما رایته بعینک فھوحق وقد ماتسمع یا ذنک باطلا و بین لسماء ولارض دعوة المظلوم و مدالبصر وبین المشرق والمغرب سیرة یوم الشمس و قزح اسم الشیطان و ھو قوس اللّٰہ علامة الغضب و امان لاھل الارض من الغرق وامام المخنث فھو لایدری ذکر ام انثی انتی فانه نیظربه فان کان ذالختلم وان کانت ان شے فلم یحتلم. الخ

یعنی خرائج میں منقول ہے کہ حضرت علیؑ کوفہ کے ایک محلہ رجبۃ نامی میں تشریف رکھتے تھے۔ پس ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا یا امیر المومنین میں آپکے اہل شہر اور اہل رعایا میں سے ہوں حضرت علی نے فرمایا. نہ تو تو میری رعایا میں سے ہے اور نہ تو اس شہر کا رہنے والا ہے بلکہ ابن اصغر نے تجھ سے کچھ سوالات پوچھنے کے لئے حضرت امیر معاویہؓ کے پاس بھیجا تھا. اور انہوں نے تجھے میرے پاس بھیجا ہے اس شخص نے عرض کیا یا امیر المومنین آپ نے سچ ارشاد کیا واقعی معاویہؓ نے مجھے پوشیدہ آپ کی خدمت میں بھیجا ہے. اور کوئی شخص سوائے خدا کے اس راز سے واقف نہ تھا. حالانکہ آپ اس غیب کی بات پر مطلع ہیں پس حضرت علیؓ نے ارشاد کیا اے شخص جو تجھے دریافت کرنا ہے میرے بیٹے حسنؓ سے دریافت کر یہ سن کر وہ شخص حضرت امام حسنؓ کے پاس آیا امام حسن نے ارشاد کیا کہ تو اس لئے آیا ہے تا کہ سوال کرے اس بات کا کہ حق و باطل میں کس قدر اور کتنا فاصلہ ہے۔ آسمان اور زمین میں اور مشرق و مغرب میں کتنی مسافت ہے اور قوس قزح کیا چیز ہے اور مخنث کیا ہے وغیرہ وغیرہ. اس شخص نے عرض کیا ہاں میں یہی دریافت کرنے خدمت میں حاضر ہوا ہوں. حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ حق و باطل میں چار انگل کا فاصلہ ہے یعنی آنکھ اور کان میں چار انگل کا فاصلہ ہے. پس جو چیز تو اپنی آنکھ سے دیکھے وہ حق ہے اور پھر جو امر تو

اپنے کانوں سے سنتا ہے وہ کبھی باطل ہوتا اور آسمان اور زمین کا فاصلہ نگاہ چشم اور مظلوم کی دعا کے پہنچنے تک ہے. اور مشرق و مغرب میں اتنی مسافت ہے کہ آفتاب شام تک اسے طے کرتا ہے اور قزح نام شیطان کا ہے پس قوس خدا کو سمجھنا چاہیے جو ارزانی کا نشان ہے اور رزق سے اہل زمین کے لئے پناہ ہے لیکن مخنث یعنی جو خلقی کہ نہ معلوم ہو آیا مرد ہے یا عورت ہے پس اس کے بارے میں تا بلوغ انتظار کیا جائے. جیسے مرد ہے تو اسے احتلام ہوگا. اور اگر خنثہ عورت ہے احتلام نہ ہوگا. اخیر تک۔ یہ ہے غیب اور یہ ہیں سوالات اور ان کے جواب پر ایک بچہ بھی قہقہہ مار دے۔

حالانکہ تو صاف صاف فرماتا ہے. وہ بھی اپنے محبوب کی زبانی قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَیَّ ط (انعام:۴۹) اے محمد کہہ دو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں. میں تو اُسی پر چلتا ہوں جو مجھے حکم آتا ہے. پھر تو نے اپنے محبوب سے یہ کہلوایا. وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ (اعراف:۱۸۸) یعنی اگر میں غیب کی باتیں جانا کرتا تو ہمیشہ خوبیاں ہی خوبیاں حاصل کرتا اور مجھے برائی کبھی نہ پہنچتی. یہ فخر انبیاء کی زبانی ادا کیا گیا ہے. تا کہ بعد ازاں کوئی پیر شہید غیب دانی کا دعویٰ نہ کر بیٹھے. مگر حیف صد حیف اس غیب دانی کی صفت کو محض اپنے ناپاک نفسوں کی خاطر تیری مخلوق کے ایک حصہ نے اپنے کسی پیر کو عطا کر دیا. اور پھر قرآن مجید پر ایمان رکھنے والا بنا رہا.

تیرے سوا کون غیب کی باتیں جان سکتا ہے اور کون غیب دانی کا مدعی ہو سکتا ہے. حقیقت میں وہ جھک مارتا ہے اور خاک پھانکتا ہے. خدائی صفات کسی انسان کو بخشدینی سخت نا قابل معافی جرم ہے معبود حقیقی آپ ارشاد فرماتا ہے. فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (بقرہ:۲۲) اللہ کے برابر کسی کا مرتبہ نہ کرو اور تم اس بات کو خوب جانتے ہو کہ یہ کیسی غضبناک بات ہے اگر تم باز نہیں آؤ گے تو تم پر تمام قدسیوں کی پھٹکار پڑے گی۔

اللہ کی محبت: اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت سب سے مقدم ہے اور جس بد نصیب گروہ نے اپنے خالق کو بھلا دیا اور کسی پیر شہید کا ہو کے رہ گیا. خدا اس سے ہرگز خوش نہیں اُسے کبھی برکت اور سعادت نصیب نہیں ہونے کی وہ ذلت و خواری کے گڑھے میں

یہاں اور وہاں دونوں جگہ پڑا رہے گا. شریر النفس لوگوں نے جس چیز کا نام عشق رکھا ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کی محبت پر منطبق نہیں ہوتا تو وہ ایک شیطانی جذبہ اور رجیمی جوش ہے. جس دل میں غیر خدا کی محبت نے غلبہ کر لیا ہے وہ ایک سنڈاس سے بدتر ہے. جس سے قدوسی بچ کے چلتے ہیں. اور دنیا میں خبیثوں کا وہ دل بازگشت رہتا ہے. مولینا روم ایسے ناپاک عشق کے متعلق کیا خوب فرماتے ہیں.

این نہ عشق است ایں کہ درمر دم بود

ایں فساد از خوردن گندم بود

اے عرش وکرسی کے مالک تو نے خود حقیقی محبت کی حد بیان کر دی ہے چنانچہ اپنے محبوب کی زبان سے تیری پُر جلال اور پاک آواز اس سیارے میں تیرہ سو برس ہوئے اس طرح گونج چکی ہے. وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ. (بقرہ:۱۶۵) اور بعض لوگ اللہ کے سوا اوروں کو دوست بناتے ہیں اور اللہ ہی کی سی محبت ان سے کرنے لگتے ہیں. ایسوں کے لئے سخت عذاب اللہ کے ہاں موجود ہے۔ جنکی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں کہ حق بات انہیں سوجھتی ہی نہیں یا جن کے کانوں میں ٹینٹ ٹھسے ہوئے ہیں کہ نیک آواز کا وہاں گزر ہی نہیں ہوتا جنکے دلوں پر مہریں لگی ہوئی ہیں کہ کسی رحمانی بات کا خطرہ ہی نہیں گزرتا. وہ یا دیوی جی. یا میر سدّ و یا حسین یا علی پکارتے ہیں مگر اسکا جواب آسمان سے لعنت کے لفظ کے ساتھ دیا جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی زبانی اپنی مخلوق سے باتیں کرتا ہے۔ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا (انعام:۷۱) کہہ دو کہ ہم سوائے اللہ تعالیٰ کے کیا خاک کسی چیز کو پکاریں کہ جو نہ ہمیں نفع دے سکے اور نہ نقصان ہمارے ایسے پکارنے پر تین حرف ہیں. بیشک ایک دن ایسے لوگوں کا یہی حال ہونا ہے جو اے خالق اکبر تو نے فرقان حمید میں فرمایا ہے۔

حَتّٰى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوْآ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ٥ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ. (اعراف:۳۷تا۳۸)

یعنی جب ملک الموت روح کو قبض کرنے کے لئے ان کے ناپاک سینوں پر چڑھ بیٹھیں گے۔ اور کہیں گے۔ اے بدنصیبو وہ کہاں ہیں جنہیں تم سوائے اللہ کے پکارتے تھے اس وقت جہنم کے سچے وارث سٹ پٹا جائیں اور نہایت ذلت وخواری کے ساتھ اپنی ضلالت اور گمراہی کا اقرار کرینگے۔ مگر انہیں آگاہ کیا جائے گا کہ اب پچتائے کیا ہوتا ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت تمہارے لئے ابدی مایوسی کا مقام تجویز کیا گیا ہے۔ جس طرح کہ تم سے پہلے تم ہی جیسے نافرمانوں کے لئے جہنم تجویز ہو چکی ہے۔ اے میرے رب العزت تیری کیا معقول بات ہے اور کیا مسکت استدلال ہے جب تو نے یہ ارشاد کیا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ، (اعراف:۱۹۴) بدنصیبو جنہیں تم پکارتے ہو تمہاری طرح وہ بھی عاجز بندے ہیں اگر تم اپنے زعم باطل میں انہیں بہت کچھ سمجھتے ہو تو انہیں تمہاری آوازوں پر تمہارا جواب دینا چاہیے اگر تم سچے ہو تو اُنکی آوازیں ہمیں بھی سنا دو۔ حالانکہ یہ بات نہیں ہے نہ بول سکتے ہیں نہ تمہاری آوازیں اُن تک پہنچ سکتی ہیں اور نہ وہ تمہاری مدد کو آسکتے ہیں۔ انہیں جب یہ قدرت ہی نہیں ہے کہ اپنی جانوں کی مدد کریں۔ پھر بھلا کیا خاک وہ تمہیں مدد دے سکتے ہیں۔ جیسا کہ اے آسمان وزمین کے مالک تو ارشاد کر چکا ہے۔ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ○ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ۔ ط (اعراف:۱۹۷تا۱۹۸) جب یہ بات ہے تو خالق کون ومکاں کا حکم اے نافرمان بندے کیوں پس پشت ڈال کے ابدی محرومی خریدتا ہے اور وہ حکم دیکھ اور سمجھ کہ سیاروں اور ستاروں کا مالک کیا فرماتا ہے۔ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ (یونس:۱۰۶) اے ظالم نفس نہ پکار اللہ کے سوا اُس چیز کو کہ جو نہ نفع دے تجھ کو نہ ضرر پہنچا سکے اگر تو باز نہ آئے گا اور اپنی ہٹ پر قائم رہے گا۔ یقیناً تو ظالموں میں شمار کیا جائے گا۔ اس سے زیادہ واضح طور سے اے سرکش اور شریر النفس۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی زبانی اس طرح کلام کرتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا

دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ. (رعد:۱۴) جن لوگوں کو پکارا جاتا ہے وہ پکارنے والے کو کچھ بھی جواب نہیں دیتے پکارنے والے کی مثال بالکل ایسی ہے کہ وہ پانی کو دیکھ کے اپنی دونوں لبیں پھیلا دے اور اس امید میں رہے کہ پانی اُچک کر میرے منہ میں چلا آئے گا. حالانکہ ایسا ہونا ناممکنات سے ہے. اسی طرح ان کا جواب دینا ناممکن ہے. اس پکارنے سے سوائے ضلالت اور کفر کے کیا حاصل ہوسکتا ہے.

یقیناً اے میرے خالق تیرے بندے تیرے ساتھ سخت شرارت کرتے ہیں. اور زبانی دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم خدا پرست ہیں اور ہم اہل کتاب ہیں مگر درحقیقت وہ سخت نافرمان اور سرکش ہیں یہ بے وقوف نہایت عاجز اور مجبور بندہ کو اپنا مشکل کشا جانتے ہیں حالانکہ اگر وہ سب جمع ہو کے اپنی ایڑی چوٹی کا بھی زور لگا دیں اور اپنی فرضی کرامتوں کی پوری قوت صرف کر دیں جب بھی ایک مکھی تک پیدا نہیں کر سکتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود ارشاد کرتا ہے. يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ (الحج:۷۳) سچ ہے اے میرے کارساز تو ہی ہے جو سب کی آواز سنتا ہے۔ اور تو نے ارشاد کیا ہے وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ. (بقرہ:۱۸۶) اپنے حبیب کی زبانی یہ کہلواتا ہے. جب تجھ سے میرے بندے مجھے دریافت کریں تو میں قریب ہوں پکارنے والے کو جواب دیتا ہوں جب یہ بات ہے تو اُنہیں شایان ہے کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر یقین لائیں تاکہ نیک راہ پر آئیں. تو نے اے نور اور تاریکی کے مالک جب یہ وعدہ فرمایا ہے. وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (مومن:۶۰) پھر ہم سے بدتر مخلوق کون ہوگی کہ یاحسینؓ اور یاعلیؓ کے نعروں میں تیرا مقدس نام بالکل بھلا دیں. اے خالق ارض وسما تو بے شک رحیم وکریم ہے. سچ ہے تو نے اپنی شناخت یہ فرما کے ہمیں خود بتائی ہے. اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ بیشک وہی ہے معاف کرنے والا مہربان. بالکل سچ ہے. فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ. (بقرہ:۶۴) اگر اللہ کا فضل اور اسکی رحمت

نہ ہوتی تو یقیناً ٹوٹا پانے والوں میں تمہارا شمار ہوتا۔ اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَؤُفٌ الرَّحِیمٌ. بیشک اللہ لوگوں پر شفقت رکھتا ہے۔ اور مہربانی فرماتا ہے ہمارے رونگٹے رونگٹے اور کائنات کے ذرہ ذرہ میں اے پاک پروردگار تیری یہ مقدس آواز گونج رہی ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیمُ نہیں کوئی معبود اسکے سوا بڑا مہربان ہے نہایت رحم والا بیشک اے رحیم کریم تو نے اپنی مخلوق پر توبہ کا دروازہ کھول رکھا ہے اس سے زیادہ رحم اور کرم تیرا اور کیا ہوگا کہ تو بلا تخصیص یہ وعدہ فرماتا ہے۔ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ وَ اَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ .(آل عمران:۸۹) مگر جنہوں نے اپنی بداعمالیوں اور بدکرداریوں کے بعد توبہ کی اور اپنی حالت میں اصلاح کر لی تو یقیناً اللہ تعالیٰ کو وہ بخشنے والا مہربان پائیں گے اسکی رحیمی اور کریمی تو یہاں تک ہے کہ وہ انسان کے گناہوں سے بھی جب کہ وہ صاف دل سے توبہ کرے چشم پوشی کر کے اپنی بخشش اور رحمت کا نزول فرماتا ہے وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَہٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰہَ یَجِدِ اللّٰہَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا. (النساء:۱۱۰) اور جو کوئی گناہ کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشوائے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائیگا۔ اے خالق ارض وسما ہم تیری ہی تسبیح مقدس الفاظ میں کرتے ہیں۔ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ .(بقرہ:۳۰) اور ہم پاکی بیان کرتے ہیں تیری اور یاد کرتے ہیں تیری پاک ذات کو۔ قَالُوْا سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا .تو سب سے نرالا ہے ہم کو معلوم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا۔ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ کَثِیْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ اور یاد کر اپنے رب کو بہت اور شام صبح برابر تسبیح کرتا رہ۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ .(آل عمران:۱۹۱) اے ہمارے رب تو نے یہ عبث نہیں بنایا تو پاک اور بے عیب ہے ہم کو دائمی محرومی کے عذاب سے بچا۔ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ پاک ہے وہ اور بہت دور ہے ان باتوں سے جو کہتے ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّکَ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِہٖ وَیُسَبِّحُوْنَہٗ وَلَہٗ یَسْجُدُوْنَ بیشک جو لوگ پاس ہیں تیرے رب کے اسکی بندگی سے غرور نہیں کرتے اور یاد کرتے ہیں اسکی پاک ذات کو اور سجدہ کرتے ہیں۔ سُبْحٰنَہٗ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ. وہ پاک ہے ان کے شریک بنانے سے۔ وَسُبْحٰنَ اللّٰہِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ

اور اللہ پاک ہے اور میں نہیں شریک بنانے والا. تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ. ساتوں آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہیں سب اُسی کی تسبیح پڑھتے ہیں.

ہر گیا ہے کہ از زمیں روید

وحدہ ، لاشریک لہ گوید

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اور کوئی چیز نہیں جو اسکی تسبیح نہیں کرتی لیکن تم اُن کا تسبیح کرنا نہیں سمجھتے. وَيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا. اور کہتے ہیں (اہل علم) پاک ہے ہمارا رب بیشک ہمارے رب کا وعدہ شدنی ہے (اور یقیناً وہ کبھی ٹلنے والا نہیں ہے) وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ☆ (طٰہٰ:۱۳۰) اور تسبیح کرتا رہ اپنے رب کی سورج نکلنے سے پہلے اور رات کی گھڑیوں میں کچھ پڑھا کر اور دن کی حدوں پر بھی تسبیح کیا کر شاید تو راضی ہو۔

☆ اس آیت سے صاف طور پانچ وقت کی نماز ثابت ہوتی ہے.

يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ. اور اللہ کے نزدیک رہنے والے شب و روز تسبیح کرتے ہیں اور نہیں تھکتے. وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ اور بھروسہ کر اُس حی اور قیوم پر جو نہیں مرتا اور یاد کر اسکی خوبیاں. وَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. اور پاک ہے ذات اللہ کی جو رب ہے سارے جہاں کا. وَخَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ گر پڑیں سجدہ کرتے ہوئے اور (تیری) پاک ذات کو یاد کریں. اپنے رب کی خوبیوں سے اور وہ تکبر نہیں کرتے. بات تو سچ یہ ہے کہ ان تمام مظاہر اور جلووں کو دیکھ کے ایک عارف باللہ کی زبان سے نکل جاتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. کل تعریف تو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سزاوار ہیں جو بہت سے عالموں کا رب ہے. اگر خدا کی خدائی کچھ دیکھنی ہو تو افلاک پر نظر کرو. اس فضاء میں لاکھوں بلکہ کروڑوں سیارے اور ستارے تیر رہے ہیں. اور ہر سیارہ اور ستارہ سوائے دو ایک کے ہماری زمین سے لاکھوں درجہ بڑا ہے. وہاں یقیناً آبادی بھی ہوگی اور کل انتظامات بھی ہونگے ہماری

زمین کی اُن سیاروں اور ستاروں کے آگے کچھ بھی ہستی نہیں ہے. عقل باور نہیں کرتی کہ اس چھوٹے سے سیارے میں ہر قسم کے نظام قائم ہوں اور انبیاء کا سلسلہ بھی آسمان سے اسی سیارے پر نازل ہوا اور خدا کی مقدس کتابیں جبریل فرشتہ اسی سیارے پر لے کے اترے باقی اس سے لاکھوں مرتبہ بڑے کُرے بالکل ویران ہوں بڑی ہے شان تیری اے جلال والے رب تو سب سلاطینوں کا ایک سلطان ہے اور تیری مخلوق کی کچھ بھی انتہا نہیں ہے. جَلَّ جَلَالُهٗ وَعَمَّ نَوَالُهٗ.

وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ. ہم ذکر کرتے ہیں تیری خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری ذات کو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ. تعریف تو اے رب العزت تجھ ہی کو سزاوار ہے کہ تو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا اور تاریکی اور نور کا پیدا کرنے والا ہے۔ بالکل ٹھیک اور درست ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ. اور کوئی چیز نہیں جو اسکی تسبیح نہ کرتی ہو. اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے اور اسی کو اپنا حاجت روا سمجھنا چاہیے. تمام دروازوں سے منہ پھیر لینا چاہیے کس کے حسینؓ اور کس کے علیؓ سب بے قابو اور عاجز بندے ہیں وہ اپنا بھی کچھ نہیں کر سکتے. دوسروں کا کیا بھلا کر سکتے ہیں خدا سے ڈرو اور تعزیے پرستی. علم پرستی، ضریح پرستی، حسینؓ پرستی اور علی پرستی سے باز آؤ اور وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ پر بھروسہ کرو اس زندہ پر جو نہیں مرتا اور یاد کر اُسکی خوبیاں یقیناً باعث نجات یہی ہے. سنگ پرستی، ستارہ پرستی، سورج پرستی، درخت پرستی، حسینؓ پرستی، علیؓ پرستی، بھلا ان پرستیوں میں رکھا ہی کیا ہے. لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ. دنیا بھی خراب اور آخرت بھی خراب ان لوگوں کی صورتیں دائمی محرومی کے ساتھ آخرت میں مسخ کر دی جائیں گی خوب سمجھ لو کہ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ. اوّل آخر اُسی کی تعریف ہے اور اسی کے ہاتھ ہے حکم اور اُسی کے پاس پھیرے جاؤ گے دروازہ توبہ کا اب بھی کھلا ہوا ہے. اپنے اُن اعمال سے توبہ کرو جن سے تمہارے چہرے پر پھٹکار برستی ہے اور اپنے خالق کے سچے برگزیدہ بن جاؤ یہی نجات کا راستہ ہے اور یہی سیدھا راہ ہے. اے چاند و سورج اور کروڑہا ستاروں کو فضا میں ایک مرکز پر قائم رکھنے والے

اللہ تیرے احسانات کو ہم کہاں تک گنوائیں تو نے روحانی اور جسمانی دونوں نعمتیں ہمیں بخشی ہیں۔

شکر نعمت ہائے تو چندانکہ نعمت ہائے تو

ان نعمتوں میں ایک نعمت بہت بڑی تو نے ہمیں اپنی کتاب دی جو متقیوں کی ہدایت کرتی ہے اوراس میں کسی طرح بھی شک کی گنجائش نہیں ہے۔وہ کتاب فرقانِ حمید یعنی قرآن کریم ہے جسمیں یہ دعویٰ کیا گیا ہے۔ **وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ** (سورہ بقرہ:۲۳)'' یعنی قرآن کریم جو ہم نے اپنے بندہ محمد رسول اللہ پر نازل کیا ہے اگر تمہیں اس میں ہمارے کلام ہونے میں شک ہے تو اسکی آزمائش کی سہل ترکیب یہ ہے کہ تم اس جیسی ایک ہی سورت بنالاؤ جس کے ہر جملہ میں معرفت اور حکمت کے صدہا راز پوشیدہ اور ظاہر ہیں مگر ایسا نہیں کر سکتے پھر کیوں اپنا راستہ جہنم میں کرتے ہو۔'' غلط روایتوں کی کتابوں کو چھوڑ دو جن میں سوائے فضول اور گمراہ کرنے والی کہانیوں کے کچھ بھی نہیں رکھا اور قرآن مجید کو مضبوطی سے دانتوں میں پکڑلو جسکی نسبت خالق ارض وسما ہدایت کرتا ہے.

خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ . (سورۃ الاعراف:۱۷۱) اور پکڑو جو ہم نے دیا تمہیں (یعنی قرآن کریم) زور سے اور یاد کرتے رہو جو اس میں لکھا ہوا ہے شاید تمہیں ڈر ہو اور پھر تم محبوب کبریا اور اسکے راشدین صحابہ کو برا کہنے سے محفوظ رہو اور ان کی سچی بزرگی تمھارے دل پر پوری نقش ہو جائے۔ مسلمان ہو کر قرآن کریم کو پس پشت ڈالنے والے بدنصیب گروہ تو ادھر اُدھر کی ناپاک کہانیوں کی کتابیں تو اچھی طرح دیکھتا ہے مگر قرآن کریم کو تو نے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے. دیکھ خدا تعالیٰ تیری نسبت کیا حکم کرتا ہے.

نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ . (سورۃ بقرہ:۱۰۱) کتاب پانے والوں میں سے ایک جماعت نے اللہ کی کتاب اپنے پس پشت ڈال دی گویا کہ انہیں معلوم نہیں قرآن مجید کا پڑھنا اسے یاد کرنا اوراس پر عمل کرنا یہ سب تم نے بالائے طاق رکھدیا کیا اسی منہ سے تم سرخروئی حاصل کرنا چاہتے ہو اور تمہیں اپنی نجات کی امید ہے۔خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَلَا تَتَّخِذُوْۤا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا.**

اور اللہ کی کتاب کو ہنسی میں نہ اُڑاؤ اور اسے مذاق نہ ٹھہراؤ دیکھنا تمہارے لئے یہ کسی طرح بہتر نہیں ہے۔کم بختو جانے دو اور دیرینہ خباثت کو دلوں سے نکال دو۔اور وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا. (سورۃ آل عمران:۱۰۳) مضبوط پکڑو اللہ کی رسی سب مل کر اور پھوٹ مت ڈالو۔ پھر خداوند تعالیٰ ارشاد کرتا ہے۔ یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَ کُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا . فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَاعْتَصِمُوْا بِہٖ فَسَیُدْخِلُھُمْ فِیْ رَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَفَضْلٍ وَّیَھْدِیْھِمْ اِلَیْہِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا. اے لوگو تمھارے رب کی طرف سے تمھارے پاس سند پہنچ چکی ہے۔اور ہم نے تم پر واضح روشنی اتاری سو جو یقین لائے اللہ پر اور اسکو مضبوط پکڑا تو ان کو داخل کرے گا اللہ رحمت میں اور فضل میں اور انہیں اپنی طرف سیدھی راہ سے پہنچائے گا۔یہ دیکھ کے کلیجہ شق ہو جاتا ہے کہ حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہ کہنے سے تمہارے تن بدن میں مرچیں لگ جاتی ہیں اور تم جل بھن جاتے ہو اور پھر تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ ہم مسلمان ہیں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیُّ الْعَظِیْم ٥ خداوند تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے۔ قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ یَّھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ ، سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِہٖ وَیَھْدِیْھِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ. تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور بیان کرتی ہوئی کتاب آئی ہے جس سے اللہ راہ پر لاتا ہے اور جو کوئی سلامتی کے راستہ پر اسکی رضامندی کا طالب ہو کے چلتا ہے وہ اسے اپنے حکم سے تاریکی سے روشنی میں لاتا ہے اور انہیں سیدھی راہ چلاتا ہے مگر وہ گروہ جب اس سے یہ کہا جائے کہ ہمارے لئے کتاب اللہ بس ہے تو وہ ناک بھوں چڑھاتا ہے۔بھلا کیونکر ہوسکتا ہے کہ اسے بے ایمانی کی تاریکی سے روشنی میں نکلنا نصیب ہو وہ ابدالآباد اسی تاریکی میں پڑا رہے گا۔مجتہدوں کے خرافات اور نالائق باتوں کو جس گروہ نے اپنا دستورالعمل بنالیا اور قرآن مجید کو چھوڑ دیا ان کے راہ راست پر آنے کی کیونکر امید ہوسکتی ہے۔اسکا فیصلہ اے رب کریم تو نے کیا صاف الفاظ میں فرمایا۔ وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ. (الانعام:۱۵۳) اور بیشک میری یہ راہ ہے سیدھی سو اسپر چلو اور مت چلو کئی

راہیں۔ پھر یہ راہیں تمہیں اسکی راہ سے متفرق کر دینگی۔ یہ تمہیں خوب جتا دیا ہے۔ شاید تم بچتے رہو۔ خدائے تعالیٰ کی کتاب ترک کرنے سے بجائے خدا پرستی۔ کے تعزیے پرستی، ضریح پرستی، دُلدل پرستی حسینؓ پرستی، علیؓ پرستی، میراں پرستی، سدو پرستی، قبر پرستی تم نے اختیار کر لی۔ بھلا متفرق راہوں سے منزل مقصود یعنی خداوند تعالیٰ کی مرضی کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔ تمہارے ساتھ جو کچھ رب العزت سلوک کرے گا۔ اس کا بیان خود اس نے اپنی کتاب میں فرما دیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ سَنَجْزِی الَّذِیْنَ یَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰیٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا کَانُوْا یَصْدِفُوْنَ۔ (سورۃ الانعام:۱۵۷)

جو ہماری آیتوں سے کترا کے چلے گئے ہیں۔ ہم انہیں بغیر سزا دیئے نہیں رہنے کے وہ سزا یا عذاب طرح دینے کا دیا جائیگا۔ اور بہت ہی بُری طرح کا عذاب ہوگا۔ وہ امام یا مجتہد یا قبلہ و کعبہ جنہوں نے خدا پرستی کی جگہ علیؓ پرستی اور حسینؓ پرستی وغیرہ دنیا میں قائم کی کیونکر۔ اس شدید عذاب سے بچ سکتے ہیں؟ انہیں تو ان کے اعمال کی خوب سزا مل رہی ہے۔ مگر اسوقت تمہارے لئے خداوند تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنے کا زمانہ ہے کاش تم سمجھو اور نصیحت حاصل کرو۔ وَاتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ۔ چلو اس پر جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے اور اسکے سوا ہرگز ہرگز ان اماموں کے پیچھے نہ چلو جو اپنی طرح تمہیں بھی جہنم کا وارث بنا دینگے۔ ان صریح باتوں پر تو بہت کم دھیان رکھتے ہو۔ تمہارے اماموں نے تمہیں بالکل کہیں کا نہیں رکھا وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور تمہیں بھی گمراہ کیا بس ان کی پیروی چھوڑ دو اور خدا کی روشن کتاب کو اپنی حقیقی نجات کی کنجی سمجھ کے اپنے اماموں اور مجتہدوں کی شاعرانہ تراش کو سنڈاس میں پھینک دو تمہارے اماموں اور مجتہدوں نے افترا کیا ہے۔ حضرت علیؓ جو مثل اور بندوں کے ایک عاجز بندے خدا کے تھے۔ کو فضیلت دے کر خدا کے ساتھ ملا دیا ہے اور ہر وقت انہیں خدا سے سرگوشی کرنے والا بیان کیا ہے۔ کہیں علیؓ کیوجہ سے حضرت آدم کو معتوب بنایا کہیں نوح وسلیمان، داؤد، یعقوب علیہم السلام کو خدا کا نہیں بلکہ حضرت علیؓ کا دست نگر بتایا ہے۔ کہیں خدا پر افتراء باندھا ہے کہ

اس نے حضرت علی کو جتوانے کے لئے آسمان سے بہت سے فرشتے، حوریں اور جبریل کو بھیج دیا تھا. کہیں ذات باری کے نور سے حضرت علیؓ کے نور کو پیدا کیا ہے. کہیں علیؓ (☆) کو مثل خدا کے دائم اور حی وقائم بتایا ہے۔

☆ جن باتوں کا ہم نے یہاں اشارہ کیا ہے کہ کیا کیا باری تعالیٰ پر افتراء کئے گئے اس کا مفصل ذکر آگے چل کے معجزات وفضائل علی ابن ابی طالبؓ اور حسینؓ وغیرہ میں مع حوالہ کتب آئے گا۔

اسی طرح حضرت امام حسین کے معاملہ میں تم نے خدا پر افترا باندھا ہے. کہیں یہ لکھا ہے کہ خدا نے جبریل بھیج کے بی بی فاطمہؓ کی چکی پسوائی. غرض اس قسم کی افترا پردازیاں تمہارے اماموں اور مجتہدوں نے جو فیصلہ خداوندی کے مطابق جہنم کے سچے وارث ہیں خداوند تعالیٰ کی ذات پر کی ہیں. کہ کسی گمراہ سے گمراہ فرقہ نے بھی ایسے افترا اپنے خالق پر نہ باندھے ہونگے. تمہیں معلوم ہے کہ خداوند تعالیٰ نے تمہارے متعلق اپنی کتاب مبین میں کیا فیصلہ کیا ہے. چنانچہ وہ فرماتا ہے. فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ پھر اس سے ظالم کون ہے جو افتراء کرے اللہ پر یا جھٹلائے اسکے حکم کو وہ لوگ عذاب کا وہی حصہ پائیں گے جو کتاب میں یعنی قرآن مجید میں لکھا جا چکا ہے. وہ بدنصیب گروہ ہے جو حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ کہنے والے کا جانی دشمن ہو گیا. اور ابتک اس والا شان قائل کی ذات اقدس واطہر میں بدزبانی کر کے اپنے مجتہدوں اور اماموں سے زیادہ اپنے کو جہنم کا وارث قرار دے رہا ہے. مگر خدا تعالیٰ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ کہنے والے کی بڑی کھلے الفاظ میں تائید کرتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے. وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ. جن لوگوں نے ہماری کتاب سے تمسک کیا اور نماز قائم کی ہم ایسی نیکی کرنے والوں کا ثواب ضائع نہیں کرتے اس سے زیادہ صریح الفاظ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰه کہنے والے کیلئے اور کیا ہو سکتے ہیں مگر جن لوگوں نے حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰه کو جھٹلایا اور اس سے ناک بھوں چڑھائی ان کو اس صورت

سے عذاب دیا جائے گا. کہ وہ مطلق نہیں سمجھنے کے کہ یہ عذاب کیونکر اور کس طرح نازل ہو رہا ہے. مثلاً خداوند تعالیٰ نے اس گمراہ گروہ کی صورتیں مسخ کر دیں ہیں کہ اگر ایک شخص سو آدمیوں میں کھڑا ہوا ہو تو علیحدہ پہچانا جاتا ہے۔ یہی عذاب ایسا ہے کہ انہیں اسکی مطلق خبر نہیں. وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ.(الاعراف :۱۸۲) اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہم انہیں ایسا سہج سہج پکڑینگے کہ انہیں ہماری گرفت کی مطلق خبر نہیں ہونے کی۔ سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں اور جو ابھی تک اس حکم یا وعید خداوندی سے غافل ہیں. وہ آئندہ اتنی بات ضرور سمجھ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے خوش نہیں ہے. تیرا فرمان اے رب العرش بالکل سچ ہے اور کوئی بات تو نے ہماری ہدایت کے متعلق باقی نہیں چھوڑی کہ ہمیں علیؓ پرستی اور حسین پرستی کی اُس لئے ضرورت ہو تو خود فرماتا ہے وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًی وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ اپنے محبوب سے خطاب فرماتا ہے. اور اتاری ہم نے تجھ پر کتاب بیان کرنے والی ہر چیز کی اور ہدایت کی اور رحمت اور حکم برادروں کے لئے خوشخبری۔ جب لکل شئے کے الفاظ صاف طور پر موجود ہیں پھر کیوں نہیں جھوٹی روایتوں کی کتابوں کو جلا دیا جاتا کیونکہ ان کتابوں کے مصنفوں نے خدا پرستی کو بہت کچھ نقصان پہنچایا ہے جو کچھ انہوں نے اپنی قوم کے لئے مسالہ جمع کیا ہے. وہ ایسا متعفن. غلیظ اور ناپاک ہے کہ اگر اسے پیش کر دیا جائے تو لوگ تھو تھو کرنے لگیں اور حکومت کا قانون ضرور ان فحش باتوں پر باز پرس کرے. تزکیہ نفس اور پاکیزگی کیلئے تو قرآن مجید بس ہے تمام مخلوق اور کائنات کا ذرہ ذرہ بآواز بلند یہ پکارتا ہے حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰهِ بڑی ہے تیری شان اے رب کریم. تیرا اجلال تمام عالموں پر محیط ہو آمین.

کسی کی مصیبتیں بیان کرنے سے کبھی نجات نہیں مل سکتی. بدنصیب اور شور بخت مجتہدوں نے یہ فتویٰ دے دیا ہے کہ کسی کی فرضی مصیبتوں پر رونا جنت کی کنجی ہے. قرآن مجید سے یہ لوگ ایسا بھاگتے ہیں جیسا لاحول سے شیطان کافور ہوتا ہے. قرآن مجید کی وقعت اپنے

مریدوں میں کم کرنے کے لئے وہ جھوٹی باتیں انہوں نے تراشی ہیں کہ دیکھ کے ایک خدا پرست شخص کے آنسو نکل آتے ہیں. جیسا کہ امام جعفر یا باقر والی اونٹ کی ہڈی ہے.(☆)

☆ اس ہڈی والی روایت کا مفصل بیان اپنی جگہ آئے گا۔

کافی کلینی والے نے ان میں سے ایک شخص کی زبانی اپنے مرید کو یہ کہلوادیا تھا کہ تمہارے قرآن سے اس ہڈی پر تین حصے زیادہ عبارت لکھی ہوئی ہے. اور اس میں کل وہ باتیں ہیں جو بنی آدم کو قیامت تک پیش آنے والی ہیں جسکے معنے یہ ہیں کہ قرآن مجید اس ہڈی کی تحریر کے آگے ایک بے وقعت چیز ہے یہی لوگ ہیں کہ جب ان کے آگے خدا کا کلام پڑھا جاتا ہے تو پیٹھ موڑ کے چلتے ہوتے ہیں. اور انہیں اونٹ کی ہڈی کے مقابلہ میں سخت برا لگتا ہے.

وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَسْتُورًا. وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَّوْا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ نُفُورًا (الاسراء:۴۵-۴۶)

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے آپ کے قرآن پڑھتے وقت ہم ان میں اور آپ میں ایک پردہ ڈال دیتے ہیں اور انکے دلوں پر اوٹ قائم کر دیتے ہیں تاکہ سمجھنے کی توفیق ہی نہ ہو اور ان کے کان ثقیل کر دیتے ہیں. پھر ان کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ادھر قرآن پڑھا گیا اور ادھر وہ بدک کے بھاگے جب حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ کہنے والے کے جانی دشمن ہیں پھر وہ کب گوارا کرینگے کہ ان کے آگے کتاب اللہ پڑھی جائے اور انہیں اسکے سننے کی برداشت ہو. قرآن مجید کا صریح معجزہ یہ ہے کہ اس سے روحانی شفا حاصل ہو، اور تمام باطنی امراض جاتے رہیں. مگر ان لوگوں کے جنہوں نے اپنے روحانی امراض کو محسوس کرلیا ہے اور اس بات پر ایمان لے آئے ہیں کہ خدا کا کلام ہمیں روحانی بیماریوں سے چنگا کر دیگا. مگر جنکا ایمان اس پر نہیں ہے انہیں سوائے گمراہی کے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا. جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے. وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا

خَسَارًا. (الاسراء:۸۲) ایمان والوں کی رحمت ہےاور قرآن مجید روحانی امراض کا علاج ہے مگر ظالموں کو نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا. بلکہ ان کا روحانی نقصان ترقی کرتا رہتا ہے. جو کتاب آسمان سے حق کے ساتھ نازل کی گئی ہو اور ایک مبشر اور نذیر کی مبارک زبان سے عامہ خلائق کے آگے پڑھی گئی ہو اسکی نسبت یہ کہنا بلکہ اس پر ایمان رکھنا حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰہ کیا اعلیٰ درجہ کی ایمانداری اور روحانی برتری نہیں ہے وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا. (الاسراء:۱۰۵) اور ہم نے یہ قرآن سچ کے ساتھ اتارا اور اے محمد ابن عبد اللہ تجھے سچ کے ساتھ بشیر اور نذیر بنا کے بھیجا. ابدی محرومی میں پڑ جائیں وہ لوگ جو قرآن مجید کو جو حق کے ساتھ اتارا گیا ہے اپنا دستور العمل نہ بنائیں خداوند تعالیٰ اپنے دیدار کے شرف سے انہیں ہمیشہ محروم رکھے۔

مگر جس نیک اور روشن ضمیر گروہ نے حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰہ کو اپنا وظیفہ بنالیا ہے. جن میں سے لاکھوں آدمیوں نے اس آسمانی کتاب کے نقوش کو اپنے دل پر لکھ لیا ہے اور جو ہر وقت قرآن مجید ہی کی روشن آیتوں کا ورد رکھتے ہیں. اور جو پاکباز گروہ رمضان المبارک کے مہینہ میں شب کو روزہ کھول کے اور نماز مغرب کے بعد نہایت خضوع وخشوع کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں قرآن مجید پڑھنے کھڑا ہو جاتا ہے اور ان میں رقیق القلب قرآن سنتے وقت روتے اور سجدے میں گر پڑتے ہیں وہی خداوند تعالیٰ کے پاک اور فرمانبردار بندے ہیں. خداوند تعالیٰ انہیں راستباز لوگوں کی نسبت فرماتا ہے۔ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا. وَّ يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا. (الاسراء:۱۰۷تا۱۰۹)

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کی زبان میں اس نافرمان مخلوق کے آگے جو حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰہ کہنے سے جل جاتی ہے یہ فرماتا ہے. تم مانو یا نہ مانو مگر جنہیں علم معرفت ملا ہے ان

کے آگے جب قرآن مجید پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں پاک ہے ہمارا رب اور بیشک ہمارے رب کا وعدہ شدنی ہے اور وہ زاری اور خلوص سے نہایت خشوع کے ساتھ اپنے رب کا جلال دیکھتے ہوئے پیشانیاں ٹھوڑیوں کے بل زمین پر لگا دیتے ہیں اور اپنے رب کے حضور میں حاضر ہو کے نہایت اخلاص، نہایت فروتنی اور انتہا درجہ عاجزی سے بفرط محبت وادب نجات کے حقیقی وارث ہیں. باقی کتاب اللہ کے نہ سننے والے اور حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ پر منہ بنانیوالے مقہور بارگاہ صمدی ہیں.

وہ بدنصیب جو خداوند تعالیٰ کی آیتوں سے منہ پھیرتے ہیں دنیا میں بھی خسارہ سے رہیں گے اور آخرت میں اندھے گنے جائیں گے. انہیں سعادت دارین حاصل ہی نہیں ہونیگی. کتاب خدا کے آگے قصے کہانیوں کو ترجیح دینا اور ہر وقت ان ہی کا ورد رکھنا اشرف المخلوقات کے لئے زہر ہلاہل ہے. پھر طرۃ یہ کہ ان واہی تباہی کتابوں سے خداوند تعالیٰ کا قرب ڈھونڈنا کیسی خیرہ چشمی اور سوءِ ادبی ہے. اے احسان فراموش ظالم انسان تزکیہ نفس اور ابدی نجات کے لئے قرآن مجید کے سوا اور کوئی کتاب تو پیش کر سکتا ہے. جس سے روحانی نجات کا راستہ ملے۔ نہیں ہرگز نہیں. تو یقین جان اگر تو نے خدا کو چھوڑ دیا تو نہ یہاں تیری فلاح ہوگی اور نہ تجھے وہ حقیقی بصارت دی جائے گی جس سے تو اپنے خالق کا جلال دیکھ سکے. تیرے خالق نے تیرے لئے اپنی پاک کتاب میں خود اسکا فیصلہ کر دیا ہے چنانچہ فرماتا ہے وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى. قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا. قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَ كَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى. (طٰہٰ: ۱۲۴ تا ۱۲۶) اور جس نے ہماری یاد سے منہ پھیرا اس کو ہم تنگی کی گزران میں مبتلا کر دیتے ہیں اور قیامت کے دن ہم اسے نابینا اٹھائیں گے وہ بدنصیب فریاد کرے گا کہ اے میرے رب میں تو زندگی میں اندھا نہ تھا تو نے آج مجھے اندھا کیوں کر دیا. بارگاہ خداوندی سے ارشاد ہوگا کہ تو نے ہماری آیتوں کو یعنی ہماری کتاب

کو زندگی میں بھلا دیا تھا اُسکا بدلہ یہ ہے کہ اب ہم تیری طرف سے اپنی رحمت کی نظریں پھیر لیتے ہیں اور تجھے بھلا دیتے ہیں. اور اسی طرح ہمارا یہ ارشاد ہے وَكَذٰلِكَ نَجْزِىْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى. (طٰہٰ:۱۲۷) کہ جو شخص حد سے تجاوز کر گیا اور اپنے رب کی کتاب اور اسکی روشن آیتوں پر ایمان نہ لایا تو اسے آخرت کا عذاب وہ چکھایا جائے گا جو انتہا درجہ سخت اور دیرپا ہے.

تم آخر اپنے خالق کے ارشاد کو کہاں تک ٹالتے رہو گے اخیر ایک دن اس نازیبا حرکت سے تمہیں پچھتانا پڑے گا. تمہارے ہی لئے تو یہ کتاب اتاری گئی اور تمہارے ہی لئے اسمیں ہدایت بھری ہوئی ہے جس کی شہادت خود یہ کتاب دے رہی ہے. لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ. (الانبیاء:۱۰) ہم نے تمہاری طرف کتاب نازل کی ہے اور اس میں تمہارا ذکر ہے کیا تمہیں اتنی بھی عقل نہیں ہے. کہ تم اس بات کو سوچو کہ تمہارے خالق کی طرف سے تم پر کتنا بڑا احسان کیا گیا ہے مگر تم ایسے نادان ہو کہ اسے نہیں سمجھتے. بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ. بلکہ غضب یہ کرتے ہو کہ ایسے رحیم کریم حقیقی محسن کے ذکر سے اعراض کر جاتے ہو وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ. (الانبیاء:۵۰) اور یہ ایک برکت کی نصیحت ہے جو ہم نے اتاری. اے بدنصیبو کیا تم اسکو نہیں مانتے وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يُّرِيْدُ یہ قرآن مجید کھلی کھلی اور صاف صاف نصیحتوں سے مملو ہم نے اتارا ہے اصل بات تو یہ ہے کہ اس کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی اللہ ہی جسکو چاہتا ہے توفیق دیتا ہے. اور عقل پیدا کر دیتا ہے. اپنی ڈھٹائی اور ہٹ سے تم نے یہ روز بد اپنے لئے خود خرید لیا ہے کہ اپنے شریر النفس اماموں کی کتابوں پر گرویدہ ہو کے تم نے کلامِ خدا چھوڑ دیا. اسی لئے گمراہی کی تیرہ و تار گھٹا نے تمہیں چاروں طرف سے گھیر لیا تمہیں پھر بھلا کیونکر اسکی توفیق ہو سکتی ہے کہ تم اُس ان دیکھے اکیلے رب کی کتاب پر ایمان لاؤ اس پر عمل کرو اور خالص اسی کو اپنا دستور العمل بناؤ. اس ہولناک دن سے

ڈرو جب فوج فوج اپنے خالق کے سامنے جمع کئے جاؤ گے اور اس وقت دریافت کیا جائے گا کیوں تم نے قرآن مجید پر عمل نہیں کیا. اور کیوں تم نے ہماری کتاب کی آیتوں کو جھٹلایا اُس وقت نہ میاں مجتہد کام دینگے اور نہ امام اور نہ کوئی قصہ نویس اور نہ خدا کے عاجز بندے علیؓ، حسنؓ، حسینؓ خالق ارض وسما فرماتا ہے. وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ. (النمل:۸۳) اور جس دن گھیر کے بلائینگے ہم ہر فرقہ میں سے ایک جماعت کو جو ہماری باتیں جھٹلاتی تھی.

حَتّٰى إِذَا جَآؤُ وَقَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ وَ وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَاظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ. (النمل:۸۴۔۸۵) جب یہ سب لوگ حاضر ہو جائینگے تو دریافت کیا جائے گا کہ تم نے میری باتوں کو کیوں جھٹلایا کیا قرآن مجید کی کھلی کھلی نصیحتیں تمہاری سمجھ میں نہ آئی تھیں۔ بولو تم نے اپنی جانوں پر کیسا غضب ڈھایا سوائے تمہاری شرارت کے اور کیا سمجھا جاسکتا ہے اُس وقت یہ لوگ سرنگوں ہونگے اور حرف زدن کا یارا اُن میں نہ ہوگا خجالت سے گردن نیچی کئے کھڑے رہیں گے. اور پھر دائمی محرومی کے گھر بھیج دئے جائیں گے.

ان انقطاعی فیصلوں اور وعیدوں کے بعد خداوند ارض وسما نے اپنے حبیب کی زبانی آخر یہ کہلوادیا. وَّ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ. وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ. (النمل:۹۱۔۹۲) مجھے تو یہی حکم ہے کہ میں حکم برادر بنا رہوں اور تمہیں قرآن سنادوں. قرآن سُن کے جس نے ہدایت پالی تو اپنا ہی کچھ بھلا کیا اور جو بیکار رہا تو خداوند تعالیٰ کی طرف سے ڈر سنانے والا ہوں. تم جانو تمہارا کام جو حکم مجھے ہوا تھا کہ خدا کا کلام تمہیں سنادوں میں نے پورا کر دیا اب ایمان لانا نہ لانا تمہارا فعل ہے"۔

خاتم النبیین حضور انور رسولِ خدا محمد مصطفیٰ ﷺ

آپ ہمارے سچے آقا اور عظیم محسن ہیں. حضور نے اس دنیا میں ظہور فرما کے ہم پر وہ وہ احسان کئے ہیں کہ ہم اُنہیں نہیں گنوا سکتے. نہ صرف ہمارے باپ دادا بلکہ ہماری صدہا پشتیں حضور کی غلامی کا فخر رکھتی ہیں. حضور نے تن تنہا تمام دنیا میں توحید کا ڈنکا بجا کے ہمارے لئے عالی ہمت بنے اور اپنے ارادہ میں مستقل رہنے کا ایک جیتا جاگتا نمونہ قائم کر دیا. حضور کے بازو میں لاریب زور قضا چھپا ہوا تھا. روحانی قوت سے حضور نے اس کرۂ ارض کو اپنے ہاتھ میں اُٹھالیا اور تمام دنیا کو دکھا دیا کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور اپنے ارادے کے پورے ایسے ہوا کرتے ہیں. حضور نے ایک ایسی ناہنجار قوم میں زندگی کی روح پھونکی جو ہمیشہ سے مردہ چلی آتی تھی. جس نے نہ کبھی زندگی پائی اور نہ کبھی بنی نوع انسان میں شمار ہونے کے قابل بنی. وحشی ناخداترس پانی کے ایک گھونٹ پر صدہا سال جنگ رکھنے والے جاہل، قمار باز، بت پرست، دختر کش، مردم خوار اور درندہ صفت انسانوں کو وہ فضیلت بخشی اور اُنکی مذموم عادات ایسی کھوئیں کہ وہ متمدن اقوام کے قدیم مہذب قوموں کے استاد ہو گئے. حضور نے آناً فاناً میں ان کی وحشت کو تہذیب سے بدل دیا. اور انکی جہالت کو علم سے اور بت پرستی کی جگہ خدا پرستی قائم کر دی. حضور انور کے صدقے سے صدیق جیسے رقیق القلب پاکباز، راست گو اور سچے ہمدردی بنی نوع کا ظہور ہوا جن کی اطاعت پر لاکھوں بندگان خدا نے سر جھکایا. اور فاروق اعظم جیسے شیر خدا جری اولوالعزم مدبر، سپہ سالار اور بارعب انسان بنا دیئے. جنہوں نے کسریٰ اور قیصر کی قدیم اور زبردست سلطنتوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور جنکے فوجی افسروں نے ایران اور روم کی ان شائستہ فوجوں کو فاش شکستیں دیں جنکا لوہا تمام دنیا ہزار رہا سال سے مانتی چلی آتی تھی. اور جنکی دہشت سے کسی کو دم زدن کا یارا نہ ہوتا تھا.

حضور کا ایک ایسے خاندان میں ظہور ہوا جو مثل اپنے ہم وطنوں کے کم تعلیم یافتہ، بت پرست اور بھوت پریت کی زبردست قوتوں کا قائل تھا. جو کعبہ کے بتوں پر قربانی کا جانور چڑھانا اور نیاز نذر ماننا اپنا خاص مذہب تصور کرتا تھا. یہ واقعی ایک حیرت انگیز بات تھی کہ حضور ایسے لوگوں میں

پرورش پائیں اُن ہی کی آوازیں حضور کے کانوں میں گونجتی رہیں اور اُن ہی میں ہوش سنبھالیں اور مثل اور عربی بچوں کے جانوروں کے گلہ کو چرائیں بکریوں کا دودھ دوہیں پہاڑوں پر سارا سارا دن گزار دیں.اور پھر جب حضور اپنی ناہنجار قوم سے خطاب کریں تو معلوم ہو کہ قدرت کی آغوش روحانی کا پرورش کیا ہوا.اور فطرت کا لاڈلا فرزند بول رہا ہے.ایسی قوم ناہنجار کو جو آج تک نہ کسی کی مغلوب ہوئی تھی نہ کسی پر غالب حضور نے جزیرہ نمائے عرب سے نکال کے دنیا کی شائستہ قوموں کے آگے پیش کیا. اور وہ ان عربوں کا تمدن ان کی تہذیب اُن کی آزادی خیال.ان کے مذاہب غیر کے ساتھ رواداری دیکھ کے سکتہ میں رہ گئیں.اور بخوشی اپنے ممالک کی کنجیاں انکے قدموں پر نثار کر دیں.

حضور کی مقدس پیدائش ایک ایسے پر آشوب زمانہ میں ہوئی تھی کہ دور دور شرک و بت پرستی کی تاریکی نے فطرت کے نورانی چہرہ کو چھپا رکھا تھا.عربوں کا سوائے مختلف باطل معبودوں کے کوئی سردہرا نہ رہا تھا.حضرت موسیٰ کی تعلیم گاؤ خور ہو چکی تھی.توریت کو دیمک لگ چکی تھی دوسری طرف نصرانیت دم توڑ رہی تھی اور خداوند مسیح کی بھیڑوں میں تن پرست بھیڑیئے پیدا ہو کے ان کا نوالہ خام کر رہے تھے.گرجے خانقاہیں اور کل معابد زناکاری کے گھر یا بازاری عورتوں کے اڈے بن رہے تھے.اور پیشوایان یہود و نصاریٰ کے دل ایسے سیاہ ہو گئے تھے کہ وہ جہالت کو نجات کی کنجی سمجھنے لگے تھے.اخلاق کی ایسی زبوں ترین حالت اور روحانیت کے اس انتہائی تنزل کے زمانہ میں اگر کیسے ہی زبردست دل و دماغ والے انسان سے کہا جاتا کہ تمہیں مصلح بنا کے بھیجا گیا ہے تو وہ کانپ جاتا اور اُسکا کلیجہ شق ہو جاتا.مگر حضور نے نہ صرف ان اردگرد کی قوموں کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا بلکہ یہ دعویٰ کیا کہ میں تو عالم کی رحمت بنا کے بھیجا گیا ہوں.حضور کی تنہائی بے بسی اور بے یار و مددگار ہونے نے دشمنوں کو آپ پر ہنسوایا جس طرح قدیم سے چلا آتا تھا کہ اللہ کے برگزیدوں پاکبازوں اور صادقوں پر جاہل قوم پھبتیاں کہتی اور ان کا مذاق اڑاتی ہے اس طرح حضور کا بھی ٹھٹھا اُڑایا گیا اور ہر طرح حضور کو چڑایا اور اذیت دی گئی مگر مرحبا ہے.اس غیر معمولی اور لاجواب استقلال کو کہ حضور کا قدم اپنی جگہ سے مطلق نہیں ڈگمگایا اور روز بروز حضور کے استقلال میں ایک زبردست تمکنت اور

جوش پیدا ہوتا گیا۔اور اخیر اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ کل ٹھٹے ہنسیاں پھبتیاں مغلوب ہو گئیں اور سب نے حضور کی اطاعت میں اپنی گردنیں خم کردیں۔حضور کو خاتم النبیین کا لقب اللہ کی طرف سے عطا کیا گیا۔ جسکے یہ معنی تھے کہ نبوت کا خاتمہ ہوگیا اور اب علوم معرفت کی ایسی تکمیل ہوگئی ہے کہ آئندہ کسی نبی کے بھیجنے کی ضرورت نہیں رہی۔لہٰذا یہ بات قدرتی طور پر لازم آئی کہ حضور میں وہ کل اوصاف ہوں جو انبیاء سابقین کی ذات میں ودیعت ہوئے تھے۔ اور اُسکے علاوہ معرفت کی بھی پوری تکمیل آپ کی ذات اقدس واطہر میں کر دیجائے اور وہ غیر معمولی کامیابی بھی آپ کو نصیب ہو جو کسی نبی کو اپنی زندگی میں نصیب نہ ہوئی تھی۔ عام فہم کے مطابق ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بتدریج اپنی معرفت اور رحمت کا دروازہ خلقت پر کھولا اور ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچی کہ دور آخر میں پورا دروازہ کھولدیا گیا اور صاف طور سے آسمانی آواز نے دین خدا کی تکمیل اور نعمت اللہ کے پورے ہونے کی بشارت دے دی۔جسکے ظاہری معنی یہ ہیں کہ جس طرح اس دنیا کے کُل کام بتدریج کمال اور عروج کو پہنچے ہیں۔اسی طرح روحانی سبق بھی اسکی الف۔ بے۔ تے سے شروع ہوا۔اور پھر حضور انور رسول خدا ﷺ کی ذات پر اسکی تکمیل ہوگئی اور وہ سبق پورا ہوگیا۔

انبیاء کے بعثت کی غایت اگرچہ ایک ہی بتائی گئی ہے لیکن تلقین میں فرق ہے اور وہ فرق ایسا باریک ہے کہ باطنی مبصر کی آنکھ اسے اچھی طرح دیکھ سکتی ہے۔جو کچھ سرکشی،تمرد، نافرمانی انبیاء کی کی گئی ہے اسکے پڑھنے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں ہیں۔مگر سب سے زیادہ وحشی پن ناانسانیت اور سنگ دلی جو حضور انور سے برتی گئی ہے۔اسکے پڑھنے سے تو دل دہل جاتا ہے کلیجہ ہلنے لگتا ہے تقاضائے قدرت یہی تھا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضور کو خاتم النبیین بنایا اور حضور کی اقدس واطہر و مبارک ذات پر اپنے دین نعمت اور معرفت کی تکمیل کر دی اس طرح تمام قسم کی مخالفتوں،سختیوں، جفاکاریوں،مظالم اور بے دردیوں کی بھی تکمیل ہوتی اور ایسی تکمیل کہ جور وظلم کی حد ختم ہو جاتی تا کہ کسی قسم کی چھوٹی بڑی مخالفت باقی نہ رہ جاتی کیونکہ دوسرے نبی کے آنے کی نہ ضرورت رکھی گئی اور نہ حکم دیا گیا۔ پھر مخالفت کا حصہ کس کی ذات کے لئے محفوظ کیا جاتا۔ساتھ ہی

اسکے کامیابی بھی پوری عطا کی گئی اور ایسی کامیابی جو کسی نبی کو اپنی زندگی میں میسر نہ ہوئی. ہم دل سے اے نبی معصوم اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ حضور بیشک کل انبیاء کے سرتاج ہیں اور سب سے زیادہ بارگاہِ خداوندی میں تقرب کے لحاظ سے حضور ممتاز کیے گئے ہیں. ہم پیغمبروں میں کسی قسم کی تفریق نہیں کرتے کیونکہ وہ ایک ہی مقصد اعظم کی تکمیل کے لئے دنیا میں مبعوث ہوئے مگر یہ ضرور کہتے ہیں کہ وہ مقصد اعظم اے فخر کائنات تیری پاک ذات سے حاصل ہوا.

حضرت نوح علیہ السلام پر خیال کیا جائے جنہوں نے ساڑھے نوسو برس اپنی قوم میں منادی کی لیکن ایک شخص نے بھی اُن کی آواز کو نہ سنا اور سب ہی انکی تکذیب کرتے رہے. اور سب کو یقین تھا کہ یہ شخص کسی دن قتل کر ڈالا جائے گا. مذاق، ہنسی، ٹھٹھہ اور مسخراپن سب ہی کچھ کیا گیا اگر یہ سب باتیں عالمگیر نہ تھیں تو بھی اتنی مقدار کی مخالفت حضرت نوح کو پریشان کرنے کے لئے بہت کافی تھی کہ باوجود اس جدوجہد کے آپ پر چند ہی آدمی ایمان لائے. کیا یہ نظارہ آپکی شکستہ دلی کے لئے کچھ کم اثر کرنے والا تھا. جس وقت نوح نے اپنی قوم کے لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ.

فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ. قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ٥ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ. ٥ (اعراف: ۵۹ تا ۶۲) یعنی اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اگر تم اسکے خلاف کرو گے تو مجھے خوف ہے تم پر کوئی بڑا عذاب نازل نہ ہو، اور اس عذاب کے دن سے مجھے ڈر لگتا ہے. یہ سُن کے قوم کے سرداروں نے کہا اے نوح تو ہمیں نصیحت کرتا ہے تو سخت گمراہی میں ہے. نوح نے جواب دیا اے میری امت کے لوگو! میں گمراہی میں کیوں ہونے لگا. میں تو تمہیں خالص ایک اللہ کی پرستش کے لئے بلاتا ہوں اور تعجب ہے تم مجھے ہی گمراہ کہتے ہو، میں تو تمام عالم کے پروردگار کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں تمہیں اُسی کا پیغام پہنچاتا ہوں. تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں. اور اللہ کی عنایت سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے.

غرض اس گفتگو کے بعد بھی ایک متنفس حضرت نوح پر ایمان نہ لایا. اور اُسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سب ڈبو دیئے گئے. اُن کا مقصد اعظم یعنی خدا پرستی آب بردہو گئی نور ظلمت میں سے حق باطل میں سے ہدایت ضلالت میں سے، سعادت شقاوت میں سے اور گل خار سے علیحدہ نہ ہوا.

حضرت نوح کے بعد حضرت ہود علیہ السلام کا ظہور ہوا. انہوں نے باختلاف روایات سات سو برس تک خدا پرستی کی دعوت کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی کثرت دعوت کثرت اعراض ہوگئی. جس کا ذکر فرقان حمید میں اس طرح آیا ہے. اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ o اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ o فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنَ o وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِیْعٍ اٰیَةً تَعْبَثُوْنَ o وَ تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ o وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ o فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنَ o وَاتَّقُوا الَّذِیْ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ o اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّ بَنِیْنَ o وَ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ o اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ o قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَیْنَا اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ o اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ o وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ o (الشعراء:۱۲۴تا۱۳۸)

یعنی جب قوم عاد سے اُن کے بھائی ھود نے کہا کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے یقیناً میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو. اس تبلیغ کی میں تم سے کچھ اُجرت نہیں چاہتا میرے اس نیک کام کی اُجرت کہ میں تمہیں خدا پرستی کی طرف بلاتا ہوں. صرف میرے رب پر ہے ٹیلوں پر ایک اپنی نشانی قائم کرنا. برورج مشیدہ اور مضبوط مضبوط محلات تعمیر کرنے، کیا تم نے اپنی زندگی کا اصل مدعا سمجھ لیا ہے اور ہے اور تم ان محلات کے بنانے سے اس غلطی میں پڑ گئے ہو کہ گویا تمہیں کبھی موت ہی نہیں آنے کی تمہاری سرکشی حد سے گزر گئی ہے. جب تم کسی کام پر ہاتھ ڈالتے ہو تو سخت سرکشی اور ہماہمی سے حالانکہ فروتنی انسانی جوہر اور نجات ابدی کی کنجی ہے. دیکھو خدا سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور خوف کرو اُس پاک ذات کا جو تمہارے ان کاموں میں سب سے بڑا ممدو معاون ہے. تمہاری آسائش کے کل سامان پیدا کر دیئے چوپائے تمہاری خدمت کے لئے

دیئے اولاد تمہاری جائز وارث بنانے کیلئے تمہیں عطا کی لہلہاتے ہوئے باغ اور بہتے ہوئے چشمے یہ سب اُسی کی قدرت کاملہ کا طفیل ہے جسے تم بھولے ہوئے ہو مجھے تمہارے اس تمرد اور سرکشی سے اسکا خوف ہے کہ کہیں تم پر عذاب الیم نہ نازل ہو، میرا دل تو اُس دن کا خوف کر کے کانپا جاتا ہے فقط اس نیک اور دلسوزی کی بات کا جواب انہوں نے یہ دیا۔ اے ہود تم چاہے نصیحت کرو یا نہ کرو تمہاری سنتا ہی کون ہے یہ تو اگلے لوگوں کی عادت ہے کہ اسی طرح دماغ خراشی کرتے اور فرضی عذابوں سے ڈراتے ہیں آپ خاطر جمع رکھے ہم پر عذاب کبھی نہیں نازل ہونے کا۔ اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ مثل نوح کے ہود بھی ناکام دینا سے بلالئے گئے۔ اور ان کی قوم بھی آسمانی عذاب سے غارت کردی گئی۔

ان کے بعد حضرت صالح علیہ السلام نے رضوان غیبی معنوی سے قدم باہر نکالا اور سو برس یا اس سے کچھ زیادہ اپنی قوم کو بڑی محنت اور جانفشانی سے خدا پرستی کی طرف بلاتے رہے مگر کچھ نتیجہ نہ ہوا قوم کی قوم نے آپ کی تکذیب کردی اور تن واحد پر بھی آپ کا وعظ و پند مطلق اثر نہ ڈال سکا۔ آپ کا ذکر قرآن مجید میں یوں آیا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَاهُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ o قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ o قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ o وَكَانَ فِی الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ o قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ o وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ o فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ o فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوْا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ o (النمل: ۴۵تا۵۲)

یعنی جب قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو پیغمبر بنا کے بھیجا اور ان سے یہ کہلوایا کہ تم اللہ کی پرستش کرو۔ یہ سننا تھا کہ وہ دو فریق ہو کے باہم جھگڑنے لگے۔ صالح نے کہا کہ اے

میری قوم کے لوگو بھلائی سے پہلے برائی کی کیوں جلدی خواہش کرتے ہو. کیوں نہیں اللہ سے مغفرت طلب کرتے تا کہ تم پر رحم کیا جائے. انہوں نے اسکا جواب یہ دیا کہ حضرت بس رہنے دیجئے ہم نے تو تم سے اوران لوگوں سے جو تمہارے ہمراہ ہیں بُرا شگون لیا ہے. صالح نے جواب دیا تمہارا بُرا شگون اللہ کے ہاں ہے بلکہ تم ایک قوم ہو کہ تمہاری آزمائش کی جاتی ہے. اور اس شہر میں نو آدمی تھے جو زمین میں فساد کرتے تھے. اور کسی نیک سے انہیں سروکار نہ رہا تھا انہوں نے ایک دن ملکے اللہ کی قسم کھائی کہ ضرور بالضرور ہم صالح اوران کے لوگوں پر شب خون کریں گے اور جب یہ راز کھل جائے گا. تو ان کے وارثوں سے کہہ دیں گے ہم صالح کے ہلاک ہونے کے وقت وہاں موجود نہ تھے اوراس میں ہم بال برابر بھی جھوٹ نہیں بولتے. غرض انہوں نے یہ منصوبہ گانٹھ کے اسکی ایک تدبیر کی اور ہم نے بھی ان کے مقابلہ میں ایک تدبیر کی اور وہ ہماری تدبیر سے واقف نہ تھے پس اے نبی دیکھو کہ انکی تدبیر کا انجام کیا ہوا بے شک ہم نے نہ صرف اُنہیں بلکہ اُن کی قوم کو بھی ہلاک کر دیا. پس یہ اُن کے گھر خالی پڑے ہوئے ہیں محض اسی سبب سے کہ اُنہوں نے ظلم کیا یقیناً ہماری اس طرز عمل میں اُن لوگوں کے لئے نشانی ہے جو ہماری قدرت کو جانتے ہیں.

حضرت صالح علیہ السلام کے ذکر میں اتنا پتہ ضرور لگتا ہے کہ گو قوم کی قوم آپ کی مخالف تھی مگر چند آدمی ضرور ایمان لائے تھے اور بس بہ نسبت گزشتہ انبیاء کے حضرت صالح کو یہ کامیابی ضرور ہوئی. کہ اُنہوں نے اپنی قوم میں سے چند آدمیوں کو اپنا ہم خیال بنا لیا مگر ان ایمان لانے والوں کی تعداد تین چار سے زیادہ نہیں معلوم ہوتی کیونکہ صرف نو آدمیوں نے ان کے ہلاک کرنے کی تدبیر کی تھی اگر حضرت صالح پر ایمان لانے والوں کی تعداد زیادہ ہوتی تو صرف نو آدمی کبھی قتل کرنے کی جرأت نہ کرتے. یہ کامیابی بھی دراصل ناکامی ہے اور اسکا ہونا نہ ہونا برابر سمجھنا چاہیے.

پھر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا ظہور ہوا، آپ نے بھی جہاں تک ہوسکا تبلیغ رسالت اور خدا پرستی کی اشاعت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا. مگر قوم کا حسد اور سرکشی برابر زور پکڑتی گئی اور آخر نتیجہ یہ ہوا کہ آپ زندہ آگ میں ڈال دیئے گئے. سوائے اسکے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص

رحمت سے آپ کو بچالیا اور کسی قسم کی کامیابی آپ کو نہ ہوئی۔آگ کے واقعہ کے بعد آپ کو آپ کی قوم نے شہر سے نکال دیا۔

قرآن مجید میں حضرت ابراہیم کا ذکر مختلف مقامات میں آیا ہے منجملہ ان کے ایک موقع پر آپ کی گفتگو جو قوم کے ساتھ ہوئی ہے لکھی گئی ہے۔ چنانچہ رب العزت اپنے قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ اِبْرَاهِيْمَo اِذْقَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ o قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِيْنَo قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ o اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَo قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَ نَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ o قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَo اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَo فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَo الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِo وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ o وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِo (الشعراء:۶۹ تا ۸۰)

یعنی اے محمد ﷺ تم انہیں ابراہیم کی خبر سنادو جب اُنہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو انہوں نے کہا کہ ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور سارے دن ان ہی کی مجاوری کرتے رہتے ہیں۔ابراہیم نے دریافت کیا کہ جب تم انہیں پکارتے ہو کیا وہ تمہاری باتوں کو سنتے ہیں یا وہ تمہیں فائدہ یا نقصان پہنچاتے ہیں؟ انہوں نے منفعل ہو کے جواب دیا کہ یہ تو کچھ نہیں ہوتا ہم نے تو اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ابراہیم نے کہا یہ تو مانا لیکن تم نے بھی ان کا کچھ دیکھ لیا ہے جو تم انکی پرستش کرتے ہو جنکی تمہارے باپ دادا کرتے تھے۔یہ بت تو خاک بھی نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے بے شک وہ میرے دشمن ہیں۔مگر رب العالمین جس نے مجھے پیدا کیا میرا دوست ہے۔ مجھے وہی ہدایت کرتا ہے اور وہی کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہوتا ہوں۔تو مجھے شفا دیتا ہے۔ اِن موٹی موٹی باتوں سے جو حضرت ابراہیم نے اپنے باپ اور قوم سے کہیں یہ آسانی سے سمجھ میں آتا ہے کہ ابھی معرفت کی ابتدا ہوئی تھی اور یہ بھی صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم پر ایک بھی ایمان نہ لایا تھا۔

لہٰذا آپ کی مشن یوں ہی ناکام دنیا سے رخصت ہوئی۔توریت میں آپ کے حالات

نہایت معمولی پیرائے میں بیان ہوئے ہیں۔اور آپ کے ایک حملے اور پھر کامیابی کا بھی تذکرہ ہے۔ مگر ان سب قصوں سے یہ بات مطلق نہیں معلوم ہوتی کہ خفیف سی بھی کامیابی آپ کو کبھی ہوئی ہو۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت اور کامیابی کو خیال کرنا چاہیے کہ سوائے صفر کے اور کچھ بھی نظر نہیں آتا۔عصاء موسیٰ ید بیضا یہ دونوں معجزے آپ کو دیئے گئے تھے۔مگر فرعون (یعنی والی مصر) کے دربار میں ان دونوں معجزوں کا قہقہہ اڑایا گیا۔اور شاہ مصر نے مذاق کرنے کے لئے شہر کے بھان متیوں کو بلا کے حضرت موسیٰ کے سامنے کھڑا کر دیا۔

فرعون یا بادشاہ مصر تو آپ پر ایمان نہ لایا تھا مگر جو لوگ ایمان لے آئے تھے وہ ہر وقت آپ کو ستایا کرتے اور نافرمانی پر تلے ہوئے تھے۔آپ نے اپنے مریدوں یا متبعین سے ذرا پیٹھ پھیری اور وہ بچھڑے کو پوجنے لگے۔اللہ کریم کی طرف سے بھی حد ہوگئی کہ بنی اسرائیل کے سروں پر پہاڑ کھڑے کر کے اس طرح زبردستی ان سے حضرت موسیٰ کی اطاعت کا عہد لیا جاتا تھا۔مگر پھر کیا وہی ڈھاک کے تین پات کچھ بھی نہ تھا۔ان کی قوم یا برائے نام ان کے متبعین اِن سے وہ وہ سوال کرتے تھے کہ حضرت موسیٰ کو سخت پریشان کر دیا تھا مگر کوئی چارہ نہ تھا جس سے بنی اسرائیل کا یہ تذبذب اور یہ وحشت دور ہوتی۔ ان لغو سوالات کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ٥ (بقرہ:۱۰۸) یعنی آیا تم اے مسلمانو! یہ چاہتے ہو کہ اس سے پہلے جس طرح موسیٰ سے اناپ شناپ سوالات کئے گئے تھے تم بھی اپنے نبی سے ویسے ہی لغو سوال کرنے شروع کرو اور جس نے ایمان کی عوض کفر بدل لیا تو خوب سمجھ لو کہ وہ سیدھے رستہ سے بھٹک گیا۔یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ حضرت موسیٰ سے خود وہی لوگ جو ان پر ایمان لائے لغو لغو سوالات کرتے رہتے تھے۔اور اس سے حضرت موسیٰ کا دم ناک میں آ گیا تھا۔مثلاً اُن کی قوم کا قول اس طرح فرقان حمید میں نقل ہوا۔ فَقَالُوْا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا

مُّبِيْنًا ۝ (النساء:۱۵۳) یعنی لوگوں نے موسیٰ سے کہا کہ اگر تم سچے نبی ہو اور خدا ہی کے بھیجے ہوئے ہو تو ہمیں اللہ کو آشکارا دکھا دو کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ اُن کی یہ بات اللہ تعالیٰ کو ناگوار گزری فوراً بجلی کو حکم ہوا چنانچہ بجلی نے گر کے ان کا ستیاناس کر دیا۔ پھر جو لوگ باقی رہے تھے انہوں نے موسیٰ کے معجزوں کو دیکھ کے بھی گوسالہ بنایا پھر ہم نے اس سے درگزر کی اور موسیٰ کو صریح غلبہ عنایت کیا۔

صریح غلبہ سے یہ مراد نہیں ہے کہ موسیٰ پر وہ دل سے ایمان لے آئے بلکہ صریح غلبہ یہ ہے کہ جس بچھڑے کو وہ پوجتے تھے موسیٰ ہی کے ہاتھ سے اسے برباد کر دیا۔ قرآن مجید سورہ، انفال پارہ، قال الملاء، رکوع ۲۰ میں صاف طور پر موجود ہے کہ حضرت موسیٰ پر کچھ لوگ ایمان لائے تھے مگر انصاف کی بات تو یہ ہے کہ ان کی زندگی میں جوان پر خالص دل سے ایمان لے آئے تھے ان کی تعداد انگلیوں پر ہے اسکے علاوہ یہ بات دیکھنے کی ہے کہ نہ صرف انہوں نے موسیٰ ہی کو تنگ کیا اور سوالات کے مارے چھان دیا بلکہ توریت میں بھی موسیٰ کے بعد اختلاف کیا چنانچہ اسکا ذکر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ (پارہ:۱۲، رکوع:۱۰) یعنی اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب توریت عنایت کی پس اس میں اختلاف کیا گیا۔ حالانکہ حضرت موسیٰ نے اپنی جان پر مصیبت جھیل کے اور سخت پریشانی اٹھا کے بنی اسرائیل کو فرعون شاہ مصر کے پنجہ سے نجات دی مگر تو بھی کم تھے جو حضرت موسیٰ پر ایمان لائے تھے اور بہت کم تھے وہ بنی اسرائیل جو سچے خدا پرست بنے ہوئے تھے۔ بنی اسرائیل پر تو حضرت موسیٰ کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ احسان کئے گئے ہیں کہ ان کی گنتی سے ان کی کیفیت معلوم ہوتی ہے پتھر سے بارہ چشموں کا بہنا یا اِن کی نسبتِ جو محی الدین ابن عربی نے اپنی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ بارہ ہنر یا فن حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو تعلیم کئے تھے وہی ہنر اور فن بارہ چشموں سے تعبیر کئے گئے ہیں۔ بہر حال کچھ ہو، ہے تو بہت بڑا احسان اور باتوں کو جانے دو بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کے معمولی حکم کی تعمیل نہ کرتے جب آپ نے اپنی قوم کو ارض مقدس میں داخل ہونے کے لئے کہا تو سب نے انکار کر دیا کہ ہم نہیں جاتے۔ ان سب باتوں سے تنگ آ کے حضرت موسیٰ چالیس روز تک طور پر چلے گئے اور اپنی قوم کو اُسکے حال پر چھوڑ دیا آ کے

دیکھا تو خدا پرستی کرنے والا ایک بھی نہ رہا اور سب گوسالہ پرستی میں غرق ہیں قصہ مختصر یہ کہ مثل اور پیغمبروں کے حضرت موسیٰ کی مشن دنیا سے ناکام گئی.

کچھ اوپر چھ سوسال کے بعد حضرت مسیح کا ظہور ہوا اور وہ بھی ایک غیر معمولی طریقہ یعنی بلا باپ کے اور اُن کی نسبت کئی جگہ یہ فرمایا گیا. وَاٰتَیۡنَا عِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ الۡبَیِّنٰتِ وَاَیَّدۡنٰہُ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ . ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو اپنی قدرت کی نشانیاں عطا فرمائیں اور روح القدس سے اسکی مدد کی نتیجہ یہ ہوا کہ مسیح کے پیدا ہوتے ہی ان پر لعن طعن پڑنے لگی. وَبِکُفۡرِہِمۡ وَ قَوۡلِہِمۡ عَلٰی مَرۡیَمَ بُہۡتَانًا عَظِیۡمًا اور بسبب ان کے کفر کے اور مریم پر عظیم بہتان باندھنے کے حضرت مسیح کی زندگی بہت ہی مصیبت میں گزری. پندرہ برس تک تو یوسف بڑھئی کی دوکان پر جسکو حضرت مسیح اپنا باپ کہتے تھے. بسولا مارتے رہے اور پھر حضرت یحیٰ کے وعظوں میں جانے لگے. اور اخیر ان کی باتوں کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ حضرت مسیح نے ان سے بیعت کی۔ جوانی کے جوش میں ذرا احتیاط کم ہوتی ہے. حضرت مسیح پر وعظوں کا اثر اس قدر رہا کہ وہ یہودیوں کے خلاف غصہ میں بھر آئے. انہیں بُرا بھلا کہنا شروع کیا. یعنی سانپوں اور سانپوں کے بچوں، شیطانوں، بدکاروں یہ آپ کا روز مرہ تھا. کہیں جوش میں آ کے کبوتروں کی کابکوں کو الٹ دیا اور کہیں سوروں کے غول کو مار ڈالا اور اسی اثناء میں آسمان کی بادشاہت کی منادی کرتے رہے. نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ صرف چند مچھلی پکڑنے والے آپ کے ساتھ ہو گئے. ایمان تو ایک شخص بھی نہ لایا تھا. آسمانی بادشاہت کے شوق میں آ گئے کہ شاید یہودیوں کی سلطنت کا کوئی حصہ مل جائے گا مگر جب انہیں یقین ہو گیا کہ خالی باتیں ہی باتیں ہیں. تو ان میں سے ایک شخص نے چند روپے یہودیوں سے لیکے حضرت مسیح کو پکڑوا دیا اور یہودیوں نے آپ کو صلیب دے دی. مگر سولی پر ان کی جان نہیں نکلی. جیسا کہ قرآن مجید میں موجود ہے. مَا قَتَلُوۡہُ وَمَا صَلَبُوۡہُ وَلٰکِنۡ شُبِّہَ لَہُمۡ مسیح نہ قتل کیے گئے اور نہ سولی دی گئی. بعض نے صلیب کے معنی ہڈی توڑنے کے لئے ہیں اور اُنکا یہ بیان ہے کہ سولی پر تو چڑھا دیئے گئے مگر چونکہ سبت کا دن شروع ہونے کو تھا. لہٰذا حسب دستور مسیح کی پنڈلیوں کی ہڈیاں نہیں توڑی گئیں. بہر حال کچھ ہو

مطلب فقط یہ ہے کہ حضرت مسیح کی مشن تو حضرت موسیٰ سے زیادہ ناکام رہی۔

ان صریح ناکامیوں اور مخلوق کی بدترین اور ناگفتہ بہ حالت پر رحم فرما کر اللہ تعالیٰ نے حضور انور رسول اللہ ﷺ کو دنیا میں مبعوث فرمایا اور آپ ہی کے ساتھ یہ بشارت بھی دیدی کہ ہم اپنا دین پورا کر چکے۔ جل جلالہ وعم نوالہ بڑی ہے شان تیری اور عظیم ہے جلال تیرا اور پرُ شان ہے احسان تیرا کہ تو نے محمد مصطفےٰ جیسے رسول کو ہماری ہدایت کے لئے بھیجا جسکی بعثت کی بشارت اے اللہ کریم تو ان الفاظ میں دیتا ہے۔ اِنَّـا اَرْسَـلْـنٰـکَ بِـالْـحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْـجَـحِیْمِ ○ (بقرہ:۱۱۹) یقیناً ہم نے اے محمد ﷺ تجھے حق کے ساتھ خوشخبری دینے اور ڈرانے کیلئے اپنی مخلوق کی طرف بھیجا ہے مگر تجھ سے ان اصحاب جحیم کی نسبت سوال نہیں کیا جائے گا جنہوں نے محض اپنی بداعمالی کی وجہ سے دوزخ مول لی۔ آپ کی مہربانی اور خوش خلقی کی سند آسمان سے آ چکی ہے۔ پھر دوسری گواہی کی کیا ضرورت ہے جہاں خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَـقَـدْ مَـنَّ الـلّٰـهُ عَلَـى الْـمُـؤْمِـنِـیْـنَ اِذْ بَـعَـثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ (آل عمران:۱۶۴) یعنی بیشک اور یقیناً مسلمانوں پر اللہ نے بڑا ہی احسان کیا جو ان میں ان ہی کی قوم میں کا ایک رسول بھیجا۔ اُن کو خدائی آیتیں پڑھ پڑھ کے سناتا ہے۔ اور کفر کی نجاست سے انکو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب یعنی فرقان حمید اور علم سکھاتا ہے۔ اور بے شک اس رسول کی بعثت سے پہلے یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

اس سے زیادہ مہربانی اس سے زیادہ بزرگی اور نعمت کیا ہوگی یہ عالی شان اے میرے آقائے نامدار تیرے ہی ساتھ خصوصیت رکھتی ہے۔ ان مہربانیوں اور اخلاق کے ساتھ تیری بخشش اور درگزر بھی تمام انبیاء سے زیادہ ہے۔ اسکی سند بھی اللہ کے کلام میں موجود ہے۔ یٰـاَهْـلَ الْکِتٰبِ قَـدْ جَـآءَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ کَثِیْرًا مِّمَّا کُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْکِتٰبِ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ قَـدْ جَـآءَکُـمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ (المائدہ:۱۵) یعنی اے اہل کتاب بیشک تمہارے پاس ہمارا پیغمبر آ گیا جو تمہارے لئے کتاب اللہ یعنی توریت وانجیل کی وہ بہت سی باتیں ظاہر کرتا ہے

جنہیں تم چھپاتے تھے اور تمہاری بہت سی خطاؤں سے درگزر کرتا ہے بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی حق ظاہر کرنے والی کتاب آ چکی (یعنی قرآن مجید)

اس سے زیادہ اور کیا بخشش ہو سکتی ہے کہ کیسے نرم الفاظ کے ساتھ خطاب کیا جاتا ہے اور حضور انور کا احسان اہل کتاب پر بیان کیا جاتا ہے محض اس لیے کہ وہ ہدایت حاصل کریں. پھر آپ کی نفع رسانی کے متعلق ارشادِ الٰہی ہوتا ہے. وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ. قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ۝ (التوبہ: ۶۱ تا ۶۳) یعنی اور ان منافقوں میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو ہمارے نبی کو تکلیف دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ کان کے بڑے کچے ہیں اے نبی ان سے کہہ دو وہ تمہارے فائدہ کے کان ہیں اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کی بات کا یقین رکھتے ہیں اور جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں ان کے لئے رحمت مجسم ہیں اور یاد رکھو کہ جو لوگ اللہ کے رسول کو تکلیف دیتے ہیں ان کے لیے درد دینے والا عذاب تیار ہے. تمہارے آگے اے مسلمانو! یہ لوگ اللہ کی قسم کھاتے ہیں تا کہ تمہیں راضی کر لیں حالانکہ اللہ اور اس کا برگزیدہ رسول اسکا زیادہ حقدار ہے کہ اسے راضی کریں. اگر وہ ایماندار ہیں کیا انہیں معلوم نہیں کہ جو کوئی اللہ اور اسکے رسول کے خلاف کرتا ہے بیشک اسکے لئے دوزخ کی آگ تیار ہے. وہ اس میں ہمیشہ رہے گا. حقیقت میں بہت بڑی رسوائی ہے.

آپ کی رافت و رحمت: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۝ (التوبہ: ۱۲۹) یعنی اے لوگو یقیناً تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر ہمارا آیا. اس پر شاق ہے کہ تم اُخروی تکلیف اُٹھاؤ وہ تمہارے ایمان لانے کے اوپر حریص ہے مسلمانوں پر شفقت کرنے والا مہربان ہے بس اے نبی اگر یہ لوگ تمہاری

پیروی سے اعراض کریں تو کہہ دو مجھے اللہ کی مدد بس ہے کوئی معبود سوا اُس کے نہیں میں نے اُسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرش بزرگ کا مالک ہے. تیری شان اے نبی کریم اتنی بڑی ہے کہ ہم اسکا احاطہ نہیں کرسکتے .اس میں شبہ نہیں کہ آپ مخلوق میں سب سے زیادہ راستباز تھے .اور رسالت سے پہلے بھی لوگ آپ کی صداقت قولی کے قائل تھے .آپ نے اپنے دشمنوں کے لئے بھی دعا خیر مانگی ہے. حقیقت میں آپ وہ پہلے نبی ہوئے ہیں جنکی ان کے صحابہ نے پوری عزت اور عظمت کی۔ کسی کی مجال نہ تھی جو تیرے حضور ہوں بھی کرسکتا ہے .جبکہ اور انبیاء کے حواریوں اور متبعین نے نئے نئے سوالات کر کے انہیں پریشان کر دیا تھا تیرے حضور ۲۳ برس کی مدت میں صرف تیرہ ہی سوال پیش کئے گئے جنکا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے.

اے آخر الزماں نبی، اے رسول کریم آج وہ قوم اسلام میں پیدا ہوگئی ہے کہ نہ صرف تیرے جلیل القدر صحابہ کو بُرا جانتی ہے .بلکہ ان کو گالیاں دینا اپنی نجات کی کنجی سمجھتی ہے .اور پھر تیری امت میں ہونے کا دعویٰ کرتی ہے جو پاک نفس زندگی بھر تیرے دمساز رہے اور محض تیری محبت میں انہوں نے نہ صرف اپنے آبائی عقائد اور خیالات سے ہاتھ دھوئے بلکہ اپنا وطن اپنا گھر بار اپنے رشتہ دار اور اپنے بیوی بچے تک چھوڑ دیئے اور وفات کے بعد بھی تیری حضوری کا شرف نہ چھوڑا حیف ہے کہ ان پاک نفوس کو بعض شریر اور دنی الطبع شب و روز لعن طعن کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے اسلام کا بہت بڑا فرض ادا کیا تیرے یارِ غار کی ہم جتنی تعریف کریں کم ہے اور تیرے سچے فدائی کی جتنی تعظیم کریں وہ کچھ حقیقت نہیں رکھتی کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں صاف طور پر اس یار صادق اور صدیق اکبر کی نسبت یہ لکھتا ہے. اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِي الْغَارِ اِذْيَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا. (التوبہ:۴۱) یعنی اگر تم نبی کی مدد نہ کرو گے تو نہ کرو بیشک اللہ نے خود انکی مدد کی جب انہیں کافروں نے مکہ سے نکالا ان کے ہمراہ صرف ابوبکر صدیق تھے اور وہ دو میں کے دوسرے تھے جب وہ دونوں غار میں تھے اور جب وہ اپنے ساتھی سے کہتے کہ رنج نہ کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ

ہے. پس اللہ نے اپنی طرف سے ان پر تسکین فرمائی اور ایسے لشکروں سے ان کی مدد کی جنکو تم نے نہیں دیکھا. اور کافروں کی بات نیچی کردی اور اللہ ہی کی بات بلند ہے.

اے فخر انبیاء اے سرتاج اصفیا جس تیرے صحابی کی نسبت اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اس حزن وملال میں ہم نے اسکو تسکین دی اور اسکی ایسے لشکروں سے مدد کی جسکو کسی نے نہیں دیکھا آج چند بدنصیب افراد اسے علانیہ گالیاں دینی ایک اعلیٰ درجہ کی عبادت خیال کرتے ہیں اور اس طرح تیری مقدس روح کو صدمہ پہنچا کے جہنم کے سچے وارث بنتے ہیں. تیرے عزیز صحابہ کو گالیاں دینی حد سے زیادہ تیری بغاوت کرنی اور نمک حرامی ہے مگر یہ سرکش گروہ نہیں مانتا اور اس نے ہزار ہا کہانیاں ایسی تراش لی ہیں جو شیطان بھی نہیں بنا سکتا۔ اور انہی کہانیوں کی بنا پر تیرے پاک صحابہ پر ان کے سب وشتم کی بھرمار رہتی ہے. تو اس ظالم گروہ کے حق میں دعا کر شاید وہ راہ راست پر آ جائے.

تو یقیناً تمام انبیاء ہی کا نہیں کل کائنات کا خلاصہ ہے. تیری ذات اس کی شایاں تھی کہ تجھ پر وحی اور نبوت کا خاتمہ ہوتا. دنیا میں جبکہ کل انبیاء کی مشن ناکام رہی ☆

☆ بعض انبیاء کی نسبت جو لکھا گیا ہے ان پر ایک متنفس بھی ایمان نہ لایا تھا. اس کا مطلب یہ ہے کہ بہت ہی کم نفوس جنکا عدم وجود برابر ہے ایمان لائے تھے. اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ ایک آدمی بھی ایمان نہیں لایا. قرآن مجید اور صحف انبیاء سے اسکا ثبوت ملتا ہے ان کے مقابلہ میں حضور انور رسول اللہ کی کامیابی اور آپ کی زندگی ہی میں ایک ایسا حیرت انگیز امر ہے کہ عقلائے کی عقلیں چکر میں آجاتی ہیں۔

تیری مشن نے وہ کامیابی تیری ہی مبارک زندگی میں حاصل کی جسکی نظیر نہیں ملتی اور جسکی پوری کامیابی کی آوازیں آسمانوں سے اٹھیں اور کل ستاروں اور سیاروں میں ہوتی ہوئیں روح القدس کی زبانی اس سیارے یعنی زمین پر پہنچیں. اور وہ دل بڑھانے والی کامیابی کی آواز یہ ہے. اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا. (سورت النصر: پ ۳۰) یعنی جب اللہ کی مدد آ گئی اور لوگوں کو تم نے دیکھ لیا کہ وہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہو رہے ہیں تو تم اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ پاکی بیان کرو. اور اس سے مغفرت طلب کرو بیشک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

دیباچہ

مسلمانوں کے تنزل اور بربادی کی تصویریں ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں آنکھوں سے دکھائی دے رہی ہیں. دینی اور دنیاوی لحاظ سے انکی حالت روز بروز متزلزل ہوتی چلی جاتی ہے. علم عمل، زہدوتقوئی، دیانت داری، راستبازی، خداپرستی اور حضورانور رسول اللہ ﷺ کی محبت بہت کم دلوں میں رہ گئی ہے. اور جو کچھ باقی ہے وہ مٹتی جاتی ہے. اور ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچ جائے گی کہ وہ مسلمانوں کے دلوں سے بالکل نسیا منسیا ہو جائیگی. مسلمانوں کی ابتر حالت اور ان کے نمایاں تنزل پر سب کا اتفاق ہے مگر صرف اسباب تنزل میں اختلاف ہے. مگر وہ قابل بحث اس قدر نہیں ہے. اس سے کوئی بھی انکار نہیں کرنے کا کہ دنیاوی تنزل سے زیادہ مسلمان مذہبی تنزل کر رہے ہیں. مسجدیں بیشک آباد ہیں. وعظوں میں ضرور کثیر مجمع دکھائی دیتا ہے. مگر کم ہیں جو محض خلوص سے عبادت کرتے ہیں اور وعظ سنتے ہیں. اور بہت کم ہیں جنکا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا محض رضائے الٰہی کے لئے ہے مسجدوں میں نمازی بہت جمع ہیں. مگر کون جانتا ہے کہ فیصدی ایک شخص نے بھی پوری توجہ اور خضوع وخشوع کے ساتھ نماز پڑھی لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمان ایسے ہیں. جو نماز روزہ جانتے بھی نہیں انکی عبادتیں اور ہی قسم کی ہیں اور وہ یہ جانتے ہیں کہ ان عبادتوں کے بعد پھر نہ نماز کی ضرورت رہتی ہے. نہ روزہ کی نہ حج کی نہ زکوٰۃ کی. ہندوستان کے کل مسلمانوں کی عبادتیں اگر شمار کی جائیں اور ان کے باطل معبودوں کو گنا جائے تو انکی تعداد ہندوؤں کے دیوتاؤں سے شاید کم نہ نکلے. نام کے تو بیشک مسلمان ہیں اور سرکار کی دس سالہ مردم شماری کی رپورٹ میں مسلمانوں کے خانہ میں انہیں جگہ دیجاتی ہے. مگر انہوں نے تمام عمر نہ قرآن مجید کبھی کھول کے پڑھا اور نہ اس کے مطلب سمجھنے کی کوشش کی. نہ انہوں نے مذہب کے فرائض سنے نہ ان کے بجالانے کا خیال پیدا ہوا کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کبھی بھولے چوکے سے ان کی زبان سے نکل جاتا ہے.

باقی وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ کیا چیز ہے اور اسکے کیا معنے ہیں. ہزاروں قبریں، ہزاروں تھان، ہزاروں پتھر اور چونے کے ڈھیر، اشجار، چوپائے اور فرضی پیر شہید معبود بنے ہوئے ہیں. اور ان باطل معبودوں کی جس خلوص اور جوش کے ساتھ پرستش کی جاتی ہو حقیقی خالق کا ان کے مقابلہ میں ذرا بھی مرتبہ نہیں سمجھا جاتا. غور سے دیکھنے اور تحقیق کرنے کے بعد ایسے لاکھوں مسلمانوں کا پتہ ہر شہر میں بکثرت لگجائے گا زیادہ جستجو کرنے کی ضرورت نہیں ہے. قرآن مجید یقیناً پس پشت ڈال دیا گیا ہے. اور اس سے حجت لانی گناہ کبیرہ خیال کیا جاتا ہے. ان باطل معبودوں کی پرستش کرنے والی علیحدہ علیحدہ جماعتیں ہیں اور ایک جماعت دوسری جماعت کے معبودوں کی پرواہ نہیں کرتی.

مسلمان جب ہندوستان میں بغداد اور غزنی کی راہ سے پہلے پہل آئے تھے تو اپنے ساتھ ایک سیدھا سادھا مذہب اسلام لائے تھے. اور اس مذہب میں کچھ بھی تراش خراش نہ ہوئی تھی. صرف ایک اکیلے ان دیکھے خدا پر ایمان لانا اسکا بہت بڑا جز و اعظم تھا اسکے بعد اور چند باتیں تھیں مثلاً محمد ﷺ کو برحق نبی مانو کل انبیاء پر ایمان رکھو آخرت کو سچا جانو، نماز پڑھو، روزہ رکھو اور اگر استطاعت ہو عمر بھر میں ایک دفعہ حج کرلو اور بس یہ باتیں معاشرت اور تمدن کے لحاظ سے ضروری تھیں کہ جھوٹی قسم نہ کھاؤ کسی کی حق تلفی نہ کرو یتیم کا مال نہ مارو، والدین عزیز و اقارب مساکین اور یتیموں کے ساتھ احسان کرو وغیرہ وغیرہ۔ جب مسلمان اپنے ساتھ ایسا سیدھا سادھا مذہب لیکے بتیس کروڑ دیوتاؤں کی سرزمین میں آئے تو یکا یک ان بے تعداد معبودوں کی بندھنوں سے فطری طور پر لوگوں نے خلاصی چاہی اور جوق در جوق مسلمان ہونے لگے. مگر سخت افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ ان بیچاروں کو انکی حالت پر چھوڑ دیا گیا. اور کسی نے بھی ان کی خبر نہ لی. سلاطین کشور کشائی میں صدہا سال پڑے رہے سوائے تلوار کے زیادہ تر اور کسی چیز کی پوچھ گچھ نہ تھی. علماء کے گروہ کی سرپرستی جیسی بغداد اور قرطبہ میں سلاطین کی طرف سے کی گئی تھی ہندوستان میں اسکے مقابلہ میں بہت کم تھی. نہ بغداد و قرطبہ کی طرح کوئی دارالعلوم بنا اور نہ کوئی مذہبی یا دنیاوی علوم کا کالج کھولا گیا. ہندوستان فتح کرنے کے بعد مسلمانوں کے خاندان آپس میں جنگ کرتے رہے اور صدیوں تک خدا کی مخلوق

خون میں نہاتی رہی اور جب اُنہیں جنگ وجدل سے فرصت ملی تو ملکی انتظام میں اپنا وقت صرف کیا.

اسلام کا یہ بہت بڑا معجزہ تھا کہ اس رُبع خیز میں بھی وہ اس مرز و بوم میں برابر پھیلتا رہا مگر اس کی اصلی شان کو بہت کم عروج ہوا. اور نومسلم اپنے صدہا سال کے محسوسات، خیالات، اور عقائد کو یک لخت فراموش نہ کر سکے بتیس کروڑ دیوتاؤں کی سخت بندشوں سے آزاد ہونا تو ہندوستانی بہت جلد چاہتے تھے. مگر فاتحوں کی طرف سے انہیں کچھ بھی مدد نہ دی گئی اور جو مسلمان ہو گئے تھے ان کے لئے علما کا ایک چھوٹا سا گروہ بھی مقرر نہیں گیا گیا جو انہیں خدا پرستی پر قائم رکھتا. یہ سر بفلک عمارتیں اور یہ بروج مشیدہ یہ زرنگار محلات. یہ قیمتی قصر صاف صاف اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ محض اپنے فانی عیش و آرام. ذاتی ناموری اور نمائش کے لئے غریب مخلوق کی لاکھوں بلکہ کروڑوں روپیہ کی کمائی برباد کی گئی. مگر اعلائے کلمتہ الحق کے لئے بہت کم خرچ کیا. یا بالکل نہیں کیا گیا.

جب یہ کیفیت یہودیوں کے اُس گروہ کو معلوم ہوئی جو حضور انور کے وقت سے درپے تھا.☆

☆ قرآن مجید میں اس گروہ کا ذکر آیا ہے اور یہ گروہ منافقوں کا تھا. تمام تفسیروں میں متفق الالفاظ اسکی شہادت موجود ہیں کہ یہ منافق یہودی تھے جنھوں نے حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت میں اعراب مدینہ سے بغاوت کرادی. پھر حضرت فاروق اعظمؓ کو شہید کرادیا. اسکے بعد حضرت عثمان غنیؓ کو بھی نہ چھوڑا. اور پھر حضرت علیؓ کو کوفہ میں شہید کر دیا. اور مسلمانوں میں اسقدر خونریزی کرائی کہ بنو امیہ کے خاندان کے کل زن ومرد کو قتل کروا ڈالا. یہ لوگ اگرچہ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں مگر اِن کی نسبت اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے. وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ. یعنی جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد مت ڈالو تو یہ کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرتے ہیں خبردار رہو کہ بے شک وہی ہیں جو فساد ڈالتے ہیں. لیکن سمجھتے نہیں. اور یہ لوگ جب ایمان داروں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے سرداروں کے ساتھ اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں. ہم تو صرف مسلمانوں سے مسخرہ پن کرتے ہیں.

اور اسوقت حجاز، عراق عرب، عراق عجم پھیلا ہوا تھا اور اپنے مذہبی اصول کے مطابق اپنے کو چھپاتا

بہت تھا مگر اس تاک میں رہتا تھا کہ جہاں کمزور پہلو دیکھے جادوڑے اس نے موقع غنیمت جان کے ادہر کا رُخ کیا یہاں آ کے حسب عادت ایک قیامت برپا کردی اور بھولے بھالے نومسلمانوں کو ہتھے چڑھا کے ان کے ایمان کی رہی سہی پونجی بالکل برباد کردی.

سب سے پہلے ایک یہودن نے اپنی اور اپنے رشتہ داروں کی چالاکی سے جہانگیر کے دربار میں رسوخ حاصل کرلیا. اور آخیر میں ملکہ بن گئی. اور اپنے بھائیوں وغیرہ کے مشورہ سے اور خود اپنی تیز ذہنی اور ذکاوت سے جہانگیر کو اسطرح مٹھی میں کرلیا. کہ وہ اسی کا کلمہ پڑھنے لگا اور اخیر اس یہودن کا فسوں یہاں تک کارگر ہوا کہ جہانگیر نے یہودیوں کو اپنی سلطنت کے بڑے بڑے عہدے تفویض کردیئے. اور وہ لوگ مسلمانوں کو برباد کرنے کی تجویزیں بڑی سرگرمی سے کرنے لگے. یہ بات تو سردست مشکل تھی کہ صحابہ وراشدین کو گالیاں دی جاتیں. حضرت علی، حسین رضی اللہ عنہما کی ہجو ملیح کی جاتی. معاذ اللہ حضرت خاتون محشر کا حمل ساقط کرایا جاتا. اور حضرت علیؓ کی گردن میں رسی ڈلوا کے کھچوائی جاتی کیونکہ یکا یک ایسی ناگوار باتیں برداشت کرنی اور انہیں جزو ایمان سمجھنا محال تھا مگر تو بھی نہایت ہوشیاری چالاکی سے حسینؓ پرستی اور علیؓ پرستی کی بنیاد ڈالی گئی اور ترکیب سے ایک ڈھانچہ کھپ چیوں کا بنایا گیا اور اسکا نام تعزیہ رکھا گیا اور عوام کو بہکانے کے لئے یہ بیان کیا گیا کہ تیمور بادشاہ اس قسم کی کوئی چیز اپنے ساتھ لایا تھا. تا کہ لوگ آسانی سے اُسے قبول کرلیں. حضرت علیؓ اور حضرت امام حسینؓ کے فرضی فضائل تصنیف کر کے عام لوگوں میں اشاعت دیئے گئے اور ہزارہا فرضی اور جعلی حدیثوں سے لوگوں کو سمجھایا گیا کہ جو کچھ ہیں علیؓ ہیں حسین ہیں. اور بی بی فاطمہ ہیں. غرض پنج تن پاک کا ایک نیا ڈھکوسلا بنایا گیا اور ان لوگوں کو اس قدر آسمان پر چڑھایا گیا کہ انبیائے بنی اسرائیل سے بھی آگے بڑھا دیا. اور اُن کی فضیلت میں وہ وہ کہانیاں تراش لیں کہ جو رکھی جائیں نہ اٹھائی جائیں یہودن نے اخیر یہ چاہا کہ جہانگیر بھی علانیہ میرا مذہب قبول کرلے چنانچہ ہمیشہ جہانگیر کو اسی قسم کی ترغیب دیتی رہی. یہانتک کہ جہانگیر نے مجبور ہو کے یہ بات قبول کرلی کہ ایک مناظرہ مسلمانوں اور یہودیوں میں ہو جو گروہ غالب ہوا سیکا مذہب قبول کرلوں گا.

یہودیوں کا بھی اس میں مشورہ تھا مولوی ابوالحسن نے حضرت علی کی بہت لمبے چوڑے الفاظ میں تعریف کی یہودی اُسکے ساتھی خاموشی سے سنتے رہے. جب مولوی ابوالحسن اپنی تقریر ختم کر چکے تو یہودی سے اجازت لیکے انہوں نے یہ سوال کیا کہ در حق سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ چہ میگوئی. سلیم چشتی کا نام یہودی نے کبھی نہ سنا تھا اسے سخت غصہ آیا کہ علی بن ابی طالب کے مقابلہ میں اس نے سلیم چشتی کو کیوں پیش کیا. بدنصیب شریر اپنے اصول مذہب کے مطابق چشتی کو گالیاں دینے لگا. جہانگیر جو اب تک سناٹے میں بیٹھے ہوئے تھے چونکے اور تیوری بدل کے دریافت کیا کہ ہوں یہ کیا بک رہا ہے. دست بستہ عرض کیا گیا کہ یہ خیرہ سر خواجہ خواجگان حضر پیر مرشد حضرت سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو کتا اور خنزیر کہہ رہا ہے. اب کیا تھا جہانگیر طیش میں بھر آیا کہ اسکے یا اسکے باپ کے پیر کو جسکی دعا سے وہ پیدا ہوا تھا اور جسکے نام پر اسکا نام رکھا گیا آج اسی کے منہ پر ایک معمولی اجنبی شخص گالیاں دے رہا ہے. فوراً جلاد کو حکم دیا کہ اس بدبخت خیرہ سر کو اوندھا لٹا کے اسکی گدی کو چیر ڈال اور اسکی زبان نکال لے. یہودن تو بہت سٹ پٹائی لیکن جہانگیر مارے غصہ کے از خود رفتہ ہو گیا تھا. اور اس وقت یہودن کا خیال اور خاطر داری اسے نہ رہی تھی. چنانچہ بغیر کسی حجت و تامل کے بادشاہ کے حکم کی تعمیل ہوئی. اور یہ شخص اسی طرح قتل کر ڈالا گیا. اور اپنے کیفر کردار کو پہنچا. اسکی لاش قلعہ کی کھائی میں ڈلوا دی گئی جسکو چند روز کے بعد چوری چھپے اس کے ساتھی اٹھا کے لے گئے اور وہ آگرہ ہی میں گاڑ دیا گیا. اسکی قبر اس گروہ میں بڑی عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے اور ابتک موجود ہے لیکن یہ خبر نہیں کہ یہ اصلی قبر ہے یا نقلی بہرحال دفن تو وہ آگرہ ہی میں ہوا تھا.

کلاں یہودی کے اس قتل پر ہندوستان میں اسکی جماعت کے تن بدن میں مرچیں لگ گئیں اور وہ مسلمانوں کی طرف سے زیادہ مشتعل ہو گئی. اب اندر ہی اندر مذہب اور انتقام کی ریشہ دوانی ہونے لگی. بظاہر تو یہ گروہ کوئی کارروائی نہ کرسکتا تھا کیونکہ حکومت اسلام کا دور دورہ تھا مگر غافل کبھی نہ بیٹھا اور اخیر بہادر شاہ عالمگیر کے بیٹے کو اپنا ہم مذہب بنا کے کامیاب ہو گیا. اور بھائیوں بھائیوں میں وہ خونریزی کرائی کہ الامان اس سے عالمگیر کی قائم کی ہوئی سلطنت کی بنیادیں ہل گئیں

جہانگیر بجائے خود تعلیم یافتہ نہ تھا وہ اسی قدر پڑھا لکھا تھا جو اس زمانہ میں شہزادے ہوا کرتے تھے مگر اسکی بیوی یہودن اپنے شوہر کی نسبت زیادہ تعلیم یافتہ تھی اسنے ایک حد تک جہانگیر جیسے مفتون شوہر کو اپنی طرف رجوع کر کے ایک بڑے زبردست عالم کو ایران سے طلب کیا. یہ شخص بھی یہودی تھا اور یہودی گروہ میں بلحاظ عالم ہونے کے اسکا بہت بڑا پایہ تھا. اگر چہ اپنے علمائے متقدمین کی طرح وہ نفس علم سے مطلق بے بہرہ تھا اور اسے یہ بھی تمیز نہ تھی کہ حدیث ضعیف کسے کہتے ہیں اور صحیح حدیث کیسی ہوتی ہے مگر اندھوں میں کانے راجہ وہ ضرور سمجھا جاتا تھا. اس نے اپنا نام ہندوستان میں آ کے یہودیوں کے نام پر رکھ لیا تھا. اور وطن میں وہ دوسرے نام سے پکارا جاتا تھا. یہ شخص اول درجہ کا مفسد اور چالاک تھا اور جعلی حدیثوں کے بنانے کا ملکہ تو اس میں ایسا تھا کہ اپنے پیر کے بھی کان کترتا تھا.

جب یہ آگرہ پہنچا تو یہودن کی طرف سے اسکی خوب آؤ بھگت ہوئی اور مثل شاہی مہمانوں کے اسکی مدارات کی گئی جہانگیر سے بھی ملا دیا گیا اور اس کے علم و فضل کی یہودن نے بڑی تعریف کی چند روز کے بعد مجلس مناظرہ کا انعقاد یہودن اور جہانگیر کی موجودگی میں ہوا. سوائے یہودی کے اور بھی بہت سے اسکے ہم مذہب یہودی جمع ہوئے. مسلمان علما نے باہم مشورہ کیا کہ اس وقت یہودی بہت پھولا ہوا ہے. جہانگیر کو اپنے عیش و عشرت میں خبر نہیں یہودن کا پورا قبضہ سلطنت پر ہے. اسکا اس یہودن کو بڑا زور ہے. علاوہ اسکے زبان دراز اور جاہل شخص ہے اگر اس نے حضور ﷺ کے صحابہ کو برا بھلا کہہ دیا تو اس وقت مجلس میں برہمی پیدا ہو جائے گی اور یہودن اسکے مقابلہ میں ہم ہی کو قصوروار ٹھیرائے گی. اور ہمیں ہر قسم کی پریشانی اٹھانی پڑے گی. لہٰذا کوئی ایسی ترکیب کی جائے کہ اس یہودی کو کامل سزا ملجائے اور یہودیوں کو اپنے اس ناپاک مذہب کی اشاعت کی ہمت نہ رہے. نہ وہ آئندہ ایسی کوئی کارروائی کریں جس سے امن میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہو، خوب مشورہ کرنے کے بعد مولویوں نے مولوی ابوالحسن صاحب کو اپنی طرف سے بحث کے لئے پیش کیا.

یہودی نے مولوی ابوالحسن سے صورت دیکھتے ہی یہ سوال کیا کہ در حق علی بن ابی طالب چہ میگوئی. حالانکہ اس سوال کا نہ کوئی محل تھا اور نہ ضرورت مگر اس سے اسکی سخت شرارت پائی جاتی تھی اور

نتیجہ یہ ہوا کہ مغلیہ سلطنت ہندوستان کی سرزمین سے مٹ گئی۔ خود اورنگ زیب کے وقت اس گروہ کی خاصی قوت ہو گئی تھی کیونکہ یہ اکبر کے وقت سے ہندوستان میں ترقی کر رہا تھا۔ ابوالفضل اور فیضی کا رجحان گو اسی طرف تھا لیکن عام مسلمانوں کے خیال سے دبے ہوئے تھے اور درپردہ عقائد اسلام میں رخنہ اندازی ضرور کرتے تھے۔ ملا عبدالقادر بدایونی کو ان کی یہ باتیں سخت ناگوار تھیں۔ وہ علانیہ دربار میں ان کے خلاف اسلام باتوں پر انہیں جھڑک دیا کرتا مگر سننے والا کون تھا اکبر بیچارہ تو بالکل جاہل تھا۔ ہاں بحث مباحثہ کا اسے بہت شوق تھا چنانچہ گوا کے ایک پادری اور ابوالفضل میں بحث ہوئی تھی۔ یہ وقت وہ تھا کہ اس یہودی مذہب کا سوائے درپردہ تحریک کے علانیہ کوئی نام بھی نہ لیتا تھا۔ جہانگیر کے زمانہ میں جیسا ہم اوپر لکھ آئے ہیں یہ پھوڑا پھوٹ پڑا اور اس کے گروہ کی رسائی سلطنت کے بڑے بڑے عہدوں پر ہو گئی۔

اورنگ زیب بہ نسبت اپنے پیش رووں کے زیادہ تعلیم یافتہ تھا اور دینیات میں بھی اسے دسترس تھی وہ اس یہودی بظاہر مسلمان گروہ کے ہتھکنڈوں سے خوب واقف تھا مگر مجبور تھا۔ صدہا عہدوں پر یہ لوگ کام کر رہے تھے انہیں یکلخت علیحدہ کرنا اور انکی جگہ ناتجربہ کار لوگ مقرر کرنا امر محال تھا۔ علاوہ اور عہدوں کے میر منشی گری کا عہدہ بھی ایک شخص یہودی کے سپرد تھا اور اخیر تک نامبردہ اس عہدہ پر رہا۔ دکن کی لڑائی میں جو کچھ اس نے شرارتیں کی ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں وہ اورنگ زیب کا نمک خوار ملازم تھا بادشاہ اسکی لیاقت اور کارگزاری سے زیادہ اسکی خاطر کرتا تھا لیکن تاناشاہ کی وجہ سے اس نے حقوق آقا کو بالائے طاق رکھ دیا اور علانیہ حسب عادت گالیاں دینی شروع کیں۔ اپنے وقائع میں اسنے اورنگ زیب اور اسکی فوجوں کی ایسی برائی کی ہے ایک نمک حرام سے نمک حرام شخص بھی اپنے آقا کی ایسی ہجو کبھی گوارا نہ کرے گا۔ معمولی ناکامی پر رنگ چڑھا کے اپنے آقا کے فوجی افسروں کی ایسی نامردی اور بزدلی بیان کی ہے کہ سن کے تاسف آتا ہے۔ کہیں عالمگیر کے پیر پھسلنے پر وہ قہقہہ اڑایا ہے یہودی کا پاجی پن صاف پایا جاتا ہے۔ کہیں عالمگیر کے کیمپ کے متعلق یہ تحریر کرتا ہے

دریں ملک خراب امروز کس رانیست سامانے
چو گنج افتادہ اند اہل خرد در ملک ویرانے

حالانکہ عالمگیر نے جس دلیری اور غیر معمولی جرأت سے گولکنڈ جیسا ناممکن الفتح قلعہ چھ مہینے کے محاصرہ میں فتح کرلیا. اور پیرانہ سالی پر اپنے ابتدائی ناکامیوں سے جی نہیں ہارا وہ حد سے زیادہ تعریف کا مستحق ہے. تمام دنیا اس کے عزم بالجزم پر تعریف ہی کرتی ہے. مگر افسوس ہے اسکے نمک حرام ملازم پر جس نے سوائے دشنام دہی کے اپنے آقا کا حق نعمت اور کسی خدمت سے ادا نہیں کیا. جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں عالمگیر کے زمانہ میں اس یہودی گروہ کو پورا عروج ہو گیا تھا. مگر جب تانا شاہ کی سلطنت پارہ پارہ ہوئی تو اور بھی اس گروہ کے دل میں دشمنی کی آگ بھڑکی اور وہ نہایت شدت اور سرگرمی کے ساتھ سلطنت اسلام کے برباد کرنے میں جان لڑانے لگا. اور عام طور پر یہ بات مشہور کی کہ عالمگیر محض تعصب مذہبی کی وجہ سے تانا شاہ پر حملہ آور ہوا تھا حالانکہ یہ بات نہ تھی. تانا شاہ نہ دکن کا رہنے والا تھا نہ اسکا کوئی حق گولکنڈہ کی سلطنت میں تھا وہ فقیری لباس میں گولکنڈہ آیا. اپنی چالاکی اور شعبدہ بازی سے اس نے ایسا رسوخ دربار میں پیدا کیا اور شاہ گولکنڈہ کو اپنی نجابت وعالی خاندانی کا وہ دھوکا دیا کہ شاہ نے اپنی بیٹی تانا شاہ کو دیدی یہ چالاک شخص شاہ کی آنکھیں بند ہوتے ہی خود بادشاہ بن بیٹھا. اور اس کثرت سے روپیہ اڑانا شروع کیا کہ فتح پر عالمگیر کے ہاتھ کچھ بھی خزانہ نہ لگا. گولکنڈہ کو دیکھنے اور کھنڈروں کی پوری تحقیق کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تانا شاہ نے تعیش اور صرف بیجا کی حد کردی تھی. ایک محل اسنے بنوایا جس کے چونہ میں بجائے پانی کے عطر ملوایا حالانکہ یہ احمقانہ فعل تھا تو بھی اسکے تعیش کی اس نالائق حرکت سے پوری کیفیت معلوم ہوتی ہے اس عطر والے محل کا اب بھی کچھ حصہ باقی ہے اور وہاں جانے والے اسکی پوری تصدیق کر سکتے ہیں.

''دکن'' شاہ جہاں کے وقت سے مستقل طور پر ایک باجگزار ریاست تھی. خراج بھی مقرر ہو گیا تھا لیکن تانا شاہ نے عالمگیر سے بہ سبب مذہبی نفرت کے برابری کا دعویٰ کیا. تین سال تک برابر خراج ادا نہ کیا. آرے بلے بتا تا رہا اخیر فوج کشی کی گئی. سارا گولکنڈہ تاخت وتاراج کر ڈالا گیا اور مسلمانوں کو اسکے مظالم سے نجات دی.

جب اورنگ زیب کی آنکھیں بند ہوئیں تو گویا انتظام کی لڑیاں ٹوٹ گئیں. اب اس

یہودی گروہ کو ہاتھ پیر مارنے اور مسلمانوں میں خونریزی کرانے کا اچھا موقع ملا۔اس گروہ نے جو سلطنت کے امور میں پورا دخیل ہو چکا تھا۔ بھائیوں میں تلوار چلوادی حالانکہ عالمگیر وفات کے وقت اپنے بیٹوں کو مختلف صوبے تقسیم کر چکا تھا مگر اس ناشدنی یہودی جماعت نے بھائیوں میں وہ خونریزی کرائی کہ سلطنت کی بنیادیں ہل گئیں۔ اخیر کئی ہزار جاں بازوں اور کئی کروڑ روپے اور کئی صوبوں کے بدلہ میں بہادر شاہ نے فتح خریدی اور لاہور کو اپنا پائے تخت بنانے کے بعد اس بے امن ملک پر حکمرانی کرنے لگا۔اور اسی شیطانی گروہ کے دھوکے میں آ کے پکا چھٹا یہودی بن گیا۔اب کیا تھا مظالم کے دروازہ کھل گئے۔ کھلم کھلا غریب مسلمانوں پر آفت برپا ہونے لگی۔ دھڑادھڑ یہودیوں کو آسامیاں ملنے لگیں اور دربار خاص اُن ہی لوگوں کے لئے مخصوص ہو گیا جو حضور انور رسول اللہ ﷺ کے جان نثار صحابہ اسلام کے پشت پناہ بزرگوں کو علانیہ اور حضرت علی اور آپ کے بچوں کو در پردہ گالیاں دیں۔ سوائے چند نفوس کے کل صحابہ تابعین کل تبع تابعین کو کافر کہیں۔ اسلام کے احکام توحید اور خدا پرستی کو صدمہ پہنچانے کے لئے ضریح اور علموں کے آگے سجدہ کریں۔ شفاعت رسول کریم اڑا کے حضرت امام حسین کے فرضی خون پر اپنی نجات کا دارومدار جانیں اور ان عقائد باطلہ سے بھولے بھالے مغلوں اور ہندوستان کے سیدھے سادھے نومسلمانوں کو برباد کریں۔

حقیقت میں بہادر شاہ کا زمانہ بھی اسلام اور مسلمانوں کے حق میں زہر ہلاہل تھا۔ محمود، محمد غوری، بابر اور ہمایوں وغیرہ نے کتنی تکلیفیں سہہ کے مصیبتیں اٹھا کے اور اپنے لاکھوں جاں بازوں کا خون بہا کے تو اس براعظم پر قبضہ کیا۔ اسلام کی توحید پھیلائی اور اب یہ براعظم بجائے کفر کے اسلام کا مرکز بن گیا۔ مگر آج ان ہی شجاع بادشاہوں کی محنت کو ان ہی کا ایک ناخلف یہودیوں کے جال میں پھنس کے برباد کر رہا ہے۔ تقدیر الٰہی اسکی اس نامبارک حالت پر زہر خندہ کر رہی ہے۔ ابھی یہ براعظم ایک ہی بادشاہ کے زیر حکومت اور ایک ہی حکم کے تابع تھا۔ آج ایک یہودی گروہ کی وجہ سے پارہ پارہ ہو رہا ہے۔ گمنام قومیں جو ادھر ادھر چھپی ہوئی تھیں اٹھ کھڑی ہوئی ہیں۔ شاہی فوجیں برابر شکستوں پر شکستیں کھا رہی ہیں۔ ان کی حالت سخت قابل افسوس ہے۔ ایک چھتر جو تمام براعظم پر

سایہ فگن تھا اب اسکا سایہ کم ہونا شروع ہوگیا. اسکی ظاہری صورت اور علامات اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ ایک نہ ایک دن یہ سایہ ہی سایہ رہ جائے گا. اور تیموری نسل دنیا سے نیست و نابود کر دی جائے گی. چنانچہ یہ ہوا اور دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ بادشاہ نے اس بربادی کی بنیاد ڈالی اور بہادر شاہ ہی نے اس بربادی کو ختم کردیا یعنی مریض مر گیا. اب اسے کسی دوا کی ضرورت نہیں ہے. کیا خدا کی شان ہے کہ بہادر شاہ سے تنزل شروع ہوا اور بہادر شاہ ہی پر اس تنزل کا آخری دور ختم ہوجائے اور یہ سایہ ہمیشہ کے لئے ہٹا دیا جائے سمندر پار لاکھوں من کے چونہ اور مٹی کے ڈھیر میں یہ سایہ قیامت تک دبا دیا جائے.

جو مظالم اس یہودی گروہ نے مسلمانوں پر کیے اسکی تاریخ جس قدر دردناک ہے اسی قدر طولانی ہے. ہندوستان میں مثل بغداد کے اس یہودی گروہ کا فسوں ایسا چل گیا تھا کہ دیکھ کے تعجب ہوتا ہے. تمام محکموں میں بے انتظامی، لائق اور کارگزار اشخاص کی جگہ محض تعصب مذہبی کی وجہ سے نالائق آدمیوں کا داخل ہونا، فسق و فجور، عیاشی اور مذہب کی آڑ میں متعہ کا ڈھکوسلا بنا کے علانیہ زنا کاری. رسول اللہ کے لاکھوں جلیل القدر صحابہ کو گالیاں دینی خدا اور نبی کو بیچ میں سے اڑا کے علی اور حسینؓ کو ان کی جگہ دے دینی کل مسلمانوں میں علی پرستی حسین پرستی فاسد عقیدہ پھیلانا. بیوی کی صحنک بیوی کی پڑیاں سید کبیر کی گائے. اور ان ہی کے نام پر اس گائے کی قربانی غرض اس قسم کی پُر از شرک بلکہ پر از کفر بدعات ملکی ضعف کے ساتھ ہندوستان میں ترقی کرتی گئیں. اور ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچی کہ نفس اسلام کا ہندوستان میں پتہ نہ رہا مگر جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی حفاظت کا وعدہ فرما لیا ہے. جس کے معنی اسلام کی حفاظت ہیں. اس لئے اخیر دور میں اس نے چند ایسے پاک نفوس یعنی شاہ ولی اللہ، محدث دہلوی شاہ عبدالعزیز، اور شاہ اسمٰعیل شہید جیسے پیدا کر دیئے جنہوں نے ایک حد تک اس شرک اور کفر کو مٹایا ورنہ ہندوستان میں سوائے ضریح، تعزیہ علم اور گوسالہ پرستی کے کوئی متنفس کچھ نہ جانتا تھا.

بہادر شاہ کا زمانہ بلحاظ قوت. کیا بلحاظ انتظام سلطنت کیا بلحاظ امن و عافیت ایک مصیبت

ناک زمانہ گزرا ہے. حقیقت میں اورنگ زیب کا بیٹا بالکل اپنے عالیشان باپ کے برعکس تھا. وہ یہودیوں کے ہاتھ میں ایسا پھنس گیا تھا کہ مثل کٹ پتلی کے اُسے نچاتے تھے اور جو چاہتے تھے اس سے کرالیتے تھے. شریعت کے احکام کی باگ بالکل ڈھیلی کردی تھی اور تعیش کے لئے ہر قسم کی آزادی اسے دیدی تھی. متعہ کے نام سے وہ صدہا عورتیں اپنے پاس رکھتا تھا. ملک داری جہاں بانی کے لحاظ سے اسکا زمانہ تاریخ بالکل نہیں ہے اس لئے موروخوں نے اسکا ذکر بھی نہیں کیا. بلکہ مذہبی تبدیلی کے لحاظ سے اسکا زمانہ ہمیشہ خوفناکی سے یاد کئے جانے کے قابل ہے. خدا خدا کر کے پانچ سال کے بعد بہادر شاہ کا خوفناک زمانہ ختم ہوا. اگرچہ حکمرانی کی مدت بہت قلیل ہے لیکن بربادی کی بنیاد ڈالنے اور ہندوستان میں فساد کا بیج بونے میں یہ قلیل زمانہ ایک عرصہ دراز کے برابر ہو گیا.

بہادر شاہ کے بعد اسکے تین بیٹے یکے بادیگرے حکومت کے تخت پر بیٹھے ان کا زمانہ بھی کچھ قابل ذکر نہیں ہے. اوّل تو ان کی مجموعی حکمرانی کا زمانہ پانچ برس سے زیادہ نہیں. دوسرے وزیروں کے ہاتھوں یہ تینوں لڑکے مثل کٹ پتلی کے ناچتے رہے اور اس پانچ برس کے عرصہ میں یہودیوں کی سازش سے اور بھی رہی سہی قوت سلطنت کی زائل ہوگئی اس بربادی کو پورا کرنے کے لئے ۱۷۳۹ء میں نادر دہلی میں آ کودا جس نے سلطنت مغلیہ کا بالکل کچومر ہی نکال دیا. اس عرصہ میں یہودی گروہ سرسبز ہو رہا تھا. اور یہ فتنہ کا پودا خوب پھیلتا اور پھلتا رہا. اب بادشاہی برائے نام رہ گئی تھی. اگرچہ تخت نشینی کا سلسلہ 1857ء تک قائم رہا لیکن اصلی شان اور خود مختاری کبھی کی رفو چکر ہو چکی تھی. جب آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ نادر کو ہندوستان میں کس نے بلایا تو آپ کا کلیجہ کانپ جائیگا. اور مارے خوف کے لرزنے لگیں گے یہ شخص سعادت علی خاں ایرانی تھا جو یہودی جماعت کا سرگروہ اور اسلام اور مسلمانوں کا جانی دشمن تھا. بدنصیب شاہ دہلی نے اس نمک حرام کو ۱۷۶۰ء میں اودھ کا گورنر بنا کے بھیج دیا تھا حالانکہ ایسا جلیل القدر عہدہ اسے حاصل ہو گیا تھا لیکن یہ سلطنت مغلیہ کی اس معمولی شان کو بھی نہ دیکھ سکتا تھا. اس نے نادر کو لکھا کہ صرف اوپری عظمت اور شان رہ گئی ہے. اور سلطنت میں دم خم کچھ باقی نہیں ہے آپ فوراً آیئے اور اس سلطنت کو زیر زبر کر ڈالئے نادر پھر بھی

پس و پیش کرتا تھا لیکن جب اس نے ہر طرح کی قسمیں تحریر کیں. اور نادر کو یقین دلا دیا تو اس نے ایک دو قاصد بھیجنے کے بعد اِدھر کا رخ کیا یہاں کی حالت حقیقت میں بہت ہی خطرناک ہو گئی تھی. فوج بھوکی مر رہی تھی اور اسکو سالہا سال سے تنخواہ نہ ملی تھی. اسی طرح سلطنت کے اور صیغوں کی بھی یہی کیفیت تھی. ایسی کمزور حالت میں جب نادر دہلی کے قرب وجوار میں پہنچا ہے تو سعادت علی یہودی آ موجود ہوا اور ساری کیفیت جو کچھ تھی سب نادر کو زبانی سمجھا دی. اگرچہ محمد شاہ کی بے پروائی اور عیاشی سے فوجی قوت کا بھرکس نکل چکا تھا. پھر بھی چند جان نثار موجود تھے جنہوں نے ایک زبردست مقابلہ نادر سے کیا. ایک ہی لڑائی میں نادر کے چھکے چھوٹ گئے. اور وہ سمجھ گیا کہ اس شخص نے مجھے دھوکا دیا. نادر غصہ ہو کے کہنے لگا کہ اب بتائیں میں کیا کروں آگے دہلی کی دیواروں کے نیچے تو اس سے بھی سخت مقابلہ ہوگا مجھے ابھی سے بھاگ جانا چاہیے ایسا نہ ہو کہ میرے واپس جانے کا راستہ کاٹ دیا جائے. اور پھر میں یہیں مر کھپ کے رہ جاؤں. سعادت علی خاں نے اسے تسکین دی کہ اگر آگے خفیف سا بھی مقابلہ ہو تو مجھے توپ سے باندھ کے اڑا دیں جو بس مغلیہ یا تیمور یہ قوت کا خاتمہ ہو گیا اب شہر تیرے لئے کھول دیا جائے گا. محمد شاہ نے خاص اپنے امراء کی ایک سفارت نادر کو کنجیاں دے کر روانہ کیں وہ لوگ گئے اور سب عہد پیان ہو گئے. سعادعت علی نے دیکھا کہ شہر تو بچ گیا. یہ بات کچھ نہ ہوئی جب تک دہلی میں خون کے دریا نہ بہیں چین سے نہ بیٹھنا چاہیے. یہ سوچ کے سعادت علی نے چند شیاطین کو شہر میں بھیج کے یہ خبر مشہور کر دای کہ یکا یک نادر کا انتقال ہو گیا. بازاری شودے اور لقندرے اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے نادر کے چند آدمیوں پر جو بطور سیر دہلی میں آئے تھے حملہ کر کے قتل کر دیا پھر کیا تھا شہر سے نادر کے لشکرگاہ تک ایک آگ لگ گئی. اور نادر جیسے غصیلے بادشاہ کو سخت جوش آیا. اور وہ ہاتھی پر سوار ہو کے لاہوری دروازہ میں داخل ہوا اور بآواز بلند للکارا، نادر مرا نہیں ہے زندہ ہے. اسی وقت کسی بے وقوف نے کسی برآمدہ سے غلاظت کی ہنڈیا نادر پر پھینک دی اس سے نادر کے غصہ میں اور بھی اشتعال پیدا ہوا اور اس ہنڈیا نے آگ پر تیل کا کام دیا. یہ کام بھی یقیناً کسی یہودی کا ہوگا. اگرچہ وقائع نویس نے اسکی تصریح کچھ نہیں

کی ہے. تو بھی دل گواہی دیتا ہے کہ ہونہ ہو ہانڈی پھیکنے والا یہودی ہوگا. خیر اسکے بعد نادر کے تن بدن میں مرچیں لگ گئیں اور وہ لال پیلا ہو کے سنہری مسجد میں جو کوتوالی کے قریب ہے ننگی تلوار ہاتھ میں لے کر آ بیٹھا۔ اور قتل عام کا حکم دے دیا۔ دہلی کے بازاروں میں خون بہہ رہا تھا اور محض سعادت علی کی وجہ سے ہزاروں بے گناہ بے رحمی سے قتل کر ڈالے گئے۔ کیا کیا آفت شہر پر نہیں گزری اور کیا ستم اہل شہر پر نہیں توڑے گئے، تخت طاؤس کے علاوہ نادر کروڑ ہا روپیہ نقد اور کروڑوں روپے کا زر و جواہر لے کے چلتا بنا اور سعادت علی موچھوں پر تاؤ دیتا ہوا لکھنؤ چلا گیا. یہ ہے خونی سرگزشت اس گروہ کی جسکے سننے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے اور بدن کانپنے لگتا ہے. یہ گروہ تو فرقہ نہلسٹ سے زیادہ خطرناک اور بدکردار ہے آخر الذکر صرف شاہوں کی جان کا دشمن ہے. رعایا کو تو نہیں ستاتا اور کسی غیر بادشاہ کو تو ملک پر چڑھا نہیں لے آتا.

کیا خدا کی شان ہے کہ 1707ء میں اورنگ زیب کا انتقال ہوا. اُس وقت عروج سلطنت اپنے انتہائی حالت پر پہنچا ہوا تھا. تمام دکن بنگالہ حتیٰ کہ تبت بھی زیر نگین ہو چکا تھا. اسکے علاوہ کل افغانستان تابع فرمان تھا اور ادھر اُدھر کوئی کھٹکا نہ کسی دشمن کا تھا اور نہ کسی غنیم کا مرہٹوں اور سکھوں کے خروج کو مورخوں نے رنگ آمیزی اور مبالغہ سے بیان کیا ہے. ورنہ یہ عالمگیر کے سامنے ایک بے حقیقت سا معاملہ تھا اور اگر اورنگ زیب ہی جیسا عالی مدبر اور صائب تدبیر جانشین ہوتا تو محض ناممکن تھا کہ سکھ یا مرہٹے زور باندھتے اور تمام ہندوستان کو برباد کر دیتے. بہر حال عالمگیر نے اپنی وفات کے وقت اس کل بر اعظم کو ایک ہی نگین کے ماتحت چھوڑا مگر کتنے زاری اور رونے کا مقام ہے کہ محض اس یہودی گروہ کی کارستانی سے بائیس برس کے عرصہ میں سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بج گئی اور جس طرح کسی زلزلہ کے صدمہ سے ایک عالیشان عمارت چرچرا کے اور اڑ، اڑا کر کے یکا یک آ پڑتی ہے اسی طرح مغلیہ سلطنت کی عمارت گر پڑی اور پھر کوئی نئی عمارت تعمیر کرنے والا نہ ہوا.

دنیا میں کہیں بھی اتنی جلدی بربادی کی نظیر نہیں ملتی. غور سے دیکھنے کے بعد مغلیہ سلطنت کی ترقی اور تنزل کی تاریخ بالکل ایک طلسم معلوم ہوگی. جس طلسم کو کسی زمانہ کی آنکھ نے نہیں دیکھا.

بنوامیہ کی شامی سلطنت بھی اگر چہ جلدی سے برباد ہو گئی مگر اسے بھی اسی برس کا عرصہ لگا. بنوعباس تو صدہا سال سال تک حکومت کرتے رہے اور سلطنت اندلس قریب آٹھ سو سال کے رہی. اس طرح وسط ایشیاء کی حکومتیں خاصی مدت تک قائم رہیں. اگر چہ اس یہودی گروہ کی سازباز ہر ملک میں جاری رہی مگر اور ممالک کے لوگوں پر اس کا افسوں جلدی سے نہیں چل گیا. برخلاف مغلوں کے کہ یہ بھولی قوم بہت جلد ان کے ہتھے چڑھ گئی اور اپنا نام ونشان صفحۂ ہستی سے مٹا دیا.

نادر کے حملہ سے وسطی حکومت کا تو جب ہی خاتمہ ہو گیا مگر اور اطراف میں بھی خیر سلانہ رہی جنوب کی طرف سے مرہٹے ٹوٹ آئے تھے اور انہوں نے غول بیابانی کی طرح دہلی کو گھیر لیا تھا. اور کھاؤں کھاؤں کر کے لپٹ گئے تھے. مغرب کی طرف سے افغانی بلائے بے درماں کی طرح نکل کھڑے ہوئے تھے. مرہٹوں نے وہ زور باندھا کہ قریب قریب کل ہندوستاں پر ان کی ہی حکومت کا رنگ معلوم ہونے لگا اگر احمد شاہ دُرانی کی صورت میں ۱۷۶۱ء میں ان پر خدا کا غضب نازل نہ ہوتا تو یقیناً کل براعظم پر مرہٹوں کے سامنے کسی کو بھی حکومت کرنے کا یارانہ ملتا. احمد شاہ نے پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کی مشتملہ قوت کو ایسی بے عزتی کی شکست دی کہ مرہٹی حکومت اور طاقت کے انجر پنجر سب ڈھیلے ہو گئے اور اخیر یہی حکومت آجکل چند چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی صورت میں دکھائی دیتی ہے مسلمانوں کی تو کچھ تقدیر ہی لوٹی ہوئی تھی. اگر احمد شاہ ایک جدید سلطنت کی بنیاد یہاں قائم کرنا چاہتا تو اس وقت اسکے لئے ہندوستان کا سارا میدان کھلا ہوا تھا مگر سلطنت قائم کرنے کا اُسے مطلق خیال نہ ہوا اور اُس نے یہی کافی سمجھا کہ ہندوستان کی اس بہادر قوم کو زیروزبر کر کے واپس چلا جائے.

احمد شاہ کے جانے کے بعد پھر مرہٹوں نے اپنی قوت کو اکٹھا کیا اور وہ اخیر مستقل طور پر دہلی کے مالک بن گئے. شاہ عالم ان کا دست نگر رہا اور مہادیو جی سندھیا نے جو کچھ شاہ عالم کی تنخواہ مقرر کر رکھی تھی. اسی پر اس مغل بادشاہ کی گزر ہوتی تھی. انگریز اگر چہ اس عرصہ بنگال میں موجود تھے لیکن ان میں اتنی قوت نہ تھی کہ وہ باہر نکلتے اور مرہٹوں وغیرہ سے ہمسر ہو کے انہیں شکست دیتے.

اخیر انگریزی قوت آہستہ آہستہ بڑھتی گئی اور ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچی کہ شاہ عالم کا جانشین اکبر شاہ ثانی بجائے مرہٹوں کے انگریزوں کے پنشن خوار بن گیا۔

سلطنت کی بالکل یہ بربادی قتل وغارت وغیرہ کی دہشت ناک اور عبرت انگیز کہانیاں تو آپ سن چکے کہ اس یہودی گروہ نے کیا کیا ستم برپا کیے اب سنیے دوسری کارروائی کہ آپ دنگ رہ جائیں اور پریشان ہو جائیں کہ یہ کیا غضب ہوا۔ اور اس گروہ نے کس قدر دشمنی اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ برتی۔ اُدھر تو سعادت علی سلطنت مغلیہ کی بیخ کنی کی تدبیریں کر رہا تھا۔ اُدھر دہلی ہی میں اسکے آدمی مرتضٰی خان اور مرید خان (تحفہ مطبوعہ "نولکشور پریس" لکھنو ص ۶۹) کتب صحاح ستہ، مشکوٰۃ اور بعض تفسیروں کو برباد کرنے کی فکر میں لگے ہوئے تھے انہوں نے ہزاروں لاکھوں روپے خرچ کر کے ان کتابوں کے قلمی خوشخط نسخے خوشنویسوں سے لکھوائے اور بہت سی روایتوں کو اپنے مطلب کے مطابق الٹ پلٹ دیا اور بہت سی روایتیں اپنی کتابوں میں سے لیکے ان میں داخل کر دیں۔ اور ان کتابوں کو خوب آراستہ و پیراستہ کر کے نہایت سستی قیمت میں فروخت کرنا شروع کیا۔ اگرچہ یہ چالاکی بہت بڑی کی گئی لیکن اللہ کا شکر ہے کہ چل نہ سکی کیونکہ صحاح ستہ وغیرہ کے صدہا نسخے پہلے سے موجود تھے علمائے عصر نے جب ان نسخوں سے مقابلہ کیا تو سمجھ گئے کہ ان کا مذہب برباد کرنے کیلئے یہ چالاکی کی گئی ہے۔ انہوں نے اس کارروائی کو آگے نہ چلنے دیا اور مرتضے خاں کے وہ ترتیب دیئے ہوئے نسخے بیکار ہو گئے۔ اپنی طرف سے تو انہوں نے اسلام کے برباد کرنے کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا مگر خدا اپنے دین کا محافظ تھا کچھ پیش نہ گئی اور مرتضے خاں اور اسکا ساتھی اپنا سا منہ لے کے رہ گئے۔

کیا یہ بات کم تھی کیا یہ حملہ اسلام پر نادر کے حملہ سے زیادہ سخت نہ تھا خدا پناہ میں رکھے اگر ان غلط اور محرف کتابوں کی اشاعت ہو جاتی تو اسلام کہاں رہتا اور دین خدا ڈھونڈنے سے بھی نہ ملتا۔ اور پھر اس گروہ کے آگے اہل حق کو جھکنا پڑتا اور رہی سہی اسلام کو پونجی سب غارت ہو جاتی جل جلالہ عم نوالہ کہ تو نے یہ یں کے اس کید سے مسلمانوں کو بچا دیا۔ اور انہیں راہ مستقیم سے ہٹنے نہ دیا۔

الحمد للہ کہ یہ مشہور کتابیں تو ان کی دست برد سے بالکل بچ گئیں ہاں بعض نادر الوجود اور

غیر مشہور کتابوں پر ان کا داؤ چل گیا جسکا ذکر اپنی جگہ پر آگے کیا جائے گا. اب یہ بات دیکھنے کی ہے
کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا داؤ چل گیا جسکا ذکر اپنی جگہ پر آگے کیا جائے گا. اب یہ بات دیکھنے
کی ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے عقائد کی کیا کیفیت رہی نہایت افسوس سے اسکا یہ جواب دیا
جاتا ہے کہ ان کے عقائد کے خراب کرنے میں یہودیوں کو بڑی کامیابی ہوئی عام طور پر یہودیت کا
کارنگ سب پر کم وبیش چڑھ گیا. اور حسینؓ پرستی کے غلو نے رہی سہی اسلام کی پونجی یعنی توحید کو بڑا
صدمہ پہنچایا. اس گروہ نے نہایت چالاکی سے مسلمان بن بن کے جاہل مسلمانوں میں اپنی کتابوں
کی رواتیوں کو ایسا جاری کیا کہ بعض جاہل واعظ اپنے وعظوں میں وہی روایتیں بیان کرنے لگے.
اس سے جہلا کو اور بھی دھوکا ہوا اور وہ یہودیت میں یہودیوں کی ہمسری کا دعویٰ کرنے لگے. مجلسیں
ان کے ہاں ہونے لگیں مرثیہ خوانی جس میں سوائے تبرّے بازی کے کچھ نہیں رکھا ہے. مسلمانوں
کے ہاں بہت دھوم سے جاری ہوگئی. تعزیئے بنانے لگے. اور عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ ہزار ہا
جاہل عورتیں محض برکتیں حاصل کرنے کے لئے تعزیوں کے ڈھانچوں کے نیچے اپنے بچوں کو لیکے
نکلنے لگیں. شربت پلائے جانے لگے اور اس کھانڈ کے شیرے کو ایسا متبرک سمجھا گیا کہ مریض اپنے
ازالہ مرض کے لئے بے غل وغش چڑہانے لگے. اگر چہ بہت سی جانیں اس شربت پینے کی نذر
ہوگئیں مگر کون پوچھتا ہے فاسد عقیدہ نے جہلا کو اندھا کر رکھا ہے. قاسم بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
مہندی ساتویں محرم کو مسلمان نکالنے لگے. اور اس پر اپنی جان فدا کرنے کے لئے آمادہ ہوگئے.
لڑائیاں ہوئیں. سر پھٹول ہوئی قیدیں بھگتنی پڑیں اور ہزاروں روپے برباد ہوئے مگر اس عقیدے
میں مطلق ضعف نہیں آیا. یہ تعجب سے سنا جائے گا. کہ محرم میں جتنے تعزیے مسلمان نکالتے ہیں. شاید
اسکے نصف بھی یہودی نہ نکالتے ہوں. جاہلوں میں یہ بات یہودیوں نے مشہور کر دی کہ حضرت شاہ
عبدالعزیز نے تعزیہ داری کو اسلام کی شوکت کہہ کے جائز کر دیا اور فلاں عالم اور خدارسیدہ شخص نے
بچوں کے تعزیہ کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جاتے ہوئے دیکھا تھا. اور فلاں شخص بے
ادبی کرنے سے کوڑہی اور مجذوم ہوگیا. اور فلاں گھرانہ علموں کے ٹھنڈا ہونے سے بالکل بے

چراغ ہو گیا.اوراس پر یہ بیتی اوراس پر یہ گزری یہی کہانیاں جہلا میں دین وایمان سمجھی جاتی ہیں اور عام طور پر انکا عقیدہ ہے.اگر کوئی شخص اس کے متعلق کچھ چون وچرا کرے تو اسے زندیق کافر مایا نیچری کہنے لگتے ہیں.اور جہلا سے اسے جان بچانی مشکل پڑ جاتی ہے.

ہندوستان کے بڑے سے بڑے شہراور چھوٹے سے چھوٹے قصبہ میں محرم کے دنوں میں پھریئے تو آپ کو اسلام کا دردانگیز نظارہ معلوم ہو.اور آپ کیسے ہی سنگ دل ہونگے.پھر بھی آپکی آنکھوں میں امت مرحومہ کی یہ زبوں تریں حالت دیکھ کے آنسو بھر آئیں گے.دنیا بھر کی بدعات کا خاتمہ ہوتا ہوا.معلوم ہوگا قرآن کریم کی اصلی تعلیم نسیاً منسیا دکھائی دے گی.فسق وفجور کی انتہاء اور بدکاری کی ایک ڈراؤنی صورت نظر آئے گی.کہیں دیکھنے والا دیکھے گا کہ لوگ بانس کے ڈھانچہ کے سامنے سجدہ کر رہے ہیں.کہیں معصوم بچے ستے اور فقیر امام حسینؓ کے نام پر بنے ہوئے اسلام کا ایک خونی منظر پیش کرینگے کہیں یا حسین کے ساتھ سینہ کوبی ہوتی ہوئی دکھائی دے گی.امام باڑوں کی حالت رومتہ الکبریٰ کے گرجوں کی سی معلوم ہوگی.نیاز نذر چڑھانا،منتیں ماننا،تعزیہ کی کھپچیوں میں کلاوا باندھنا،تعزیئے کے بانسوں میں عرضیاں لٹکانا نہ یہ ساری باتیں اسے دکھائی دیں گی اور اگر اسکا گزر مرثیوں کی مجالس کی طرف ہو گیا تو اسے یہ دیکھ کے اور بھی صدمہ ہوگا کہ وہ لوگ جو اپنے کو مسلمان کہتے ہیں کس شوق سے صحابہ اور اماموں کی گالیاں سے لطف اٹھا رہے ہیں اور خوشی کے مارے جھوم رہے ہیں.یہ وہ مجلسیں ہیں.جہاں خدا کا نام لینا اور قرآن کریم پڑھا جانا اور اسکے اوامر ونواہی بیان کرنا گناہ کبیرہ خیال کر لیا گیا ہے.ان مجالس کا زور ہر شہر میں اس قدر ہوتا ہے کہ شاید ہی کوئی محلہ اس سے خالی ہوتا ہو.

اب آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہودی گروہ کو خیال سے زیادہ اپنے مذہب کے پھیلانے میں کامیابی ہوئی کہ کوئی مسلمان جو اپنے کو مسلمان کہتا ہے آدھا یہودی ہے اور یہودیت کے رنگ سے تو شاید ہی کوئی بچا ہوا ہو.عوام کے علاوہ سب سے زیادہ اس رنگ میں ہمارے صوفی رنگے ہوئے ہیں جنکی مجالس میں سوائے حضرت علی کے فرضی فضائل کے بیان اوران ولایت کے اور کچھ

ہوتا ہی نہیں۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ ولایت یا کرامت کا سرچشمہ حضرت علی ہیں خدا کی معرفت کا دروازہ خلقت کے مونہہ پر حضرت علیؓ ہی نے کھولا ہے۔ یہ لوگ اگر چہ صریح طور پر اور صاف الفاظ میں حضرت علیؓ کو حضرت صدیق پر فضیلت نہیں دیتے مگر معناً ان کی فضیلت کے قائل ہیں۔ اور حضرت صدیقؓ یا فاروقؓ کا بہت کم ذکر اُن کی مجلسوں میں آتا ہے۔ حضرت علی کے سچے فضائل کے تو ہم بھی معترف ہیں لیکن ہزاروں کہانیاں جو حضرت علی سے نسبت دے دی گئیں ہیں اور جن کا مصنف ملا باقر مجلسی ہے، ہم تسلیم نہیں کرتے اور اُن اوپری فضائل اور خلاف فطرت باتوں کو ہم چانڈو خانہ کی گپ سے زیادہ وقعت نہیں دیتے۔

یہ بالکل صحیح ہے کہ صحابہ راشدین میں ہر صحابی کی روحانی قابلیت اور معرفت کے جانچنے کا ہمارے پاس کوئی ٹھیک پیمانہ نہیں ہے۔ تو بھی جو مسالہ قرآن کریم اور واقعات تاریخ نے ہمیں دیا ہے اس سے ہم بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں جسکا ذکر ہم آگے کریں گے یہاں تو صرف دکھانا یہ ہے کہ خود مسلمان یہودیوں کی اصول عقائد کی بڑی دھوم سے اشاعت کر رہے ہیں حقیقت میں یہودیت کو اتنا فائدہ خود یہودیوں سے نہیں پہنچ رہا ہے جتنا مسلمانوں سے پہنچ رہا ہے جتنا مسلمانوں سے یہ عقیدہ کہ محرم میں غم حسین پر دو آنسوؤں کا بہا دینا باعث نجات ہے یا کم سے کم نیک اعمال میں داخل ہے۔ فی ہزار نو سو ننانوے مسلمانوں کا ہے۔ عوام تو عوام مولوی بھی اپنے وعظوں میں یہ بیان کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی عورتیں سب یہی عقیدہ رکھتی ہیں اور ایسی مستورات تو فی لاکھ ایک بھی نہ ہوگی جو محرم میں نیاز نذر نہ دلوائے۔ ایک نئی بات اور بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ جس گروہ نے یہ بدعات اسلام خراب کرنے اور مسلمانوں کو برباد کرنے کے لئے ایجاد کیں۔ اور ابھی تک اُس کا سلسلہ جاری ہے وہ ظاہر تو ہر قسم کے سوانگ بھرتا ہے لیکن باطنی طور پر ان تمام باتوں سے متاثر نہیں ہے۔ جس شخص نے لکھنو کی مجلسیں، رونا، پیٹنا، تعزیئے داری اور آصف الدولہ کے امام باڑے کو دیکھا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ محض دوسرے کے پھنسانے کے لیے یہ جال بنایا ہے باقی ان لوگوں کو اس سے کچھ سروکار نہیں۔

سینکڑوں خاندان مرثیہ گویوں کے ہیں جن کی معاش اسی پر ہے کہ بغل میں مرثیوں کی

کتاب دبائی اور ادھر اُدھر پڑھتے پھرے اور ہر جگہ سے اپنے نکے سیدھے کر لئے. جو لوگ نامی گرامی دبیر انیس وغیرہ کے خاندان میں ہیں. وہ حیدر آباد تک جاتے ہیں اور ہزاروں روپیہ مار لاتے ہیں. گویا وہ خون حسین سے پرورش پا رہے ہیں. اگر انکا قیاس تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت امام حسین شہید ہو گئے. تو ان حضرات کو سب سے زیادہ احسان مند، یزید عبید اللہ بن زیاد، شمر اور عمر بن سعد کا ہونا چاہیے کہ انکے صدقہ میں آج وہ روٹیاں کھا رہے ہیں. اگر احسان ماننے کی کچھ بھی عادت ہے تو اے یہودیو! تم شمر وغیرہ کو سجدے کرو کیونکہ وہ تمہارے رزاق برحق ہیں. ایک مقولہ تو یہ ہے جسکی کھائے اسکی گائے. لیکن تم ایسا نہیں کرتے تم ادھر تو شمر کے صدقہ میں روٹیاں کھاتے ہو اور توند پھیلائے پھرتے ہو اور ادھر اسے گالیاں دیتے ہو. مرثیوں پر رونے کے لئے بیسیوں آدمی ملازم رکھے جاتے ہیں. اور مرثیوں پر واہ واہ کرنے کے لئے خاص تنخواہ دار نوکر ہوتے ہیں. جو مرثیہ خواں کے بہت قریب حلقہ باندھ کے بیٹھتے ہیں. ان کا کام صرف واہ واہ کرنا ہوتا ہے اور ان ہی کے دم کی رونق سمجھی جاتی ہے. اُدھر مرثیہ خواں نے ایک لفظ منہ سے نکالا اور انہوں نے اے سبحان اللہ کہہ کے ایک تہلکہ مچا دیا بعض اوقات سوائے ان کی بے ہنگام آوازوں کے یہی نہیں سنائی دیتا کہ مرثیہ خواں کیا پڑھ رہا ہے اسکے بعد پھر رونے والا گروہ اپنا تان سر درست کرتا ہے اور ایسی آوازیں بنا کے چیختا ہے کہ سننے والا تو یہ سمجھے کہ اب اسکا کلیجہ پھٹ جائے گا اور اسکے دل پر بڑی چوٹ لگی ہے مگر جب وہ اپنا ایک ڈراؤنا راگ ختم کر چکتا ہے. اور منہ کھولتا ہے تو آنکھ میں نمی تک نہیں ہوتی خوب ہنس ہنس کر باتیں کرنے لگتا ہے اور اسکی صورت سے مطلق یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اسے خفیف سا صدمہ ہوا ہے یہی کیفیت کل رونے والوں کی ہوتی ہے اور اسکا تجربہ ہر شخص کر سکتا ہے ان رونے والوں کی بھی قسمیں ہیں جنہیں زیادہ بدہیت آوازیں نکالنی آتی ہیں اور انہیں کامل مشق ہے وہ سو دو سو روپیہ گھنٹہ دو گھنٹہ کا لے لیتے ہیں مگر جو ادنےٰ درجہ کے یا نئے سیکھو ہوتے ہیں وہ فی مجلس دس روپے روز سے زیادہ نہیں پاتے حضرت عباس علمدار کی درگاہ اور ساتھ ہی حاضری کی روٹی پیاز اور مولی کی دوکان بھی قائم دیدہ ہے. جو آصف الدولہ کے امام باڑے کا ایک جزو ہے. وہاں لوگ جاتے ہیں. دکان درگاہ کے

باہر لگی ہوئی ہوتی ہے سو دو سو روپے کی حاضری خریدی اور اندر درگاہ میں جاکے چڑھا آئے جب حاضری کی روٹیاں وغیرہ بہت سی اکٹھی ہوگئیں تو مجاور ایک کپڑے میں باندھ کے اور زائرین کی آنکھ بچاکے کان پر رکھ جاتا ہے. غرض دس دفعہ وہ روٹیاں حاضری کی فروخت ہوتی ہیں. اور دس دفعہ دکان پر لاکے رکھدی جاتی ہیں اور یوں دھوکا دے کے یاحسین یاحسین کہنے والے لوگوں کو لوٹتے ہیں. میں اس شرمناک حرکات کا بیان کر کے اپنی کتاب کو غلیظ نہیں کرتا جو تعزیوں کی آڑ میں ہوتی ہیں اور کئی بار ایسے شرمناک واقعات کا اظہار پبلک کے آگے ہو چکا ہے کہ کس طرح یہی لوگ جو اپنے کو مسلمان کہتے ہیں. قبیح افعال کے خاص تعزیئے اور ضریح کے سامنے مرتکب ہوتے ہیں اور کتنے وعدے خاص اسی رات کو پورے کئے جاتے ہیں. جسکو یہ لوگ شہادت کی رات کہتے ہیں.

ایمان کی بات تو یہ ہے کہ یاحسین یاحسین کہہ کے لوگوں کو دھوکا دیا جاتا ہے. لیکن دل میں اسکا کچھ اثر نہیں ہوتا ان یہود کے افعال خود اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ یہ لوگ حضرت امام حسینؓ کے انتہاء درجہ دشمن ہیں اور جہاں تک ان سے ہوسکتا ہے ان کی تذلیل اور توہین کا کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھتے. اُس کے بعد اِس سے بھی زیادہ دردناک نظارہ ان کسبیوں یا بازاری عورتوں کا ہے جو غم حسینؓ میں سبز کپڑے پہن لیتی ہیں. اپنی چوڑیاں توڑ ڈالتی ہیں. اور اپنے ہاں عزاداری کی مجلسیں کر کے سوزخوانی کرتیں اور نیاز حسین میں حلوے تیار کرتی ہیں ہزاروں یہودیوں کا وہاں مجمع ہوتا ہے. ان کی حرام کی کمائی کا حصہ بانٹنے کے لئے مومنین دوڑ پڑتے ہیں اور ان کے ہاں جاکے خوب تر حلوے اڑاتے ہیں. جب وہ اپنی مجلسوں میں مرثیہ خوانی کے لئے بڑے بڑے کتاب خوانوں اور مجتہدوں کو بلاتی ہیں تو وہ سر کے پاؤں بنا کے حاضر ہوتے ہیں اور اپنی مومنیت کی پوری داد دے کے ان کی حرام کی کمائی میں سے اپنی اُجرت لیکے محب اہل بیت کا لقب حاصل کر کے چلتے بنتے ہیں. انصاف اور ایمان سے اس حالت پر نظر کیجئے اور دیکھئے کہ یہودی گروہ کیا کر رہا ہے اور عام طور پر حضور انور رسول اللہ ﷺ کے عالی خاندان کو کس طرح بے عزت کر رہا ہے یہ بات بھی آپ تعجب سے سنیں گے کہ ہندوستان میں جتنی بازاری عورتیں ہیں سب اپنے آپ کو مومنین گنتی

ہیں. جتنے ہجڑے زنانے ہیں ان کی بھی یہی کیفیت ہے. ادھر یہودیوں کا یہ گروہ عام مسلمانوں کو برباد کر رہا ہے اور ادھر یہ غول بیابانی مسلمانوں کے ایمان کی بچی کھچی پونجی لوٹے لیتا ہے.

یہ لوگ بظاہر اپنے پاک ہونے کا بہت بڑا ثبوت یہ دیتے ہیں کہ ہم ہندوؤں کے ہاتھ کا نہیں کھاتے اگرچہ یہ بات بھی غلط ہے تو بھی اسے صحیح تسلیم کر کے اندرونی حالت کو دیکھا جائے تو غلاظت کی حد ہوگئی ہے. ایک حوض اکثر یہودیوں کے گھروں میں بنا ہوا ہوتا ہے. اس حوض میں تمام دنیا کی چیزیں پاک کی جاتی ہیں. اس حوض کا پانی سڑ جانے پر بھی نہیں بدلا جاتا. قلعی کی دیگچیاں، گوشت، ترکاری، پھل اور پان غرض ہر قسم کی چیز جو بازار سے آتی ہے. پہلے پاک کرنے کے لئے اس حوض میں ڈبوئی جاتی ہے پھر اسکا استعمال آزادی سے کر لیا جاتا ہے. ایسے حوضوں میں اکثر کیڑے دیکھے گئے ہیں مگر یہ گروہ اس پر بھی اپنی صفائی اور پاکی کا دعویٰ کئے جاتا ہے. اسکے علاوہ اور بھی بہت سی غلیظ باتیں ہیں. لیکن جبکہ ان میں فحش بھرا ہوا ہے اسلئے ہم ان کا ذکر نہیں کرتے.

بچوں کو ابتدا سے بد اخلاقی اور دشنام دہی کی تعلیم دی جاتی ہے. جس بد اخلاقی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب تک بچہ نا سمجھ رہتا ہے اس کے چہرہ پر نرماہٹ اور بھول پن رہتا ہے مگر جوں جوں بڑا ہوتا ہے اسکے چہرہ پر کرختگی آتی جاتی ہے۔ اور ہوتے ہوتے وہ خوب تبرا کہنے لگتا ہے تو اُس کا چہرہ مسخ ہو جاتا ہے. آپ صدہا آدمیوں میں ایک یہودی کو پہچان لیں گے. کوئی یہودی ایسا نہیں دیکھا گیا جس کا چہرہ مسخ نہ ہو گیا ہو. یہودیوں کے ہاں قاعدہ ہے کہ بچہ جب برس دو برس کا ہوتا ہے تو اسکے لئے کوئی جانور مثل بکری یا بھیڑ کے پالتے ہیں بچہ کو اس سے محبت ہو جاتی ہے جب سال ڈیڑھ سال میں بچہ خوب ہل جاتا تو اس جانور کو علیحدہ کر دیتے ہیں. بچہ بلک بلک کے روتا ہے اور اپنے پلے ہوئے جانور کو یاد کرتا ہے اس وقت اس سے یہ کہا جاتا ہے کہ ابوبکرؓ یا عمرؓ اس جانور کو لے گئے. پس وہ بچہ گالیاں دینے لگتا ہے اور اس طرح اسے گالیوں کی عادت پڑ جاتی ہے. جس قوم کے بچوں کو ابتدا سے اس بد تہذیبی کی تعلیم دی جاتی ہے اور جنکی پرورش اس انتہائی بد اخلاقی میں ہوتی ہے اس قوم سے جس قدر برائی پھیلے وہ کم ہے اور بیان لوگوں کا روز مرہ ہے. اب انکی حمیت کی کہانی بھی سننے کے

قابل ہے۔۔محرم میں ایک یہودی کو معقول اجرت پر یزید بنایا جاتا ہے اور وہ یہودی جبکہ یزید کے نام پر ہزاروں تبرے کرتا ہے۔اور اسے بہت بڑا دشمن اہل بیت کا سمجھتا ہے۔مگر تھوڑے سے لالچ میں آ کر خود یزید بن جانا گوارا ہوتا ہے پھر وہ ایک فرضی حسین کو قتل کرتا ہے۔ چند لڑکیوں کو جن کا نام زینب اور کلثوم رکھا جاتا ہے۔یہ یزید یہودی ان کے کلوں پر تھپڑ مارتا ہے ان کے کانوں کی بالیں اور بندے نوچتا ہے۔سیدنا حضرت امام حسین کو گالیاں دیتا ہے۔کل یہودی نہایت ذوق شوق سے اسکی گالیاں سنتے اور خوش ہوتے ہیں۔یہ ہے محبت اہل بیت اور یہ ہے سیدنا حضرت امام حسین کا ادب۔ افسوس ہے ان مسلمانوں پر جو یہودیوں کی ایسی مجلسوں میں شریک ہوتے ہیں اور وہاں سے حلوہ روٹی کا تبرک بڑے شوق سے لاتے ہیں۔ اپنی آنکھوں سے حضور انور کے لاڈلے نواسہ کی توہین اور تذلیل دیکھتے ہیں۔اور ذرا بھی انہیں درد نہیں آتا نہ شرم آتی ہے۔

ادھر تو حضرت امام حسین اور آپ کے بچوں کے ساتھ یہ سلوک کرتے ہیں اور اُدھر حضرت ام المومنین اور حضور انور کے بزرگ صحابہ کے ساتھ جو کچھ کرتے ہیں ہر سنجیدہ طبیعت اور مہذب شخص خواہ وہ کسی مذہب کا ہو، انہیں اوّل درجہ کا گمراہ اور وحشی سمجھے گا۔مثلاً ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ سے اس طرح انتقام لیتے ہیں کہ ایک بھیڑ پالتے ہیں اور اسکے بالوں کو سرخ رنگ سے رنگ لیتے ہیں کیونکہ حضرت ام المومنین کا لقب حمیراء تھا۔

اس بھیڑ کو عائشہ کہہ کے پکارتے ہیں اس بے زبان جانور کو سخت ایذائیں دیتے ہیں۔ پیٹ بھر کے کھانے کو نہیں دیتے کبھی اسے پیاسا مارتے ہیں کبھی اسکے بال نوچتے ہیں۔یہاں تک کہ وہ غریب بھیڑ تکلیفیں اٹھا اٹھا کر مر جاتی ہے۔پھر یہ لوگ اسکی تکا بوٹی کر کے کووں چیلوں کو کھلا دیتے ہیں۔بعض اوقات جو بہت غصہ آیا تو دانتوں سے بوٹیاں نوچ نوچ کے خود بھی کھا جاتے ہیں۔اب اس حماقت کو دیکھو کہ اس بے زبان کو آزار دینے سے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم حضرت ام المومنین سے انتقام لے رہے ہیں اور انہیں تکلیف دے رہے ہیں۔

حضرت فاروق اعظمؓ سے یوں انتقام لیتے ہیں کہ ایک چھوٹے سے مشکیزہ میں گھی بھر کے

اسے ایک درخت میں لٹکا دیتے ہیں۔ پھر چھری لیکے دور ہٹ جاتے ہیں اور نہایت غصہ میں پینترے بدلتے ہوئے اسکی طرف دوڑتے اور حضرت فاروق کو گالیاں دے کے اس مشکیچہ میں چھری مارتے ہیں اور جب گھی بہنے لگتا تو منہ لگا کے پی جاتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے عمرؓ کا خون پیا۔

مجھے ان یہودیوں سے ذاتی واقفیت ہے ان کی حرکات ایسی نہیں ہیں کہ انہیں نظر انداز کر دیا جائے۔ مثلاً ایک لڑکا لکھنؤ میں میرے پاس پڑھنے آیا کرتا تھا اس نے قسمیں کھا کے مجھے یقین دلایا تھا کہ میں مسلمان ہوں اگرچہ میرے والدین یہودی ہیں مگر میں ایسی باتوں کی طرف زیادہ توجہ نہیں کرتا نہ اس سے کچھ سروکار رکھتا ہوں میں سنکے خاموش ہو رہا اور دل میں کہا کہ یہ لڑکا مسلمان ہوگا۔ مگر ایک نئی بات جو دیکھی گئی وہ یہ تھی کہ لڑکا بوٹ کبھی نہیں اتارتا تھا۔ بعض اوقات فرش پر بیٹھ کے اس نے کھانا کھایا لیکن بوٹ پہنے ہوئے۔ میرے پاس اکثر احباب تشریف لایا کرتے تھے ان میں سے ایک صاحب کو ان لوگوں کی طرز معاشرت سے خوب واقفیت تھی اس لڑکے کی اس غیر معمولی حرکت پر شبہ ہوا۔ اس سے کہا گیا کہ بوٹ اُتارا کے بیٹھو اس نے انکار کیا۔ غرض سخت ردو کد کے بعد بوٹ اُتروایا گیا اس کے اندر بیسیوں پرچیاں نکلیں۔ جن پر حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم وغیرہ کے نام لکھے ہوئے تھے۔

فاضل اجل ابن تیمیہ نے بھی اپنی کتاب ''منہاج السنۃ'' میں اسی قسم کی بہت سی باتیں لکھی ہیں چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ چکی کے دو گدھوں کا نام ابوبکر و عمر رکھتے ہیں۔ اور ان بے زبان جانوروں کو ایذا پہنچا کے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ابوبکرؓ و عمرؓ کو ایذا دے رہے ہیں کبھی اپنے پاؤں کے تلوں پر ابوبکرؓ و عمرؓ کے نام لکھ لیتے ہیں اور اسے مٹنے نہیں دیتے پیر دھوئے اور پھر لکھ لیا۔ چنانچہ ایک شخص جس نے اپنے تلوں پر ابوبکرؓ و عمرؓ کے نام لکھے تھے۔ ایک مسلمان خلیفہ کے دربار میں گرفتار ہو کے آیا خلیفہ نے حکم دیا اسکے پیروں پر دُرّے لگاؤ۔ جب دُرّے پڑنے لگے تو وہ شخص تکلیف سے غل مچانے لگا خلیفہ نے کہا تو بڑا احمق ہے۔ تجھے کون مار رہا ہے جو تو غل مچا رہا ہے۔ ابوبکر اور عمر پر مار پڑ رہی ہے تم چاہے جتنا شور مچاؤ یہ مار نہیں تھمنے کی یہاں تک کہ وہ نیست و نابود ہو جائیں گے۔

پھر ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ بعض یہودی کتے پالتے ہیں اور ان کے نام ابوبکرؓ و عمر رکھتے ہیں بعض اس سے بھی زیادہ غلو کرتے ہیں یعنی اگر کوئی ان کے کتے کو نکیر کہہ کے پکارے تو اس سے لڑنے لگتے ہیں کہ تم ہمارے کتے کو دوزخیوں کے نام سے کیوں پکارتے ہو۔

ان نادانوں نے ابولولوہ قاتل فاروق اعظم کا نام ولقب بابا شجاع رکھا ہے اور اسکی مثل علیؓ کی تعظیم کرتے ہیں حالانکہ ابولولو مجوسی تھا اس میں ایک شخص کو بھی اختلاف نہیں ہے۔ مگر چونکہ اس نے فاروق اعظم کو چھری ماری تھی۔ اسلئے یہ لوگ اس مجوسی کو اپنا پیشوا جانتے ہیں۔۔ جس مکان کو چاہتے ہیں مشہد بنا لیتے ہیں اور مشہور کر دیتے ہیں کہ اہل بیت میں سے کوئی امام یہاں مدفون ہے حالانکہ ایسا کئی بار ہو چکا ہے کہ وہ قبر ایک کافر کی نکلی۔۔ کربلا میں آج کل یہ دستور ہے کہ جب کوئی نادار یہودی مر جاتا ہے تو اسے حضرت امام حسین کے فرضی مقبرہ میں لا کے رکھ دیتے ہیں۔ اسکی چھاتی پر ایک پیالہ رکھا جاتا ہے۔ مردے کے ہاتھ پیر کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ جو زائر آتے ہیں روپیہ دو روپیہ اس پیالے میں ڈالتے جاتے ہیں جب وہ پیالہ بھر جاتا ہے تو وہ بدنصیب مردہ وہاں سے اٹھایا جاتا ہے۔ یہودیوں کے پیشواؤں نے یہ طریقہ اپنی معاش کا کر رکھا ہے۔

محرم کے دنوں میں حضرت عمر کی تصویر اپنے گھروں میں لٹکاتے ہیں اور اس تصویر یا کاغذ کے پتلے کے گلے میں جوتیوں کا ہار ڈالتے ہیں۔ اور اس طرح اپنے دلوں کی آگ بجھاتے ہیں۔ چنانچہ ایک یہودی کا خط اسی دوران میں میرے پاس آیا تھا۔ جس میں یہ لکھا تھا کہ اب کے محرم میں تیری تصویر یا تیرے نام کا پتلا بھی عمرؓ کے پتلے کے برابر رکھا جائیگا۔ اور اسے بھی جوتیوں کا ہار پہنایا جائے گا۔۔ محرم کی خاص تاریخوں میں ان کی عورتیں بال کھولے ہوئے برہنہ سر اور برہنہ پا اپنے گھر[illegible] میں چکر لگاتی ہیں بعض گلیوں میں بھی نکل آتی اور خوب بھس اڑاتی ہیں اور اس قدر تبرے بازی کرتی ہیں کہ الٰہی توبہ۔ غیر مذہب کے لوگ بھی سن کے کانوں میں انگلیاں دیتے اور ان کی یہ بداخلاقی اور زبوں ترین حالت کو دیکھ نہیں سکتے۔۔ لکھنو کی دو روزہ سلطنت میں تو ایسی باتیں بالکل معمولی تھیں وہاں تو دنیا کی برائیاں دست بستہ کھڑی رہتی تھیں۔ مذہب کی آڑ میں سب کچھ کیا جاتا

تھا کوفہ جس طرح ان لوگوں کا پائے تخت تھا جو اپنے کو شیعان علی کہتے تھے اور خاندان نبوت کے جانی دشمن اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قاتل تھے اسی طرح لکھنؤ ان کی اولاد کا پایۂ تخت تھا. اسی لئے کوفہ اور لکھنؤ کے عدد بھی ایک ہیں یہاں کی پوری حالت لکھدی جائے تو ایک جلد علیحدہ تیار ہو جائے مگر ہم بہت ہی اختصار سے کام لیں گے.

ہر بادشاہ یا نواب بارہ خوبصورت اور بن بیاہی لڑکیاں ایک علیحدہ محل میں بارہ اماموں کے نام کی اپنی طرف سے وقف کر دیتا تھا ان میں سے ہر دوشیزہ لڑکی ایک امام کی جورو کہلاتی تھی. ان سے کوئی شخص شادی نہ کر سکتا تھا بلکہ ان کی تعظیم علاوہ اور لوگوں کے بادشاہ بہت بڑی کرتا تھا. چونکہ ہر نواب بارہ اماموں کی جوروں میں قائم کرنے کو اپنی نجات اُخروی اور جناب امیر کی مہربانی کا ذریعہ سمجھتا تھا: اس لئے اسے ضرور ہوتا تھا کہ گدی پر بیٹھ کے پہلے بارہ کنواری لڑکیاں علیحدہ محل میں مقید کرے. ان میں سے جب کوئی لڑکی حاملہ ہوتی تھی تو وہ یہ مشہور کرتی تھی کہ میں خواب میں اس امام سے حاملہ ہوئی ہوں پھر اسکی اور بھی آؤ بھگت کی جاتی تھی بچہ پیدا ہوتا تھا اسکے آگے سجدے کئے جاتے اور اسکی پرستش ہوتی تھی. یہ تعظیم دیکھ کے لڑکیاں بہت ہی جلد ہی جلد حاملہ ہو جاتی تھیں اور جس قدر بچے پیدا ہوتے تھے وہ بارہ اماموں کے نام سے منسوب کئے جاتے تھے. متعہ نے زنا اور حرام کی ایسی ڈھیلی ڈوری کر رکھی تھی. جسکا نظیر کہیں نہیں ملتا خیر اس پر تو ہم بحث نہیں کرتے بلکہ یہودیوں کی چند اور حماقتیں دکھانا چاہتے ہیں جو پڑھنے والوں کے لئے بہت ہی دلچسپ ہونگی.

زمانہ رسالت میں جس طرح جبریل کا حضرت علی کی خدمت کرتے کرتے ناک میں دم آگیا تھا. اسی طرح لکھنؤ کے زمانہ شاہی میں یہودیوں نے حضرت علی کا ناک میں دم کر دیا تھا. ہر روز جناب امیر کے نئے شگوفے اٹھتے تھے کہ آج جناب امیر یہ کہ گئے اور کل یہ کہہ گئے اور فلاں شخص کے لئے یہ حکم دے گئے اور فلاں کی یہ سفارش کر گئے. جہاں کوئی یہودی مرا اور حضرت امیر مع اپنے مصاحبوں کے آموجود ہوئے جب تک مردہ قبر میں نہ پہنچ لیا اور جنت میں داخل نہ ہو گیا جناب امیر نے ذرا بھی جنبش نہ کی. اسی طرح روزمرہ چالیس پچاس یہودی لکھنؤ میں مرتے تھے وہ

بھی وقت بے وقت اس پر حضرت علی کو آسمان پر رہنے کی تو مطلق فرصت نہ ملتی ہو گی علاوہ لکھنؤ کے
اور ہزاروں شہروں میں یہودی مرتے ہیں وہاں بھی جناب امیر کی حاضری ضروری ہوتی ہے کیونکہ
یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ہر جنازہ پر جو یہودی کا ہو جناب امیر کا آنا ضروری ہے ان کی حماقت
یہاں تک بڑھی ہوئی کہ ایک انگریزی تعلیم یافتہ نوجوان نے ہم سے بیان کیا کہ جب کوئی یہودی مر
جاتا ہے تو عذاب وثواب کے دو فرشتے آتے ہیں ایک دوزخ میں لے جانا چاہتا ہے اور ایک جنت
میں ان دونوں کی آپس میں بحث ہونے لگتی ہے. اس بحث کو ایک عرصہ گزر جاتا ہے پھر جناب امیر
آتے ہیں ثواب کے فرشتے کے ساتھ یہودی کی روح کو کر دیتے ہیں چنانچہ ایک مرتبہ دو ہزار برس
تک دونوں فرشتوں میں بحث ہوتی رہی اور آخر غلبہ ثواب کے فرشتہ کو اس بنا پر رہا کہ یہ یہود اپنی
بداعمالیوں کے ساتھ غم حسین میں رویا کرتا تھا. میں نے ہنس کے اس نوجوان سے کہا کہ دو ہزار برس تو
اسلام کو بھی نہیں ہوئے یہ سن کے وہ شرمندہ ہو کے چپ کا ہو رہا.۔ محرم میں جس دھوم کے ساتھ
دُلدُل نکلا کرتا تھا وہ نظارہ بھی قابل دید تھا گھوڑے پر سرخ رنگ کی افشاں کی جاتی تھی اس پر تیر
لگائے جاتے تھے وہ گھوڑا بڑے تپاک سے امام باڑے میں لایا جاتا تھا گھوڑے کے آتے ہی سب
لوگ تعظیم کو کھڑے ہو جاتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ حضرت امام حسین تشریف لائے ہیں. گھوڑے
کے آگے سجدے کئے جاتے تھے اور اس جانور کو اپنا معبود سمجھ لیا تھا اگرچہ اب تک یہ رسم باقی ہے لیکن
اس میں تغیر بہت ہو گیا ہے جس شخص نے پہلے لکھنؤ کا محرم دیکھا ہے. وہ ان سب باتوں کو اچھی طرح
جانتا ہے.۔ جب کوئی یہودی مر جاتا تھا یا کوئی مسلمان مالدار بننے کے لئے یہودی ہو جاتا تھا تو اسے
ہاتھی پر سوار کیا جاتا تھا. خلعت فاخرہ پہنائی جاتی تھی کثرت سے روپیہ دیا جاتا تھا اور پھر دربار شاہی
اسکے لئے کھول دیا جاتا تھا مگر یہ عزت اور دولت معمولی یہودی بننے سے میسر نہ ہوتی تھی بلکہ پہلے وہ
شخص کئی مہینے سے خواب دیکھا کرتا تھا روزمرہ اپنے خوابوں کو شہر میں مشہور کرتا تھا چنانچہ ایک شخص
نے آ کر مجتہد سے بیان کیا کہ میں شب بھر جاگتا ہوں ایک گڈی کے برابر پتلا روشندان سے نکل کر
میرے پاس آتا ہے میرے کانوں اور نتھنوں میں سلائیاں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ شاہ وقت کا مذہب

قبول کرنے میں پریشان ہو گیا ہوں. کیا کروں مارے خوف کے میری آواز تک بند ہو جاتی ہے میں بستر پر سے اُٹھ کے بھاگ بھی نہیں سکتا. یہ خواب دو تین مہینے تک شہر میں اشاعت پاتا رہا. آخر نواب تک اس کی خبر پہنچی سب حیران ہوئے کہ یہ کیا بات ہے یکا یک یہ حیرانی اور پریشانی دور ہو گئی. جب اس شخص نے یہ بیان کیا کہ آج میں نے اس پتلے کا کہا مان لیا اور میں یہودی بن گیا اس پتلے نے مجھ سے تبرا کہلوایا اور مجھ سے کہا کہ میں امام حسن ابن علی بن ابی طالب ہوں. جناب امیر کی مہربانی مجھ پر ہوئی تھی انہوں نے مجھے تیرے پاس آنے کا حکم کیا تھا کہ میں تیرے کانوں اور تیری ناک میں تنکلے بھونک کے تجھے راہ راست پر لاؤں.۔ جونہی اس خبر کی اشاعت ہوئی ہزاروں آدمی اس کی زیارت کے لئے آموجود ہوئے شاہی چوبدار بھی بلانے کے لئے آ گیا. ہاتھی مع زرنگار عماری کے لایا گیا اور وہ حضرت اس پر سوار ہو کے دربار شاہی میں پہنچے اور مالا مال کر دیئے گئے غرض ایسے خواب روزمرہ صدہا تراشے جاتے تھے بغیر محنت اور دردسری کے دولت مند بنجاتے تھے. یہودی حکومت کا آخری دور عیش پرست شاہ پر ختم ہو گیا. ملکی معاملات کی ابتری بیان کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے ہم تو صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ متعہ نے اپنا پورا جلوہ اس دور آخر میں کیا تھا یہاں تک کہ غیر جنس سے بھی تعلق پیدا کرنا جائز قرار دیا گیا. عورتیں عام طور پر حلال کر دی گئی تھیں. واجد علیشاہ بچہ جننے لگے تھے اور ان کا جاپا بڑی دھوم سے کیا جاتا تھا. ان کی ہزاروں بیگمیں تھیں اور وہ سب متعہ کے صدقہ میں ان کی بیگم قرار پائی تھیں. جب شوہر بچہ دینے لگا تو بیگموں نے عرضیاں بھیجیں کہ ہم کیا کریں. واجد علیشاہ ہر عرضی پر یہ حکم لکھوا دیتے تھے کہ کیا تمہارے پاس کوئی داروغہ نہیں ہے کہ تم مجھے تکلیف دیتی ہو. میرے ہاں تو آپ ہی بچہ ہوا ہے میں کیا کروں. گو صدہا رئیس اور حکمراں عیاش گزرے ہونگے مگر مرد ہو کے بچے کسی نے نہیں جنے یہ اسی تبرائی مذہب کا طفیل ہے کہ مرد بچے جننے لگتے ہیں. اور وہ بچے اصلی بچے سمجھے جاتے ہیں. اسی طرح ان کی پرورش کی جاتی ہے گویا سچ مچ یہ شاہ کے پیٹ میں سے نکلے ہیں.۔ ہر مقام پر حضرت امام حسین اور حضرت عباس وغیرہ کے مزار بنے ہوئے ہیں اور وہ اصلی سمجھ کے پوجے جاتے ہیں. کربلائیں ہندوستان میں ہزاروں موجود ہیں. اور

وہ سب اسی طرح بزرگ بھی جاتی ہیں جیسی اصلی کربلا. جس سرزمین سے سخت نفرت کرتے اور کبھی اُدھر کا منہ نہ کرتے اور کربلا کے نام سے انہیں غصہ آجاتا مگر یہ لوگ اہلبیت حسین کی محبت کا فرضی دم بھرنے والے کربلا کے نام پر جان دیتے ہیں. اس قوم کے دولتمند ہزاروں روپے خرچ کر کے اپنے مُردوں کو وہاں دفن کرتے ہیں. وہاں کی مٹی اٹھا کے اپنی آنکھوں سے ملتے ہیں. اور اس کا نام خاک شفا رکھا ہے. یہ ہے اس یہودی گروہ کی محبت حسین. جہاں ان کے خیال میں سیدنا حضرت امام حسن ذبح کیے گئے. ان کی بہن بیٹیوں کے سروں پر سے چادریں اتاری گئیں اور خیمے جلائے گئے اس سرزمین کے یہ لوگ عاشق زار ہیں. اگر کسی شخص میں خفیف سی بھی محبت ہوتی تو وہ یزید اور عبید اللہ بن زیاد سے زیادہ کربلا کی سرزمین پر لعنت بھیجتا. مگر نہیں یہ اس پر جان دیتے ہیں. مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ سے زیادہ اسکا احترام کرتے ہیں ان لوگوں نے محض کربلا کے لئے خدا اور نبی کے گھروں سے پیٹھ پھیر رکھی ہے صرف سرزمین کربلا کو بوسہ دینا اپنی نجات کا سبب جانتے ہیں. کربلا کے نام سے ایسے مانوس اور اسکے دلدادہ ہیں کہ ہر بڑے سے بڑے شہر اور ہر چھوٹے سے چھوٹے قصبہ میں ایک کربلا بنالی ہے اسے اوّل درجہ کی متبرک خیال کرتے ہیں. حالانکہ اسی اصول کے مطابق انہیں کوفہ کا سب سے زیادہ احترام کرنا چاہیے تھا کیونکہ وہاں حضرت حسین کے والد حضرت علی شہید ہوئے تھے. انہی کے خون کی مٹی کو خاک شفا بنانا چاہیے تھا. مگر یہ لوگ کوفہ کا نام بھی اپنی زبان پر نہیں لیتے وہاں کے باشندوں کو گالیاں دیتے ہیں اور کوفی بننا عذاب کی علامت سمجھتے ہیں. مگر کربلائی ہونا بڑا اعزاز جانتے ہیں. احد کی گھاٹی میں حضور انور رسول اللہ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے تھے. اور آپ کی پیشانی میں سے خون بہا تھا مگر کسی مسلمان نے اس نظر سے کہ حضور انور کے مقدس خون کے قطرے وہاں ٹپکے تھے اسے معبود نہیں بنایا. ان سب باتوں سے ایک فہمیدہ شخص یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ یہ قوم جو امام حسین کے محب بننے کا دعویٰ کرتی ہے آپ کی بڑی دشمن ہے کیونکہ یہ اس سرزمین کو جہاں آپ پیدا ہوئے آپ نے پرورش پائی آپ بڑے ہوئے اور نہایت خوشی اور آسودگی سے رہے سخت مقہور بارگاہ صمدی جانتی اور اس سے نفرت کرتی ہے مگر اسے وہ قطعہ زمین

زیادہ عزیز ہے جہاں آپ پر اور آپ کے بچوں پر نا قابل برداشت مصائب گزر گئے اور جہاں اس قوم کے زعم ناقص میں معاذ اللہ آپ کا خون بہایا گیا۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

اسلامی شریعت میں کسی کے مرنے پر رونا پیٹنا، منہ نوچنا، بال بکھیرنا، سخت منع ہے۔ اسلام کا کوئی گروہ اسکو جائز نہیں سمجھتا۔ یہ طریقہ بت پرستوں کا تھا۔ اور ان ہی کے ہاں اب بھی جاری ہے۔ مگر اسلام نے اسے بالکل مٹا دیا۔ ہزاروں اخلاقی برائیاں اس سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور انسان انسان نہیں رہتا اس یہودی گروہ کو چونکہ اسلام سے سخت دشمنی ہے اس لئے اسکا ممنوع رواج اپنے اپنے ہاں بہت شدومد سے جاری کیا ہزاروں فرضی روایتیں آدم حوا، اور ابراہیم و نوح وغیرہ کے رونے کی تراش کے اپنے زعم ناقص میں اس بات کو ثابت کرنا چاہا کہ رونا جائز ہے۔ تو بھی اس گروہ کے علماء ثابت نہ کر سکے کہ بال نوچنا بھی، بھس اڑانا، کپڑے پھاڑنا، سوائے بت پرستوں کے کسی نے آج تک کیا؟ اس زبون اور بدترین رسم کو یہودیوں نے اپنے ہاں قائم کیا اور اس ترکیب سے اسکو رواج دیا کہ جاہل مسلمان بھی انکی دیکھا دیکھی ٹسوے بہانے لگے۔ حالانکہ ان ہی کی راویتوں میں کہیں بھی حضور انور کی وفات پر بی بی فاطمہ کا بس اڑانا، منہ نوچنا بیان نہیں ہوا اور نہ حضرت علی کی شہادت پر حضرت حسین کا۔ اس یہودی گروہ نے اس قدر غلو کیا کہ نماز روزے، حج، زکوٰۃ کو بھول کے رونے پر اپنی نجات سمجھ لی اور یہ فیصلہ کر دیا کہ غم حسین میں جو شخص رویا رونے کی صورت بنائی یا اسنے کسی کو رلا دیا اس پر دوزخ حرام ہے۔ لکھنؤ میں شاہی وقت میں تو محرم کے آنسوؤں کی ایک آدھ تجارت ہوتی تھی مگر یہاں اسکا سلسلہ کچھ چلا نہیں ہاں ایران میں یہ تجارت مستقل طور پر کی جاتی ہے اور اسکا سلسلہ برابر جاری ہے۔ محرم میں جب مجلسیں منعقد ہوتی ہیں تو ہر شخص کو جو مجلس میں شریک ہوتا ہے روئی کا ایک پھل دیا جاتا ہے۔ جب کتاب خواہ یا مرثیہ والا مرثیہ پڑھنا شروع کرتا ہے اور لوگ رونے کی آواز بناتے ہیں تو چند آدمی جو خاص اسی کام کے لئے مقرر ہوتے ہیں بلوری شیشیاں ہاتھوں میں لیئے ہر شخص کے پاس جاتے ہیں اور جو آنسو رونے والا روئی کے پھل میں جمع کر لیتا ہے وہ اپنی شیشی میں نچکا لیتے ہیں۔ اصلی رونا تو کسی کو آتا نہیں نقلی آنسو بہانے کیلئے انہیں کہیں پیاز کی گھٹی

سے کام لینا پڑتا ہے اور کہیں کالی پسی ہوئی مرچوں سے جب آنسو زیادہ بہنے لگتے ہیں تو شیشی والا بہت خوش ہوتا ہے اس ترکیب سے کچھ شیشیاں بھر جاتی ہیں اور وہ بڑی حفاظت سے مجتہد اعظم کے پاس پہنچا دی جاتی ہیں۔ مجتہد ان شیشیوں کو بحفاظت اپنے پاس رکھتا ہے اور جب کوئی رئیس اور دولت مند بیمار ہوتا ہے اور اطباء اسے جواب دے چکتے ہیں تو وہ پانی بڑی قیمت سے بیچا جاتا ہے۔ بعض اوقات مجتہد معمولی پانی بھی آنسوؤں کے عوض فروخت کر ڈالتا ہے. اور بے وقوف اگرچہ ان غلیظ آنسوؤں کے قطروں سے اچھے نہیں ہوتے مگر اپنی صحت جسمانی اور روحانی کے لئے یہی قطرے ذریعہ گنے جاتے ہیں ایران میں اس پانی کی بدولت بہت سے مجتہد بنے ہوئے ہیں اور مزے اڑاتے ہیں. خود رونے والوں کے دل پر تو کچھ اثر نہیں ہوتا مگر انکے آنسوؤں میں مسیحائی تسلیم کی گئی ہے. اور یہ سب سے بڑی حماقت ہے۔. ایک خاص قسم کی تسبیح ایسی تسلیم کی گئی ہے جو محرم کے دنوں میں اپنے اصلی رنگ کو چھوڑ کے سرخ بنجائے بلکہ اس میں سے خون کی بوندیں ٹپکنے لگیں. کل یہودیوں کو اس قسم کی تسبیح پر یقین ہے. اگرچہ کسی نے آنکھ سے نہیں دیکھی مگر یقین ہے کہ وہ فلاں شہر میں یا فلاں قصبہ میں ہے چنانچہ ابھی شہادت کے ثبوت میں ایک یہودی پرچہ نے یہ تحریر کیا تھا کہ سمانہ ضلع پٹیالہ میں ایک ایسی تسبیح موجود ہے جسکے دانے محرم میں خون ٹپکاتے ہیں. اس بیوقوف قوم نے جمادات کو بھی یہ شعور اور عقل دیدی. مہینوں کا حساب بھی اسے بتا دیا اور وہ امام حسین کی جان گئی شہادت سے بھی واقف ہوگئی اس سے زیادہ خبط اور ہذیان کیا ہوسکتا ہے. جس گروہ کے یہ عقائد اور خیالات ہوں اسکے مذہب کی کیا کیفیت ہوگی.

چاندی کے پنجہ کی سب سے زیادہ پرستش کی جاتی ہے اور اس پنجہ سے یہودی کا کوئی گھر شاید خالی ہوگا. اس پنجہ سے مراد پنج تن لی جاتی ہے. اس پر شیرینی چڑھائی جاتی ہے. منتیں مانی جاتی ہیں. اسکی تعظیم مثل ایک امام کے کی جاتی ہے. جب وہ رکھے رکھے گر پڑتا ہے. تو اسے فوراً اٹھا کے آنکھوں سے لگایا جاتا ہے. اور اس گرنے کو ٹھنڈا ہونا بیان کیا جاتا ہے ٹھنڈے ہونے کا محاورہ عورتوں کی زبان میں قرآن مجید کے لئے استعمال کیا جاتا ہے. اسکے برابر غلہ تول کے خیرات کیا جاتا

ہے. اور اگر پے در پے ایسا معاملہ پیش آ ئے تو یہ سمجھا جا تا ہے کہ یہ کوئی آسمانی آفت آنے والی ہے.
یہ سن کے کلیجہ کانپ جاتا ہے کہ اس چاندی کے پنجہ کی تعظیم معاذ اللہ قرآن سے بھی زیادہ کی جاتی
ہے. بینکڑوں گھر ایسے ہوں گے جہاں قرآن مجید دیکھنے میں بھی نہ آتا ہوگا مگر پنجہ ہر جگہ موجود ہے.
علی الصباح جس طرح ہندو بت کی پوجا کرتے ہیں اور اسکے آگے ڈنڈوت کرتے ہیں اسی طرح
یہودی اس پنجہ کی پرستش کرتے اور دنیاوی فلاح کا اسے بہت بڑا ذریعہ جانتے ہیں.۔ استخارہ کے
بغیر کوئی یہودی قدم نہیں اٹھاتا. استخارہ لینے کی ترکیب یہ ہے کہ اپنے دل میں ایک بات سوچی جاتی
ہے کریں یا نہ کریں اور پھر تسبیح پھرائی جاتی ہے جو خاص دانہ بال یا تا کا مقرر کر رکھا ہے جب وہ ہاتھ
میں آ جاتا ہے تو اسی پر عمل کیا جاتا ہے. کھانے کا دستر خوان آ گے رکھا ہوا ہے اور استخارہ لیا جا رہا ہے
کہ کھائیں نہ کھائیں اور اگر کھائیں تو کون کونسا کھانا کھائیں جو کچھ استخارہ میں نکلتا ہے وہی کیا جاتا
ہے. لکھنؤ میں ایک مجتہد صاحب کسی رئیس کے لئے استخارہ کیا کرتے تھے اور انواع و اقسام کے
کھانوں میں صرف اڑد کی دال رئیس کے لئے نکالتے تھے یا باسی روٹی کا استخارہ اسکے لئے آتا تھا.
بیت الخلا جانے کو بیٹھے ہیں اور استخارہ دیکھ رہے ہیں سونے کے لئے بستر پر جاتے ہیں اور استخارہ
دیکھ رہے ہیں کسی دوست سے ملنے کے لئے جاتے ہیں اور استخارہ دیکھ رہے ہیں غرض کوئی کام بغیر
استخارہ کے نہیں ہوتا. اس پر یہ بیوقوف گروہ فخراً کہتا ہے کہ ہم ہر کام خدا کی مرضی سے کرتے ہیں.
مریض جاں بلب ہے اور دوائی کی اشد ضرورت ہے ڈاکٹر یا طبیب اصرار کرتا ہے کہ یہ دوائی اسے
فوراً دیجائے مگر خوفناک استخارہ اجازت نہیں دیتا. مریض کے حلق میں پیاس کے مارے کانٹے
پڑے جاتے ہیں. زبان خشک ہوئی جاتی ہے. مگر استخارہ کا حکم نہیں ہے آخر وہ بیچارہ تڑپا تڑپا کے قتل کر
دیا جاتا ہے بالکل ہندوؤں کی نقل ہے. جس طرح راجہ اور ہندو رئیس قدیم زمانہ کے اور بعض اب بھی
بغیر جوتشی کے حکم اور پترے کی پروانگی کے کچھ نہ کرتے تھے. اسی طرح یہودی بغیر استخارہ کے کچھ نہیں
کرتے. یہ ہے کہ عطر یہودی عقائد کا جن عقائد سے نہ حضور انور رسول اللہ ﷺ کو کچھ تعلق ہے نہ
راشدین صحابہ کو نہ حضرت امام حسن اور حسین کو۔